PRINTED BOOK

سہ ماہی ممبئی

افکار رضا

جولائی تا ستمبر ۲۰۰۶ء / جمادی الاول تا رجب المرجب ۱۴۲۷ھ

"امام احمد رضا قادری نے عشق و محبت کی زبان میں قرآن حکیم کا ایک ترجمہ کیا ہے جو علمی، ادبی، اعتقادی ہر حیثیت سے معیاری اور قرآن کی حقیقی جھلک کا آئینہ دار ہے۔ صدر الشریعہ مولانا امجد علی علیہ الرحمہ مصنف بہار شریعت کے شدید اصرار پر ۱۳۳۰ھ/۱۹۱۱ء میں یہ ترجمہ مکمل ہوا جس کا نام کنز الایمان فی ترجمۃ القرآن رکھا گیا۔

کتب تفسیر و لغت وغیرہ دیکھے بغیر آپ زبانی فی البدیہہ برجستہ بولتے جاتے اور صدر الشریعہ اسے لکھتے جاتے اور جب صدر الشریعہ و دیگر علما کرام اس ترجمہ کا کتب تفاسیر سے تقابل کرتے تو یہ دیکھ کر دنگ رہ جاتے کہ یہ فی البدیہہ ترجمہ تفاسیر معتبرہ کے بالکل مطابق اور ان کا ترجمان ہے۔"

(علامہ یسین اختر مصباحی)

بشکریہ جناب خلیل احمد رانا صاحب

تحریک فکر رضا

۱۶۷/ڈم ٹمکر روڈ، ناگپاڑہ، ممبئی۔۴۰۰۰۰۸ (انڈیا)

R.N.I. Registration No.: 71248/99

امام احمد رضا بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کے افکار کی ترویج کا علمی علم بردار

جولائی تا ستمبر ۲۰۰۶ء جلد ۱۲ شمارہ ۳ (۴۵) جمادی الآخر تا شعبان المعظم ۱۴۲۷ھ

مدیر : محمد زبیر قادری (موبائل: 98679 34085)

منیجر : محمد اسحٰق برکاتی (موبائل: 93239 54522)

Distributed in Pakistan By :

Markazi Majlis-e-Reza

P.O.Box: 2206, Lahore, Pakistan

Distributed in England By :

THE ISLAMIC TIMES

C/o. 138, Northgate Road,

Edgeley, Stockport, SK3 9NL ENGLAND

Distributed in Australia By :

SHEHZAD ALI

P.O. Box: 51, Lurnea 2170,

NSW, AUSTRALIA

Correspondence Address: رابطہ کا پتہ:

Tehreek-e-Fikr-e-Reza

167, Dimtimkar Road, Nagpada, Mumbai - 400 008.

Office Address: آفس کا پتہ:

95, Undria Street (Chowki Mohalla), Nagpada, Mumbai - 400 008 India

بشکریہ جناب خلیل احمد رانا صاحب

Website: www.fikreraza.net Email: editor@fikreraza.net

پرنٹر، پبلشر محمد اسحٰق محمد عمر نے پرنٹ جاب پرنٹنگ پریس ناگپاڑہ، ممبئی۔ 400008

سے چھپوا کر دفتر 167، ڈم ٹمکر روڈ، ناگپاڑہ، ممبئی - 400 008 سے شائع کیا۔

اللہ کے نام سے شروع جو بہت مہربان رحمت والا

متوسلینِ رضا

مدحتِ خیر الانام ﷺ

از: محمد شریف رضا عطاری مضطر

جب سے ہے میری آنکھوں میں روضہ تیرا
کچھ نہیں بھاتا سوا تیرے در والا تیرا
تیرے جلووں سے ہوا روشن سارا عالم
روشنی مہر و ماہ پہ بٹتا ہے صدقہ تیرا
تیری یاد سے منور ہے زندگی میری
ہو جائے زیست کا عنواں رستہ تیرا
نزع کا عالم ہے جاں جاتی ہے یارب
کوئی لا دے مجھے گلیوں کا غسالہ تیرا
میری آنکھ بجھے گی تیری دید سے پیارے
کوئی لا دے ﷺ آپ رحمت کا وہ قطرہ تیرا
تیری آمد سے ہوا ہے عام اجالا عالم میں
تو ہے نور خدا نوری ہے گھرانہ تیرا
مشک و عنبر تو گراں ٹھہرے اس کے لیے
جس نے سونگھا بھی پسینہ وہ مہکا والا تیرا
آنکھ والوں نے کیا دیکھا ہے کیا دیکھیں گے
دیکھا جبریل نے لامکاں جانا تیرا
ہوں بیمار مدت سے شفا چاہتا ہوں
وجہِ راحت ہے پیارے مسکانا تیرا
ہاں تو جنت میں بھی ہو گئے اسے ہی مضطر
دیکھ لیا جو مدینے میں بھی روضہ تیرا

☆☆☆☆☆

وقتِ دعا ہے

از: قاری محمد مسلم غازی

چاروں طرف سے کفر کی یلغار دیکھیے
امت کی سمت سیدِ ابرار ﷺ دیکھیے
دل زخم زخم آنکھیں خوں بار دیکھیے
سرکار دیکھیے، مرے سرکار ﷺ دیکھیے
گھر اہلِ دیں کے کر دیے مسمار دیکھیے
صیہونیوں کے آج یہ اطوار دیکھیے
وقتِ دعا ہے خاصۂ خاصانِ انبیا!
ہے گرم آج ظلم کا بازار دیکھیے
لبنان جو اک خطۂ خوباں تھا وہاں اب
ہے گرد و کفن لاشوں کے انبار دیکھیے
برباد جس نے کابل و بغداد کو کیا
بیروت میں اب اس کو شرر بار دیکھیے
شاہانِ وقت خوابِ غفلت کا ہیں شکار
فاقہ کشوں کو دربدر بیمار دیکھیے
امت کو آج دیکھنے والا نہیں کوئی
تنہا جہاں میں اپنے تبہ کار دیکھیے
محصور ہیں اب کابل و بغداد و فلسطین
اب ان کا نہیں کوئی مددگار دیکھیے
ہر سمت ایک شہر خموشاں کا ہے حشر
ہر سمت ہے اب زندگی دشوار دیکھیے
کھلتے تھے زندگی کے جہاں ہر گھڑی کنول
اب سانس بھی لینا وہاں دشوار دیکھیے
ہیں منتظر لطف کبھی آپ ﷺ کے غلام
ان کو نگاہِ لطف سے اک بار دیکھیے!
وجہِ دعا اٹھائیے بہرِ خدا حضور ﷺ!
چھایا ہوا ہے قوم پہ ادبار دیکھیے

اداریہ

محمد زبیر قادری

کچھ علاج اس کا بھی اے چارہ گراں ہے کہ نہیں؟

ان دنوں مسلمانوں پر ساری دنیا میں آفتوں کا نزول کسی نہ کسی شکل میں وارد ہو رہا ہے۔ ابھی ایک مسئلہ سرد نہیں پڑتا ہے کہ دوسرا مسئلہ اٹھ کھڑا ہوتا ہے۔ ایسا لگتا ہے کہ اسلام دشمن تمام طاغوتی طاقتیں متحد ہو کر اسلام کو ختم کرنے کے درپے آزار ہو چکی ہیں۔

افغانستان میں طالبان حکومت کا خاتمہ اور لاکھوں مسلمانوں کی ہلاکت و تباہی۔ عراق میں صدام حکومت کا خاتمہ، مسلمانوں کی جان، مال، عزت و آبرو کی پامالی، اور تا حال ظلم و تشدد جاری۔ ڈنمارک میں حضور اقدس ﷺ کے کارٹون کے ذریعے اہانت، اسلام کی عالمی پیمانے پر سازش، دو یہودی قیدیوں کی رہائی کے عوض لبنان کی اسرائیل کے ہاتھوں بربادی، دنیا بھر میں آئے دن ہونے والے بم دھماکوں کے بعد مسلمانوں کی تذلیل و گرفتاری،—— اور اب ہند میں بھی دہشت گردی کی ہر واردات کو مسلمانوں سے جوڑنا، یہاں تک کہ مالے گاؤں (مہاراشٹر) کے بم دھماکے میں مسلمانوں کی ہلاکت کے باوجود مسلمانوں کو ہی اس کا ذمہ دار ٹھہرانا۔—— غرض کہ مقامی و بین الاقوامی ہر سطح پر مسلمانوں کی ایسی شبیہ بنائی جا رہی ہے کہ ہر کوئی ہم سے خائف نظر آتا ہے۔

۱۱ ستمبر کو ورلڈ ٹریڈ سینٹر پر حملوں کی امسال پانچویں برسی ہے۔ گزشتہ پانچ سالوں کے دوران واقف حال، مفکرین، تحقیقی اداروں، تجزیہ نگاروں نے یہ ثابت کر دیا کہ ورلڈ ٹریڈ سینٹر پر حملہ امریکہ کی اپنی ہی سوچی سمجھی سازش کا نتیجہ تھا۔ آج دنیا دیکھ رہی ہے کہ اس کے بعد سے ہی مسلمانوں کے خلاف صلیبی جنگوں کا گویا آغاز ہو چکا ہے۔ حالانکہ اس کھیل کی ڈوریاں پس منظر سے یہودی شاطر ہلا رہے ہیں۔

کبھی اسامہ بن لادن کو ہیرو بنانے والے امریکہ نے ہی آج اسے "دہشت گردوں کا سردار" قرار دے دیا ہے۔ لیکن حیرت کا مقام یہ ہے کہ دنیا کا پولیس مین اپنے تمام تر وسائل و جدید آلات کا مالک ہونے کے باوجود آج تک اسامہ کا سراغ نہ لگا سکا۔ جب کہ آج ایک معمولی سا ای میل کے ذریعے دھمکی دینے والا فرد آسانی پکڑا جاتا ہے۔ لیکن آئے دن ویڈیو بیانات کے ذریعے امریکہ کو دھمکی دینے والا اسامہ اور اس کے گرگے کبھی گرفت میں نہیں آتے۔ آخر ایسا کیوں؟ —— کچھ تو ہے اس پردہ داری میں

میڈیا جس پر یہود و نصاریٰ کا ہی تسلط ہے، پر آئے دن اسامہ، ایمن الظواہری اور دیگر مطلوب افراد (Most Wanted) کے امریکہ کو دھمکی آمیز بیانات نشر کیے جاتے ہیں۔ لیکن ان کی کوئی دھمکی عمل پذیر ہوتی نظر نہیں آتی۔ البتہ ان بیانات کے نشر ہونے کے بعد امریکہ اور اس کے حواریین نے خرید

مسلمانوں کو ظلم و تشدد کا نشانہ بنایا ہے، جیلوں زنداں میں ڈال دیا ہے۔ اس سے کوئی کیا نتیجہ نکال سکتا ہے۔ یہی نا کہ یہ سب امریکہ کی ہی ایما پر ہو رہا ہے۔ انتفاضہ، امریکہ کی ہی تخلیق ہے، جس کو بنیاد بنا کر امریکہ دنیا میں اپنے مفادات حاصل کر رہا ہے۔

ایک طرف مسلمانوں کے احوال دگرگوں ہیں۔ جب کہ دوسری جانب یہ خوش کن خبریں میڈیا کے ذریعے پھیلائی جا رہی ہیں کہ امریکہ اور یورپ میں اسلام بڑی تیزی سے پھیل رہا ہے گروہ کے گروہ جوق در جوق اسلام قبول کر رہے ہیں۔ لیکن دوسرا پہلو ہمیں بہت زیادہ تشویش میں مبتلا کر رہا ہے۔ جس کا اظہار مشہور عالم دین و مبلغ اسلام سید شاہ منیر اشرف نے اپنے ایک انٹرویو میں اس طرح کیا ہے: "۱۱/۹ کے بعد بڑی تیزی کے ساتھ یہ بات عام کی جانے لگی کہ امریکہ اور یورپ میں اسلام تیزی سے پھیلنے والا مذہب بن گیا ہے۔ خدا کرے ایسا ہی ہو مگر یہ تصویر کا صرف ایک رخ ہے۔ تصویر کا دوسرا رخ جسے جان بوجھ کر نظر انداز کیا جا رہا ہے وہ یہ ہے کہ افغانستان، عراق، وسطی ایشیا کی مسلم ریاستوں، افریقہ اور مشرقی یورپ کے اسلامی ملکوں میں مسیحی مبلغین اپنے دین کی تبلیغ بڑے پیمانے پر خاموشی کے ساتھ کر رہے ہیں۔ حد یہ ہے کہ ہندوستان کے گرو سوامی شری شری روی شنکر کے رضا کار بھی عراق، فلسطین، شیشنیا اور افغانستان میں اپنے گرو کے مشن کی تکمیل کر رہے ہیں۔" (ماہنامہ "ماہ نور" دہلی، صفحہ ۳۹، اگست ۲۰۰۶ء)

حضرت کی بات کی تصدیق ممبئی کے روزنامہ "انقلاب" کی ایک خبر سے بھی ہوتی ہے:

"جنگ زدہ لبنان میں آرٹ آف لیونگ فاؤنڈیشن کی جانب سے دواؤں اور ضروری اشیا کی فراہمی"

دہلی: اسرائیلی بم باری سے متاثر ہونے والے پریشان حال لبنانی شہریوں کو کچھ حد تک راحت پہنچانے کی غرض سے آرٹ آف لیونگ فاؤنڈیشن (Art of Living Foundation) اور اس کی ایک اور تنظیم انٹرنیشنل ایسوسی ایشن آف ہیومن ویلیوز، دبئی (International Association of Human Values, Dubai) سے ایک لاکھ امریکی ڈالر کی مالیت کی دواؤں کے علاوہ ضروری اشیا روانہ کر دی ہے۔ ان غیر سرکاری عالمی تنظیموں کے بانی حضرت صاحب شری شری روی شنکر نے اسرائیلی بم باری سے متاثرہ لبنانی علاقوں میں رضا کار بھی روانہ کیے ہیں۔" (روزنامہ "انقلاب" ممبئی ۱۱/ اگست ۲۰۰۶ء)

مذکورہ انکشاف انگیز باتیں پڑھ کر ہمیں چونک جانا چاہیے کہ ہم کس خوش فہمی میں مبتلا ہیں۔ ایک طرف جب ہم اپنی مسلم قوم کو ارتداد کا شکار ہونے سے نہیں روک پا رہے ہیں تو پھر امریکہ و یورپ میں اسلام کس طرح پھیل رہا ہے؟ جب ہم اپنے گھر میں لگی آگ بجھانے سے قاصر ہیں تو غیروں کو آگ سے بچانے کا کام کس طرح ہو رہا ہے؟

یہ خبریں تسلیم کرنا نہایت دشوار ہے۔ یہ بات خود شک و شبہے کی زد میں آ جاتی ہے کہ اگر اسلام کو

دشمنانِ اسلام کی صفوں سے ہی افراد و عناصر آرہے ہیں تو پھر اسلام کے ماننے والوں پر عرصۂ حیات روز بروز تنگ کیوں ہوتا جا رہا ہے؟ نئے نئے فتنے کیوں روز پیدا ہو رہے ہیں؟ دنیا کی کل آبادی کا پانچواں حصہ ہونے کے باوجود کیا ہم میں ان حملوں کا دفاع کرنے کی کوئی طاقت نہیں؟ کب تک ہم اپنے اوپر ہونے والے مظالم کے خلاف اقوام متحدہ اور سفارت خانوں میں اپنا احتجاج درج کراتے رہیں گے؟ کیا ہوا اگر دنیا کی مسلم حکومتوں کے سربراہان یہود و نصاریٰ کے پٹھو بن گئے ہوں، قوم و ملت تو نہیں بک گئی ہے۔

ان حالات میں سوادِ اعظم اہلسنت و جماعت کے اکابر علماء، مشائخ و مفکرین پر بڑی ذمہ داریاں عائد ہوتی ہیں۔ وہ اپنی قوم و ملت کی ان حالات میں صحیح رہنمائی فرمائیں۔ اہلسنت و جماعت ایک ایسی جماعت ہے جس کا کوئی چلانے والا نہیں، پھر بھی یہ جماعت چودہ سو سال سے قائم ہے۔ اور الحمد للہ اس کے ماننے والوں کی تعداد روز افزوں ترقی ہو رہی ہے باوجودیکہ بدمذاہب اور باطل فرقے اپنی تمام تر توانائیاں سوادِ اعظم کے افراد کو گمراہ کرنے میں لگا رہے ہیں۔۔۔ دنیائے اسلام پر ان چودہ سو سالوں میں وہ وہ آفتیں نازل ہوئیں کہ یوں لگتا تھا جیسے اب اسلام اپنے خاتمے کی طرف گامزن ہے۔ تاریخ نے وہ دور بھی دیکھا ہے جب دنیائے اسلام میں دورِ خلافت میں کعبۃ اللہ سے قرامطی فرقے نے حجرِ اسود اٹھا کر اپنے قبضے میں کر لیا تھا اور خانہ کعبہ ۲۲ سال تک حجرِ اسود سے محروم رہا۔ مگر وقت کا خلیفہ کچھ نہ کر سکا۔

بات ساری جذبے کی ہے جو اب ہم میں نہیں رہا۔ اگر روح نہ ہو تو مردہ جسم ایک زندہ چیونٹی کے مقابلے کا نہیں ہے۔ وہ جیسے چاہے اسے کاٹ لے۔ آج ہم جیسے مردہ بن گئے ہیں تو یہ چیونٹیاں ہمارا گوشت نوچ رہی ہیں۔ اگر روح پڑ جائے تو ان چیونٹیوں کی کوئی حیثیت ہی نہیں ہے۔ موجودہ نظام میں ہم دوسروں کو جینے دے سکتے ہیں لیکن طاقت ور فریق سے اپنے جینے کی گارنٹی نہیں مانگ سکتے۔ جب تک اس کا مفاد ہوگا وہ تمہیں زندہ رکھے گا ورنہ چیر پھاڑ کر کھا جائے گا۔ طاقت ور کا مقابلہ سر اٹھا کر جینے سے کیا جاتا ہے۔ سر جھکانے سے صرف ذلت اور موت ملتی ہے۔

ان حالات میں مسلمانوں کو ہاتھ پر ہاتھ دھرے امام مہدی کا انتظار نہیں کرنا ہے۔ ہمارے یہاں کچھ علماء یہ کہہ کر اپنی جان چھڑانے کی کوشش کرتے ہیں کہ یہ سب قربِ قیامت کی نشانی ہے۔ لیکن وہ یہ کیوں بھول جاتے ہیں کہ حضور ﷺ کے پردہ فرمانے کے بعد اب کوئی نیا نبی نہیں آئے گا۔ لہٰذا ہمارا ہر قدم قیامت کی طرف ہی بڑھ رہا ہے۔ لیکن یہ کوئی نہیں جانتا کہ قیامت کب آئے گی۔ اور کیا ہم قیامت کے انتظار میں سب کچھ ایسا ہی چلنے دیں؟

اسلام کا مطلب سلامتی والا دین ضرور ہے مگر سلامتی کے حصول کے لیے اپنا تحفظ ضروری ہے کیونکہ آپ کا دشمن آپ کو کبھی امن و سکون سے رہنے دینا نہیں چاہتا۔ جب بھی مسلمان امن و سکون سے رہنے لگ جائیں، اسی میں دشمن کی موت و شکست ہے۔ اگر آپ کے پاس قوت موجود ہے تو آپ کو ہمیشہ

اس کے تحفظ کی فکر کھائے جاتی رہے گی کہ دشمن لوٹ نہ لیں۔ لیکن ہمارے پاس تو وہ عظیم خزانہ ہے جس کا کوئی نعم البدل ہی نہیں۔ اور وہ ہے "ایمان"۔ اس بات کی پیش گوئی آج سے سو سال پہلے امام احمد رضا یوں فرما گئے۔

سونا جنگل رات اندھیری چھائی بدلی کالی ہے ☆ سونے والو! جاگتے رہیو چوروں کی رکھوالی ہے

تو دشمن کے لیے ضروری ہے کہ وہ ہمارے امن وچین کو برباد کرتا رہے۔ اسی طرح ہمارے لیے بھی یہ ضروری ہے کہ ہم اپنی سلامتی اور اس کے تحفظ وبقا کے لیے جہد مسلسل میں لگے رہیں، اپنے دشمنوں کے حملوں کو ناکام بناتے رہیں۔ اس کے لیے ضروری ہے کہ ہم میں اتحاد واتفاق ہو۔ بھلے ہی ہم الگ الگ سلسلوں، اداروں سے کیوں نہ وابستہ ہوں، سنیت کے تحفظ وبقا کے لیے ہمیں مسلسل کام کرتے رہنا چاہیے۔

ہمارے ذمہ داران کو مقامی و بین الاقوامی ہر سطح پر نظر رکھتے ہوئے امت کی رہنمائی کا فریضہ انجام دینا ہے۔ آج وعظ فروش مولویوں اور حصول زر کے لیے نعت پڑھنے والوں نے قوم وملت کا بڑا نقصان کیا ہے۔ جن کا مطمح نظر قوم کی اصلاح وفلاح نہیں بلکہ راتوں رات جوشیلی تقریریں اور ماڈرن انداز کی نعتیں سنا کر پیسے بٹورنا ہے۔ ان حضرات نے ہماری قوم کا ذہن اس قدر خراب کر دیا ہے کہ سادہ بیانی سے کی گئی اصلاحی تقریریں "مزہ" نہیں دیتیں۔ جیسے یہ سب بجائے تبلیغ نہیں تفریح کا ذریعہ ہوں۔

آج ہم جب یہ کہتے ہیں کہ میڈیا پر اغیار کا قبضہ ہے، ہم اپنی آواز دنیا تک کیسے پہنچائیں، اپنا مطمح نظر دنیا کو کیسے پیش کریں؟ حالاں کہ اللہ رب العزت نے دین اسلام کو ایسا میڈیا مہیا کیا ہے جو قیامت تک کے لیے کار آمد وکارساز ثابت ہو سکتا ہے، بشرطیکہ ہم اس کا صحیح استعمال کرنے لگیں۔ ہمارے منبر رسول اور اسٹیج ہی سب سے بڑے میڈیا ہیں۔ جہاں سے ہم اپنی قوم وملت کی صحیح رہنمائی کر سکتے ہیں، ان کی ذہنی تربیت کر سکتے ہیں، جو پیغام دنیا کو دینا چاہیں اس ذریعے سے عام کر سکتے ہیں۔ الحمد للہ مسلمانوں کے لیے یہ میڈیا ہر جگہ موجود ہے، دنیا کے ہر کونے پر میسر ہے۔ لیکن جب سے اس کا حق استعمال کیا جانے لگا، ہماری تمام خوبیاں ختم ہوتی جاری ہیں۔ ہمارے قول وفعل میں تضادات آگئے ہیں۔ علما، مشائخ اور اکابر اہل سنت با آسانی اس میڈیا کا استعمال کرتے ہوئے اپنا وقار بحال کر سکتے ہیں، اپنی طاقت بنا سکتے ہیں، اپنا اتحاد قائم رکھ سکتے ہیں۔ جس دن ہم اپنے اقوال وافعال کو یکساں کرتے ہوئے اس ذریعے کا صحیح استعمال کرنے لگ جائیں ان شاء اللہ بہت جلد ہماری کایا پلٹ سکتی ہے۔ ہمارا مقصد دنیا کی حکومتوں پر قبضہ کرنا کبھی نہیں رہا۔ ہمارے اسلاف نے لوگوں کے دلوں کو فتح کیا، ان کے دلوں پر حکومت کی، جس کی بدولت دنیا خود بخود ان کے قدموں میں آگئی۔ ہم اگر آج بھی کوشش کریں تو وہ دن آ سکتے ہیں۔ بس کوشش شرط ہے ــــ مجھے امید ہے کہ موجودہ حالات میں علما ومشائخ ضرور اس قوم وملت کے تحفظ ودفاع کے لیے آگے بڑھیں گے۔ وما توفیقی الا باللہ

فتاویٰ رضویہ جلد ۲۹ تا ۲۵: بعض اصلاح طلب پہلو

تحریر: خورشید احمد سعیدی، انٹرنیشنل اسلامک یونی ورسٹی، اسلام آباد

فتاویٰ رضویہ کا کوئی بھی قاری بڑی آسانی سے یہ حقیقت معلوم کرسکتا ہے کہ اس میں اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے قرآنی آیات کا استعمال برمحل اور کثرت سے کیا ہے۔ یہ آیات اگر کسی محقق کو ایک مرتب فہرست کی صورت میں مل جائیں تو اسے کئی فوائد حاصل ہوتے ہیں جن میں سے ایک اہم فائدہ وقت کی بچت ہے۔ اس تحریر سے پہلے محققین کی خدمت میں فتاویٰ رضویہ کی جلد ۳۰ میں وارد قرآنی آیات کی فہرست پیش کی جاچکی ہے۔ جس کے تعارف میں بعض اخطاء کی نشاندہی بھی کی گئی تھی۔ یہ تحریر بھی اسی سلسلے کی ایک کڑی ہے۔ جلد ۲۹ میں وارد قرآنی آیات کی فہرست سازی کے دوران جب بعض اغلاط اور اخطاء کا علم ہوا تو اس تحریر میں ان کی نشان دہی کرنا ضروری سمجھا گیا۔ ان میں سے اکثر کا تعلق قرآنی آیات کے متن اور حواشی میں دیے گئے حوالوں سے ہے۔ ان کے علاوہ اخطاء کی کچھ اور اقسام مع امثلہ بھی اس تحریر کے ذریعے سامنے لائی گئی ہیں تاکہ فتاویٰ سے استفادہ کرنے والے اور اس کی آئندہ اشاعت کا اہتمام کرنے والے اپنی اپنی ذمہ داریوں کو پہچان لیں۔

درج ذیل میں جلد ۲۹ سے پہلے ان عبارات اور مقامات کا ذکر کیا جاتا ہے جہاں اصلاحات کی بہت زیادہ ضرورت ہے۔

قرآنی عبارات میں اخطاء:

صفحہ	سطر	غلط	درست
۷۵	۵	ما جعل اللہ لرجل قلبین فی جوفہ	ما جعل اللہ لرجل من قلبین فی جوفہ
۸۰	۸	انا من المجرمون منتقمون	انا من المجرمین منتقمون
۸۱	۲۱	اولئک ھم الصدیقون والشہداء عند ربھم اجرھم	اولئک ھم الصدیقون و الشہداء عند ربھم لھم اجرھم
۹۷	۶	قل بفضل اللہ وبرحمتہ فلیفرحوا	قل بفضل اللہ وبرحمتہ فبذلک فلیفرحوا
۱۰۰	۱۰	اولئک اعظم درجۃ من اللذین	اولئک اعظم درجۃ من الذین
۱۲۱	۳	فان اللہ ھو الغنی الحمید	ان اللہ ھو الغنی الحمید
۱۲۶	۵	فلما بلغ اشدہ واستوی	ولما بلغ اشدہ واستوی

۱۷۹	۱۱	ولم یکن له کفوا احدO	ولم یکن له کفوا احدO
۱۸۵	۹	وھو معکم اینما کنتم	وھو معکم این ما کنتم
۲۲۷	۱۵	الذین انفقوا من بعد الفتح وقاتلوا	الذین انفقوا من بعد وقاتلوا
۲۶۷	۲۱	وجاء بقلب سلیم ادخلوھا بسلام	وجاء بقلب منیب ادخلوھا بسلام
۲۹۳	۱۸	اھم یقسمون رحمة ربک	اھم یقسمون رحمة ربک
۲۹۶	۱۸	له الخیرة	لھم الخیرة
۳۵۹	۲۰	وعصی آدم ربه غوی	وعصی آدم ربه فغوی
۳۶۹	۱۱	ثم نبتھل فنجعل لعنت الله علی الکذبین	ثم نبتھل فنجعل لعنة الله علی الکذبین
۴۱۲	۲	ان جاء فاسق بنبا	ان جاء کم فاسق بنبا
۵۹۷	۱۲	لا یؤدہ الا ما دمت علیه قائما	لا یؤدہ الیک الا ما دمت علیه قائما
۶۰۷	۳	بالقسط شھداء الله ولو	بالقسط شھداء لله ولو
۶۱۷	۱۵	ومن نکث فانما ینکث علی نفسه	فمن نکث فانما ینکث علی نفسه
۶۲۳	۱۳	انْ اولیاء ۂ الا المتقون	انْ اولیاء ۂ الا المتقون
۶۳۸	۱۳	امرنا الله بھذا	والله امرنا بھا
۷۳۳	۲۵	لما راو	لما راوا
۷۳۵	۱	ھنالک الکفرین	ھنالک الکفرون

قرآنی آیات کے حوالوں میں اغلاط:

جیسا کہ اس سے سابقہ مضمون میں فتاویٰ رضویہ جلد ۳۰ کے بارے میں عرض کیا گیا تھا کہ اس میں بعض اغلاط کا تعلق سورتوں کے نمبر سے ہے اور بعض غلطیاں آیات کے نمبروں سے متعلق ہیں یہی حال کافی حد تک جلد ۲۹ میں وارد آیات قرآنی کا ہے۔اس جلد کی وہ آیات جن کے مسائل یہی ہیں انھیں درج ذیل جدول سے ملاحظہ فرمائیں۔

صفحہ نمبر	سورۃ	حاشیہ نمبر	حاشیے میں غلط حوالہ	درست حوالہ
۹۳	ھود	۲	القرآن الکریم ۱۱/۲۵	القرآن الکریم ۱۱/۴۹
۱۰۱	الانبیاء	۳	القرآن الکریم ۲۱/۱۰۱،۱۰۲	القرآن الکریم ۲۱/۱۰۱،۱۰۲،۱۰۳

۱۰۸	النحل	ل	القرآن الکریم ۷۵/۵	القرآن الکریم ۸۹/۱۶
۱۳۹	البلد	ل	القرآن الکریم ۱۷/۹۰	القرآن الکریم ۱۷/۹۰
۱۸۳	سبا	ط	۵۰/۳۳	۵۰/۳۳
۳۳۱	النساء	ل	القرآن الکریم ۳۸/۴، ۱۱۵/۴	القرآن الکریم ۳۸/۴، ۳۶/۴
۳۳۷	التوبۃ	ل	القرآن الکریم ۲۶/۹	القرآن الکریم ۲۶,۲۵/۹
۳۵۹	ھود	ع	۱۰۸/۱۱	۱۰۵/۱۱
۳۶۷	البقرۃ	ل	القرآن الکریم ۲/۲	القرآن الکریم ۳/۲
۳۶۷	ق	ط	۳۳/۵۰	۳۳, ۳۳/۵۰
۳۸۰	الانبیاء	ل	القرآن الکریم ۱۰۱/۲۱، ۱۰۲	القرآن الکریم ۱۰۱/۲۱، ۱۰۲، ۱۰۳
۳۰۸	الانفال	ع	القرآن الکریم ۳۹/۸	القرآن الکریم ۳۹/۸
۳۰۸	البقرۃ	ع	۱۵۹/۲	۱۵۱/۲
۳۳۵	الانعام	ل	القرآن الکریم ۱۰۳/۶	القرآن الکریم ۱۰۳/۶
۳۹۹	العلق	ل	القرآن الکریم ۱تا۹/۹۶	القرآن الکریم ۱تا۹/۹۶
۳۳۵	الشعراء	ع	۲۲۷/۲۷	۲۲۷/۲۶
۳۳۸	الجن	ع	۲۷/۷۲	۲۶/۷۲، ۲۷
۳۵۳	الانعام	ل	القرآن الکریم ۳۳/۳۱	القرآن الکریم ۹۱/۶
۴۷۳	الجن	ع	القرآن الکریم ۱۰۲/۷۲	القرآن الکریم ۲۶/۷۲، ۲۷
۴۸۷	یوسف	ل	القرآن الکریم ۱۱۱/۱۲	القرآن الکریم ۱۱۱/۱۲
۵۰۷	الشعراء	ل	القرآن الکریم ۲۲۷/۲۷	القرآن الکریم ۲۲۷/۲۶
۵۱۳	الشرح	ل	القرآن الکریم ۱۹۳/۱	القرآن الکریم ۱/۹۳
۵۷۳	الاسراء	ل	القرآن الکریم ۷۹/۱۷	القرآن الکریم ۷۹/۱۷
۷۳۹	ھود	ع	القرآن الکریم ۱۹/۱۱	القرآن الکریم ۳۶/۱۱
۷۳۹	الشعراء	ع	۸/۲۶	۹۸/۲۶

آیات اور حواشی:

اس جلد میں کچھ آیات ایسی بھی ہیں کہ جن کا عربی متن تو صاحب فتاویٰ نے بعض وجوہ کی بنا پر نقل نہیں کیا لیکن ان کا مفہوم ذکر کیا ہے۔ اسی لیے محشی نے ان مفاہیم سے متعلقہ آیات کا بھی حاشیے میں حوالہ دیا ہے۔ یہ ایک اچھی بات ہے کیونکہ رضویات کے ایک محقق کو اعلیٰ حضرت کی فکر کو دیکھنے میں یہ حاشیے بھی مدد کرتے ہیں۔ اس قسم کی آیات کا ذکر حواشی میں صفحات ۳۶۰، ۲۷۶ اور ۲۳۶ پر ہے۔ ہم نے جلد ۲۹ کی قرآنی آیات کی جو فہرست تیار کی ہے اس میں ایسی آیات کو شامل نہیں کیا گیا۔

ایک روایت پر توجہ کی ضرورت:

جلد ۲۹ کے صفحہ نمبر ۱۱۲ پر حضرت ام المومنین ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے ایک روایت نقل کی گئی ہے جس کے الفاظ یہ ہیں: الاستواء معلوم والکیف مجهول والایمان به واجب والسؤال عنه بدعة ۔ حالانکہ ان الفاظ اور اس ترتیب الفاظ سے یہ روایت امام مالک بن انس رضی اللہ عنہ کی ہے جسے امام ترمذی نے الشمائل المحمدیه میں درج کیا ہے۔ ہاں حضرت ام المومنین ام سلمہ سے اسی موضوع کی ایک روایت ضرور موجود ہے لیکن اس کے الفاظ اور ترتیب الفاظ مختلف ہیں۔ حتی کہ فتح الباری "کتاب التوحید باب وکان عرشه علی الماء" جس کا حوالہ دے کر محشی نے تاثر دیا ہے کہ حضرت ام المومنین ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے یہ روایت فتح الباری شرح البخاری میں ہے، درست معلوم نہیں ہوتا کیونکہ وہاں بھی اس روایت کے الفاظ اور ترتیب الفاظ ایسی نہیں جیسی فتاویٰ میں ملتی ہے۔ اس سے پہلے محشی نے امام جلال الدین سیوطی رحمہ اللہ کی تفسیر الدر المنثور تحت ۲۰/۵ کا حوالہ دیا ہے۔ اس کے مطالعے سے پتا چلا کہ وہاں یہ الفاظ ہیں: قالت: الکیف غیر معقول، والاستواء غیر مجهول، والاقرار به ایمان، والجحود به کفر۔ جو کہ فتاویٰ میں منقول الفاظ سے مختلف ہیں۔

خلاصۂ کلام یہ کہ راوی کا نام حضرت ام المومنین ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا بتایا گیا ہے لیکن منقولہ الفاظ حضرت امام مالک بن انس کے ہیں۔ اور جو الفاظ حضرت ام المومنین ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے ہیں معلوم نہیں انہیں کیوں یہاں کیوں نقل نہیں کیا گیا؟ علما کی خدمت میں مجھ جیسے ایک ادنیٰ طالب علم کا یہ ایک سوال ہے اور ان سے تسلی بخش جواب کی امید ہے۔

غیر موجود حوالے:

فتاویٰ کی اس جلد ۲۹ کے مطالعے سے یہ بات بھی سامنے آئی ہے کہ تخریج کرنے والے معزز علما نے بعض جگہوں پر متن میں حاشیے کی طرف اشارہ کرنے والے نمبر ڈالے ہیں لیکن حاشیے میں کوئی عبارت کوئی حوالہ نہیں ہے۔ مثلاً صفحہ نمبر ۳۶۲ پر الا ما شاء ربک پر ۳ جبکہ ما دامت السموٰت والارض پر ۴ تو لکھا ہے لیکن حاشیے میں کچھ نہیں۔ میرا خیال ہے کہ ۳ کے لیے حاشیہ میں القرآن الکریم ۱۱/۱۰۷، اور ۴

کے لیے حاشیہ میں "القرآن الکریم ۱۱/۱۰۸" لکھنا چاہیے تھا۔

حاشیہ کے نمبر میں غلطی:

اس جلد میں اخطاء کی ایک قسم یہ بھی ہے کہ حاشیہ میں نمبروں کو ترتیب وار درج نہیں کیا گیا۔ مثلاً صفحہ ۳۳۳ کے حاشیہ میں ایک بار ۲ لکھنے کے بعد دوبارہ ۲ لکھ دیا گیا ہے جبکہ اس کی بجائے ۳ لکھنا چاہیے تھا۔

قرآنی عبارات میں غلطیوں کی ایک منفرد قسم:

صفحہ ۴۹۰ سطر ۲ پر دو قرآنی آیات کے بعض حصوں کو یوں لکھا گیا ہے: فان لم تفعلوا ولن تفعلوا فاعلموا ان اللہ لا یھدی کید الخائنین۔ محشی نے ولن تفعلوا پر نمبر ۱ ڈال کر حاشیہ میں لکھا: "القرآن الکریم ۲/۲۴" اور الخائنین پر نمبر ۲ لکھ کر حاشیہ میں لکھا: "۱۲/۵۲"۔ یہ تو درست ہے لیکن لفظ "فاعلموا" نہ تو سورۃ البقرۃ ۲/۲۴ میں اور نہ ہی سورۃ یوسف ۱۲/۵۲ میں ہے۔ اس کا کیا حل ہے؟ علماء سے رہنمائی کی استدعا ہے۔

خالی حاشیہ:

اس جلد کے حواشی میں ایک اور نقص کی طرف اشارہ وہ نمبر بھی کرتے ہیں جن کے آگے کچھ نہیں لکھا۔ مثلاً صفحہ ۶۸۵ کے حاشیہ نمبر ۱ کے آگے کچھ نہیں لکھا بلکہ جگہ خالی چھوڑ دی گئی ہے۔ میری تلاش سے یہ معلوم ہوا کہ جس عربی عبارت پر یہ نمبر ۱ لگایا گیا ہے وہ واحدی نیشاپوری کی کتاب "اسباب النزول" سورۃ التوبہ آیت ۱۱۳ کے تحت صفحہ نمبر ۱۷۷ پر موجود ہے۔ (بحوالہ مکتبہ الشاملہ اصدار ثانی)

اخطاء کی ایک اور قسم:

اخطاء کی ایک قسم یہ بھی ہے کہ ایک ہی لفظ کو مختلف جگہوں پر مختلف حروف سے لکھا گیا ہے۔ مثلاً صفحہ ۱۷۷ اور ۲۷۸ پر علامہ حلبی کی ایک کتاب کا نام "حاشیہ شرح الجزریہ" لکھا گیا ہے مگر صفحہ ۲۷۰ پر اسے "شرح جزریہ" لکھا گیا ہے۔ اہل علم اس سلسلے میں بھی رہنمائی فرمائیں گے۔

اظہار تشکر:

جلد ۳۰ اور ۲۹ دونوں کی فہرست سازی اور اخطاء کی نشاندہی کا بنیادی کام اور ابتدائی کمپوزنگ دارالعلوم حنفیہ ضیاء القرآن اسلام آباد میں میرے مدرس ساتھی مولانا احسان الحق قریشی اور عزیز طلبہ کاشف محمود قریشی متعلم درجہ ثالثہ، محمد عباس چوہدری متعلم درجہ ثانیہ اور محمد فیصل متعلم درجہ ثانیہ نے کیا۔ میں اللہ کی بارگاہ میں ان کے علم و عمل میں برکتوں کی دعا کرتا ہوں۔ اللہ تعالیٰ انھیں اپنے دین کی خدمت کے لیے منتخب فرمائے۔ آمین

وما علینا الا البلاغ، واللہ اعلم بالصواب

فتاویٰ رضویہ جلد ۲۸ کا ایک سرسری مطالعہ: چند اصلاح طلب پہلو

اس تحریر میں جلد نمبر ۲۸ (طبع رضا فاؤنڈیشن لاہور، جنوری ۲۰۰۵ء) میں وارد قرآنی آیات میں

اصلاح طلب چند الفاظ اور اغلاط کی نشاندہی کی جارہی ہے جو قرآنی آیات کے متن اور حواشی میں دیے گئے حوالوں میں پائی گئی ہیں۔ امید ہے رضویات کے میدان میں مختلف فتاویٰ سے استفادہ کرتے وقت اور اس کی آیندہ اشاعت کا اہتمام کرنے والے علما اپنی اپنی ضرورت کے مطابق اس تحریر سے مستفید ہوں گے۔ صفحۂ ذیل میں پہلے ان عبارات اور مقامات کا ذکر کیا جاتا ہے جہاں اصلاحات کی بہت زیادہ ضرورت ہے۔

قرآنی عبارات میں اغلاط:

صفحہ	سطر	غلط	درست
۱۴۳	۸	فاذا فریق منهم یخشون الناس	واذا فریق منهم یخشون الناس
۱۸۳	۱۷	وما بصاحبکم من جنة	ما بصاحبکم من جنة
۱۸۵	۱۱	قرناه فزینو لهم	قرناء فزینوا لهم
۱۸۶	۱۵	بین یدی نجوکم صدقة	بین یدی نجوکم صدقٰت
۲۰۱	۱۹	معروضون	معرضون
۲۱۰	۲	طاعة فاذا برزوا من	طاعة فاذا برزوا من
۲۱۲	۱۲	ان الذین عند ربک	فالذین عند ربک
۳۷۱	۷	فان لم یاتوا بالشهداء	فاذ لم یاتوا بالشهداء
۴۰۰	۸	وما تشاؤن الا ان یشاء الله رب العلمین	وما تشاءُون الا ان یشاء الله رب العلمین
۳۹۲	۲۳	وله الحمد فی	له الحمد فی
۵۹۸	۳۳	حسیسها وهم فیما اشتهت انفسهم	حسیسها وهم فی ما اشتهت انفسهم

قرآنی آیات کے حوالوں میں اغلاط:

جیسا کہ اس سے سابقہ مضامین میں فتاویٰ رضویہ جلد ۲۹ اور ۳۰ کے بارے میں عرض کیا گیا تھا کہ اس میں بعض اغلاط کا تعلق سورتوں کے نمبر سے ہے اور بعض غلطیاں آیات کے نمبروں سے متعلق ہیں، یہی حال جلد ۲۸ میں وارد آیات قرآنی کا ہے۔ اس جلد کی وہ آیات جن کے مسائل یہی ہیں انھیں درج ذیل جدول سے ملاحظہ فرمائیں۔

صفحہ نمبر	سورۃ	حاشیہ نمبر	حاشیے میں غلط حوالہ	درست حوالہ
۵۲	الانعام	۲	القرآن الحکیم ۶/۹۳	القرآن الحکیم ۶/۱۶۴
۱۵۶	المطففین	۱	القرآن الکریم ۸۳/۲۶،۲۷	القرآن الکریم ۸۳/۲۶،۲۷

۴۰۰	المطففین	ع	القرآن الکریم ۱۳/۸۱	القرآن الکریم ۱۳/۸۳
۵۰۱	ص	ط	القرآن الکریم ۶۶/۳۸	القرآن الکریم ۷۶/۳۸
۵۶۷	المعارج	ع	القرآن الکریم ۵۵/۵۳	القرآن الکریم ۱۶,۱۵/۷۰
۵۸۸	اللیل	ط	القرآن الکریم ۱۶/۹۲	القرآن الکریم ۱۶,۱۵/۹۲
۵۹۶	ھود	ع	۱۱۵/۱۱	۱۱۴/۱۱
۵۹۶	النجم	ع	۳۲/۵۱	۳۲/۵۳
۶۱۸	الحجرات	ط	القرآن الکریم ۱۳/۴۹	القرآن الکریم ۱۳/۴۹

ایک سہو کی اصلاح:

اس جلد ۲۸ کے صفحہ ۱۰۱ پر حاشیہ میں دو حوالے دیے گئے ہیں لیکن متن میں حاشیہ نمبر ۱ کی طرف اشارہ کرنے والا نمبر نہیں ڈالا گیا۔ اسے غالباً سطر نمبر ۱۴ کے آخری لفظ "القمر" پر لکھنا چاہیے۔

ھذا ما عندی واللہ اعلم بالصواب

فتاویٰ رضویہ جلد ۲۷ کا ایک سرسری مطالعہ: چند اصلاح طلب پہلو

اس تحریر میں فتاویٰ رضویہ کی جلد نمبر ۲۷ (طبع رضا فاؤنڈیشن، لاہور، اگست ۲۰۰۴ء) میں وارد قرآنی آیات، عربی عبارات، ترجمہ، حواشی وغیرہ میں اصلاح طلب **صرف چند** اغلاط اور اخطاء کی نشاندہی کی گئی ہے۔ امید ہے اس کاوش سے رضویات کے میدان میں کام کرنے والے محققین، فتاویٰ سے استفادہ کرنے والے مفتی صاحبان اور اس کی آئندہ اشاعت کا اہتمام کرنے والے علما کرام اپنی اپنی ضرورت کے مطابق مستفید ہوں گے۔

درج ذیل میں پہلے ان قرآنی عبارات اور فتاویٰ میں ان کے مقامات کا ذکر کیا جاتا ہے جہاں اصلاحات کی بہت زیادہ ضرورت ہے۔

قرآنی عبارات میں اخطاء:

صفحہ	سطر	غلط	درست
۱۳۶	۲۰	اَن الحُکمُ	اِن الحُکمُ
۱۷۱	۲۲	امرٌ من عندنا [یعنی امر پر دو پیش کے ساتھ]	قرآن میں امراً من عندنا ہے۔
۲۱۱	۱۰	ولکم فیھا مستقر ومتاع الی حین	ولکم فی الارض مستقر ومتاع الی حین
۵۰۶	۱۶	وھو معکم اینما کنتم	وھو معکم این ما کنتم
۵۰۸	۱۳	او اللہ یقدر الیل	و اللہ یقدر الیل

۵۷۱	۸	لو فلکم کیف بینہا وبینہا	لوفہم کیف بینہا وبیّنہا
۶۳۳	۹	الحمد للّٰہ الذی ھدنا ھذا	الحمد للّٰہ الذی ھدنا لھذا
۶۶۳	۱۷	علیکم حفظہ	علیکم حفظة

قرآنی آیات کے حوالوں میں اغلاط:

فتاویٰ رضویہ کی جلد نمبر ۳۰، ۲۹ اور ۲۸ کی طرح جلد ۲۷ میں بھی قرآنی آیات کے حوالوں میں اغلاط موجود ہیں۔ لیکن یہ بات قابل ذکر ہے کہ اس جلد میں اس نوعیت کی فروگزاشتیں اجمالی کم ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ صرف دو مقامات پر اصلاح کی ضرورت ہے۔

صفحہ نمبر	سورۃ	حاشیہ نمبر	حاشیے میں غلط حوالہ	درست حوالہ
۲۸۵	یوسف	۱	القرآن الکریم ۳۳/۴۰	القرآن الکریم ۱۲/۲۳
۳۰۹	المومنون	۳	۸۹/۳	۸۹/۲۳

متنوع فروگذاشتیں:

۱۔ اس جلد ۲۷ کے صفحہ ۳۳، سطر ۹ میں "فی الزمان" کی تکرار ہے یعنی اسے دو بار لکھ دیا گیا ہے جبکہ ایک بار لکھنا چاہیے۔ ہاں اس عربی عبارت کے اردو ترجمہ میں تکرار کی غلطی نہیں ہے۔

۲۔ صفحہ ۲۷ پر سطر ۵ ایک عربی شعر ہے۔ اس کا پہلا مصرعہ ہے: "ما اذا اعطتک یا مغرور فی الخطر"۔ اس کا ترجمہ کیا گیا ہے: "اے مغرور! تجھے کس شے نے خطرے میں ڈالا"۔ اگر یہ ترجمہ درست ہے تو عربی عبارت "ما اذا اعطتک" نہیں ہونی چاہیے لیکن اگر عربی عبارت درست ہے تو پھر ترجمہ اصلاح طلب ہے۔

۳۔ صفحہ ۵۷۱، سطر ۱۹ میں سورۃ القصص کی آیت ۳۲ کے کچھ کلمات نقل کیے گئے ہیں اور حاشیے میں ان کا حوالہ "۱ القرآن الکریم ۲۸/۳۲" دیا گیا ہے۔ یہ حوالہ تو درست ہے مگر اس کی طرف اشارہ کرنے کے لیے ان کلمات پر نمبر نہیں ڈالا گیا۔ اسی طرح صفحہ ۵۱۹ پر ایک حاشیہ یوں ہے: "۱ شرح ہدایت الحکمت فصل فی الزمان، مطبع مجتبائی دہلی، ص ۲۲۸ و ۲۲۹"۔ یہ کس عبارت کے لیے ہے؟ پورے صفحے پر کہیں کوئی اشارہ نہیں ملتا۔

۴۔ صفحہ نمبر ۶۱۹ کے نمبر کو الٹا لکھ دیا گیا ہے۔ اسے سیدھا لکھنے کی ضرورت ہے۔

خالی حواشی:

۱۔ صفحہ ۹۱ پر ایک عربی عبارت کے یہ الفاظ پائے جاتے ہیں: "من الغنی فی کل ما استغنی فھو مجنون ۱"۔ مگر اس کے حاشیے میں صرف نمبر ۱ ڈالا گیا ہے اور اس کے آگے کسی کتاب وغیرہ کا کوئی حوالہ نہیں لکھا گیا۔ شاید تخریج کے وقت ذمہ دار علما کو حوالہ نہیں ملا ہوگا۔ میں نے جب المکتبة الشاملة کی

۱۸۰۰ کتب میں کمپیوٹر کے ذریعے تلاش کی کوشش کی تو معلوم ہوا کہ یہ عبارت ابن بطہ کی "الإبانة الكبرى" کے باب "سلوني عما شئتم" جز نمبر ۱ میں اور طبرانی کی "المعجم الكبير" جز ۸، باب ۲ میں پائی جاتی ہے۔

۲۔ صفحہ ۱۶۶ سطر ۶ اخطل کا ایک شعر ہے۔ اس پر مصدر/مرجع کی طرف اشارہ کرنے کے لیے نمبر ڈالا گیا ہے لیکن نیچے حاشیے میں کسی مصدر/مرجع کا ذکر نہیں ہے۔ المكتبة الشاملة میں کمپیوٹر کے ذریعے تلاش کیا گیا تو معلوم ہوا کہ یہ شعر جاحظ کی مشہور کتاب "البيان والتبيين" وشاء کی کتاب "الموشى" اور مجی کی کتاب "اللمحة الرمحاقة" میں پایا جاتا ہے۔

غلط اعراب:

صفحہ ۱۲۹، سطر ۱۲ میں ایک لفظ "هَبَنَّقَة" ملتا ہے۔ اس کا تلفظ بتانے کے لیے اس پر جو اعراب ڈالے گئے ہیں وہ درست نہیں۔ یہ لفظ "هَبَنْقَة" ہے یعنی نون پر شد اور زبر کے ساتھ [دیکھیے: مشہور نحوی خلیل بن احمد کی کتاب العين؛ فیروز آبادی کی القاموس المحيط؛ علامہ ابن منظور کی لسان العرب؛ زبیدی کی تاج العروس من جواهر القاموس وغیرہ]۔ یہ یزید بن ثروان قیسی کا لقب ہے۔ یہ لفظ انتہائی احمق شخص کے لیے بولا جاتا ہے۔ ثعالبی نے اپنی کتاب "ثمار القلوب في المضاف والمنسوب" میں اس کی حماقت کے کئی قصے بیان کیے ہیں۔ اس کا ذکر ابن جوزی نے اپنی کتاب "أخبار الحمقى والمغفلين" میں اور ابن عبد البر نے اپنی کتاب "بهجة المجالس" کے باب "المال حمداً وذماً" میں بھی کیا ہے۔

کہا جاتا ہے کہ ایک بار اس نے گھونگے، ہڈیاں اور ٹھیکریاں جمع کیں اور ان کا ہار بنا کر گلے میں لٹکا لیا۔ جب پوچھا گیا کہ تو نے ایسا کیوں کیا ہے؟ تو اس نے جواب دیا: "تا کہ میں گم نہ ہو جاؤں"۔ ایک رات اس کے بھائی نے وہ ہار چپکے سے اس کے گلے سے اتار کر اپنے گلے میں ڈال لیا۔ یزید بن ثروان المعروف هبنقة جب صبح کو بیدار ہوا اور اپنے ہار کو اپنے بھائی کے گلے میں دیکھا تو پوچھا: أخي أنت أنا فمن أنا؟ بھائی تُو تو میں ہوں مگر میں کون ہوں؟ اسی سے وہ احمق مشہور ہو گیا۔ اور بھی کئی قصے ہیں لیکن قارئین کی ضیافت کے لیے صرف اسی ایک واقعہ پر اکتفا کیا جاتا ہے۔

مقامع الحديد على خد المنطق الجديد (۱۳۰۴ھ):

اس جلد ۲۷ میں اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ کا ایک رسالہ "مقامع الحديد على خد المنطق الجديد" پایا جاتا ہے۔ درج ذیل جدول میں اس کے دو مختلف نسخوں کے باہمی موازنے کے نتیجے میں سامنے آنے والے مختلف الانواع فروق، اغلاط اور اسقاط کی فہرست بھی شامل ہیں۔ محققین اور ناشرین کے استفادے کے لیے دی جا رہی ہے۔ تا کہ صحیح متن سامنے لانے کے لیے سب اپنا اپنا حصہ ڈال سکیں۔

ان دو نسخوں میں سے دائیں جانب دی گئی عبارات اور کلمات فتاویٰ رضویہ کی جلد ۲۷ (از صفحہ ۱۰۵ تا ۱۴۳) کی ہیں۔ جبکہ بائیں طرف دیے گئے کلمات اور عبارات اس نسخے کے ہیں جسے جناب محمد سعید نوری صاحب نے رضا اکیڈمی بمبئی کی طرف سے سلسلۂ اشاعت نمبر ۳۷۶ کے تحت رمضان المبارک ۱۴۱۸ھ میں (مشتمل بر ۴۳ صفحات) شائع کیا تھا۔ تصحیح کے کام کو آسان بنانے کی خاطر پہلے اور آخری کالم میں ان کے صفحے اور سطر نمبر بھی پیش کیے جا رہے ہیں۔

ان اختلافات کے سلسلے میں میری فہم کے مطابق بعض جگہ فتاویٰ رضویہ جلد ۲۷ کی عبارات درست ہیں لیکن بعض جگہ رضا اکیڈمی کے طبع شدہ نسخے کی عبارات درست ہیں۔ مگر میں ان چھوٹے بڑے سب اختلافات کو ختم کرنے کا آخری اور حتمی فیصلہ رضویات کے شعبہ سے متعلق اکابر محققین اور فاضل علما کے حوالے کرتا ہوں۔

صفحہ/سطر	نسخہ مطبوعہ رضا فاؤنڈیشن	نسخہ مطبوعہ رضا اکیڈمی بمبئی	صفحہ/سطر
۶/۱۰۷	المعمول	المعقول	۱۵/۱۰
۶/۱۰۷	ام ملتقطا	ام ملتقا	۱۵/۱۰
۷/۱۰۸	مسبوق بالعدم	مسبوق بمادۃ	۵/۱۱
۱۲/۱۱۲	تعالیٰ علیہ وسلم	تعالیٰ وسلم	۱۷/۱۳
۸/۱۱۳	لو کیفما ما شاء	لو کیفما شاء	۳/۱۵
۲۲/۱۱۳	مردے کو زندے سے اور کون تدبیر	مردے کو زندے سے، مومن سے کافر، انسان سے نطفہ پیدا کرے سے الا اللہ کون تدبیر	۷/۱۵
۱۳/۱۱۶	ہمارے رب تعالیٰ	ہمارے رب تبارک وتعالیٰ	۱/۱۷
۲۲/۱۱۷	بعض وہ جن کے لیے	بعض وہ ہیں جن کے لیے	۱۵/۱۷
۱۰/۱۱۹	أبْرُ الحجر	ابر الحجر	۱/۱۹
۷/۱۲۳	انی اخلق لکم من الطین	انا اخلق من الطین	۲۰/۲۱
۲۲/۱۲۵	بہ بالکفر	بہ من الکفر	۱۲/۲۲
۶/۱۲۷	رہا سہا بھرم	رہا سہا سب بھرم	۷/۲۳
۹/۱۲۸	قتل کردہ	قتل کرو	۲۲/۲۳
۱۷/۱۳۱	الاّ واحد	الاّ ھو واحد	۲/۲۶
۲/۱۳۲	تقطع بکفر	یقطع بکفر	۶/۲۶

۱۳/۱۳۳	من خرج ببدعته	من خرج ببدعة	۵/۲۶
۲/۱۳۹	كانوا معصبتين	كانوا معصبين	۲۱/۲۷
۳/۱۴۰	سبحٰن الله وتعالىٰ	سبحٰنه وتعالىٰ	۲۳/۳۰
۶/۱۴۲	ونحن قد بينا	وانا قد بينا	۲/۳۲
۱/۱۴۳	او جهل او عبث	او جهل او عيب	۱۲/۳۲
۱۰/۱۴۴	تسال الله	تسال الله	۱۱/۳۳
۱۷/۱۴۷	وانه اهلک عادا الاولىٰ	و اهلک عاد الاولىٰ	۳/۳۶
۳/۱۴۹	تزلزلِ الٰہی نہ ہوئے	تزلزلِ الٰہی نہ ہوئے گی	۳/۳۷
۱۳/۱۴۹	فمضمن مقالاتهم	فمضمن مقالهم	۱۱/۳۷
۱۹/۱۵۳	دائرہ زمان سے باہر قدم	دائرہ زمان سے قدم باہر	۲۱/۳۹
۹/۱۵۶	ولا تفكروا في الله	ولا تفكروا في كل شيء ولا تفكروا في ذات الله	۱۱/۴۱
۲_۱۰/۱۵۶	واخرج ابو الشيخ في العظمة عن ابن عباس تفكروا في كل شيء، ولا تفكروا في ذات الله،	پوری عبارت غائب	۱۲/۴۱
۱۳/۱۵۷	نكفر من دان بغير ملة المسلمين من الملل	يكفر من لم يكفر من دان بغير ملة الاسلام،	۲/۴۲
۱۵/۱۵۷	وان اظهر مع ذلك الاسلام واعتقده ابطال	وان اظهر الاسلام واعتقده واعتقد ابطال	۳/۴۲
۱/۱۶۱	ما عظم الله	ما عظم الله تعالىٰ	۵/۴۳
۱۵/۱۶۱	حاجت ہو	حاجت ہوئی	۱۳/۴۳
۲۰/۱۶۳	انه كان يعلم الصحابة منه الشقاشق	انه كان يعلم الشقاشق	۱۵/۴۶
۱۶/۱۶۵	اس کے اطلاق پر ایہام نقص	اس کے اطلاق میں ایہام نقص	۱/۴۷
۱۸/۱۶۹	عبد للرشید	عبدالرشید	۴/۴۹
۲۰/۱۶۹	و قمع ظلمهم	وقطع ظلمهم	۵/۴۹
۱۷/۱۷۰	اپنے نفس کے لیے نا جائز ہے	اپنے نفس کے لیے نا جائز	۱۵/۴۹

۱۱/۱۷۸	و الذی تحرر له	انّ الذی تحرر له	۳/۵۳
۱۶/۱۷۸	لا یغنی بالتکفیر	لا یُغْنی بالتکفیر	۶/۵۳
۲۲_۲۱/۱۸۱	فقیل : مالم یعقد	فقیل : لا مالم یعقد	۱۷/۵۵
۱۷/۱۸۳	نکل بھی گئی تو یہ بالجزم یقین	نکل بھی گئی تو بیہ تو بالجزم یقین	۱۸/۵۶
۳/۱۸۷	علم قطعی میں بنا گے	علم قطعی میں بنا گے گا	۱۵/۵۹
۲۳/۱۸۸	اپنے حالات پر غور کرو	اپنے حالات غور کرو	۳/۶۱
۹/۱۹۱	اگر دوبارہ کیا تو سیاہی	اگر دوبارہ کیا تو اور سیاہی	۳/۶۳
۱۰/۱۹۲	وما سوی ھو سواس	وَمَا سِوی ذَاکَ وَسْوَاسٌ	۱۵/۶۳

نوٹ: قارئین اور علما کی اطلاع کے لیے عرض ہے کہ یہ فقیر فتاویٰ رضویہ پر کام کسی اور پہلو سے کر رہا ہے۔ اغلاط اور اختلافات کو محققین کی خدمت میں پیش کرنے کا کام ثانوی طور پر ہوتا جا رہا ہے۔ اس لیے یہ نہ سمجھا جائے کہ میں ان مقالات میں ہر قسم کی غلطی کو سامنے لا رہا ہوں۔ ہر جلد کی سیکڑوں قابل اصلاح عبارات میں سے یہ **صرف چند** ہیں۔ فنرز ما ارشدت واللہ اعلم بالصواب

فتاویٰ رضویہ جلد ۲۶ کا ایک سرسری مطالعہ: اصلاح طلب پہلو

زیر نظر تحریر کے ذریعے فتاویٰ رضویہ کی جلد ۲۶ (طبع رضا فاؤنڈیشن، لاہور، مارچ ۲۰۰۳ء) میں وارد قرآنی آیات، عربی عبارات، ترجمہ، حواشی وغیرہ میں اصلاح طلب **صرف چند** اغلاط اور اخطاء کی نشان دہی کی جا رہی ہے۔ امید ہے اس سے رضویات کے میدان میں کام کرنے والے محققین، فتاویٰ سے استفادہ کرنے والے مفتی صاحبان اور اس کی آیندہ اشاعت کا اہتمام کرنے والے علما عظام اور ناشرین کرام اپنی اپنی ضرورت کے مطابق مستفید ہوں گے۔

اس جلد میں مذکور صرف تین قرآنی عبارات میں فروگذاشتیں نظر آئی ہیں۔ مندرج ذیل میں پہلے انہیں ملاحظہ کیجیے۔

قرآنی عبارات میں اخطاء:

صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۲۷۹	۲	فلهن الثمن مما ترکتم بعد	فلهن الثمن مما ترکتم من بعد
۵۳۶	۳	و من یعظم حرمت الله فذلک خیر عند ربه	و من یعظم حرمت الله فهو خیر له عند ربه
۵۶۹	۹	یسبح له السموت السبع والارض	تسبح له السموت السبع والارض

قرآنی آیات کے حوالوں میں اغلاط:

جیسا کہ اس سے سابقہ مضامین میں فتاویٰ رضویہ کی جلد نمبر ۲۰ تا ۲۷ کے بارے میں عرض کیا گیا تھا کہ ان میں بعض اغلاط کا تعلق سورتوں کے نمبر سے ہے اور بعض غلطیاں آیات کے نمبروں سے متعلق ہیں یہی حال جلد ۲۶ میں واردہ آیات قرآنی کا بھی ہے۔ لیکن یہ بات قابل ذکر ہے کہ اس جلد میں اس نوعیت کی فروگزاشتیں جلد ۲۷ کی طرح انتہائی کم ہیں اور صرف دو مقامات پر اصلاح کی ضرورت ہے۔

صفحہ نمبر	سورۃ	حاشیہ نمبر	حاشیے میں غلط حوالہ	درست حوالہ
۴۲۹	التوبہ یا المنافقون	۱	القرآن الکریم ۱۱/۳۶	القرآن الکریم ۹/۳۰ یا ۶۳/۴
۲۰۲	القصص	۱	القرآن الکریم ۲۸/۲۸	القرآن الکریم ۲۸/۸۸

بعض عربی عبارات میں غلطیاں:

بعض عربی عبارات میں کچھ غلطیاں سرسری طور پر دیکھنے سے سامنے آگئیں۔ ان کی تصحیح کے لیے میرے پاس الاتقان کا مکتبہ نزار مصطفیٰ الباز، سعودیہ کا طبعہ ثانیہ ۱۹۹۸ء والا نسخہ تھا اور شرح معانی الآثار کے لیے مکتبہ شاملہ میں کمپیوٹر کے ذریعے دیکھا تھا۔

صفحہ نمبر	سطر	غلط	صحیح	جس کتاب کی عبارت ہے
۴۳۰	۱۵	لیس من امبر الصیام فی السفر	لیس من امبر امصیام فی امسفر	شرح معانی الآثار
۴۳۶	۱۳	واکثر لحنا	واکثر لحنا	الاتقان
۴۳۷	۳	ما تقولون فی هذا القراءة	ما تقولون فی هذه القراءة	الاتقان
۴۳۷	۲۱	لاٰیات سورة علی ما وقفهم	لاٰیات سُوَرِہٖ علی ما وقفهم	الاتقان
۴۳۸	۲	حین قرؤوه بلغاتهم	حتی قرؤوه بلغاتهم	الاتقان
۴۳۸	۸	وان کان قد وسّع فی قراءته	وان کان قد وُسِّعَ قراءته	الاتقان
۴۳۸	۱۱	ذلک انتهت	ذلک قد انتهت	الاتقان

متنوع فروگزاشتیں:

۱۔ صفحہ ۹۲، سطر ۱۵ میں سورۃ الجاثیۃ کی آیت ۲ کے کچھ کلمات نقل کیے گئے ہیں۔ آخری کلمہ "وَلَنْتَهم" پر حاشیے کی طرف اشارہ کرنے والا نمبر ۲ بھی لکھ دیا ہے مگر حاشیے میں حوالہ دیتے وقت صرف "القرآن الکریم ۵۸/۶" لکھا ہے۔ یہاں ۲ لکھنے کی ضرورت ہے۔ دوسری بات اس سلسلے میں یہ ہے کہ مترجم نے ان کلمات

کا ترجمہ "ان کی مائیں نہیں مگر وہ جنہوں نے ان کو جنا" کیا ہے۔ میرا خیال ہے کہ یہ ترجمہ اعلیٰ حضرت کے ترجمے "ان کی مائیں تو وہی ہیں جن سے وہ پیدا ہیں۔" (کنز الایمان) سے بہتر نہیں ہے۔

۵۔ صفحہ ۲۹۱ پر حاشیہ میں منقول کردہ کتابوں (الرسالۃ القشیریۃ اور الحدیقۃ الندیۃ) کا حوالہ دیا گیا ہے۔ یہ حوالہ کس عبارت کے لیے ہے؟ پورے صفحے پر کوئی نشان نہیں ڈالا گیا۔

۶۔ صفحہ ۳۲۸، سطر ۱۵ میں ایک حدیث کے الفاظ کو یوں لکھا گیا ہے: من استعجل الخطاء۔ اس آخری لفظ کو "اخطا" لکھنا چاہیے جو کہ فعل ہے۔ اسے اگر "الخطاء" لکھیں گے تو یہ فعل نہیں ہوگا بلکہ خطا کی جمع ہوگی۔ حدیث میں فعل آیا ہے نہ کہ خطا کی جمع۔

۷۔ صفحہ ۴۷۱، سطر ۱۰ میں "یعلم ما بین ایدیھم وما خلفھم" لکھ کر اس کے اوپر ۲ لکھا گیا مگر حاشیہ میں اس کے لیے کچھ نہیں لکھا گیا۔

الصمصام علی مشکک فی آیۃ علوم الأرحام (۱۳۱۵ھ):

جلد ۲۶ میں اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ کا ایک رسالہ "الصمصام علی مشکک فی آیۃ علوم الارحام" بھی شامل کیا گیا ہے۔ یہ وہ رسالہ ہے جو محترم ریاض شاہد نے اوکاڑہ سے (مکتوب السعد ستمبر ۲۰۰۵ء میں) مجھے بھیجا تھا تاکہ میں اس کا انگریزی ترجمہ کر دوں۔ یہ وہ نسخہ تھا جو حضرت علامہ شاہ تراب الحق قادری مدظلہ کے اہتمام سے بزم قمر ومل کراچی نے جمادی الآخر ۱۴۱۰ھ مطابق جنوری ۱۹۹۰ء میں جبکہ رضا اکیڈمی بمبئی نے ۲۵ رمضان المبارک ۱۴۱۸ھ کو اشاعت سے شائع کیا تھا۔ اور یہی وہ رسالہ ہے جس کے مطالعے کے بعد اس عاجز کا تعلق فتاویٰ رضویہ سے بڑھتا گیا۔

جب اس مرسلہ رسالے کا مطالعہ کیا تو کئی اغلاط وغیرہ نے فہم مطالب میں مشکل پیدا کر دی۔ اس رسالے کے کسی دوسرے نسخے کی تلاش کی تو ساجد صاحب نے بتایا کہ اسے جلد نمبر ۲۶ میں دیکھ لوں۔ اسے ملاحظہ کیا تو اغلاط و اسقاط کی کچھ اور شکلیں سامنے آگئیں۔ صرف انہیں سے کے اس رسالے میں اغلاط کو ابتدائی مرحلے میں جب مرتب کیا تو یہ تقریباً (۱۳۰) کے عدد کو پہنچ گئیں۔

اہل سنت کی صحیح دینی تربیت کے لیے درد دل رکھنے والے مفکرین اور ناشرین کی توجہ حاصل کرنے کے لیے ان اغلاط کو درج ذیل میں پیش کیا جاتا ہے۔ فہرست کے پہلے کالم میں دیا گیا صفحہ نمبر فتاویٰ رضویہ کی جلد ۲۶ کے مطابق ہے۔ دوسرے کالم میں سطر کا نمبر بھی اسی جلد کے مطابق ہے۔ تیسرے کالم میں اسی جلد کے کلمات ہیں جبکہ آخری کالم میں نسخہ مطبوعہ کراچی کے اختلافی کلمات کو درج کیا گیا ہے۔

صفحہ نمبر	سطر	کلمات وعبارات بمطابق فتاویٰ رضویہ جلد ۲۶	بمطابق نسخہ کراچی
۳۷۷	۹	...دست بستہ تسلیم اس کے بعد	دست بستہ تسلیم رسانی کے بعد

۳۶۷	۱۱	مسئلہ یہ ہے کہ اللہ پاک قرآن میں فرماتا ہے	ایک پادری کا کہنا ہے کہ قرآن میں ہے
۳۶۷	۱۲	حالانکہ ایک آر نکالا ہے	حالانکہ ہم نے ایک آر نکالا ہے
۳۶۷	۱۳	عطاء	عطا
۳۶۸	۱۱	العبرۃ	العبارۃ
۳۶۹	۲	نہاں دہیاں	نہاں ہودہیاں
۳۶۹	۱۱	اور کوئی ہی نہیں جانتا	اور کوئی بھی نہیں جانتا
۳۶۹	۱۳	بیشک اللہ ہی جاننے والا خبردار	بیشک اللہ ہی ہے جاننے والا خبردار
۳۶۹	۱۶	پھر کیا تمہیں جوڑے جوڑے اور	پھر کیا تمہیں جوڑے اور
۳۶۹	۱۷	الا یعلمہ	الا یعلمہ
۳۶۹	۱۹	مگر یہ سب لکھا ہے	مگر سب لکھا ہے
۳۶۹	۲۲	اللہ ہی کی طرف پھرا جاتا ہے	اللہ ہی کی طرف پھیرا جاتا ہے
۳۷۰	۵	الا الشاء	الا انشأ
۳۷۰	۱۰	پیٹ رہے وقت	پیٹ میں رہے وقت
۳۷۰	۱۵	سینے پیچھے ہیں	سیکھے پیچھے ہیں
۳۷۰	۱۶	نہ تخصیص ذکورت والوت کا ذکر	نہ تخصیص ذکورۃ وانوثت کا ذکر
۳۷۰	۱۷	کثرت	کثرت
۳۷۰	۱۸_۱۹	کسی طرح تدبر سے اتنا معلوم نہیں کرسکتا	کسی طرح کی تدبیر سے اتنا نہیں معلوم کرسکتا
۳۷۰	۱۹	فرمایا مجھ نشان دو	فرمایا تو نشان دو
۳۷۰	۲۰_۲۱	بعض حمل طویل وبجز مدیہ بعض	بعد حمل طویل اور بجز مدت کے بعض
۳۷۰	۲۱	فانی وزائل وبے حقیقت	فانی وزائل وبے اصل وبے حقیقت
۳۷۰	۲۲	وہ بھی اسی بارگاہ	وہ بھی بارگاہ
۳۷۱	۳	اللہ جانتا ہے	جانتا ہے
۳۷۱	۷	سر بفلک کشیدہ	سر بفلک کشیدہ
۳۷۱	۸	ایک نہایت قلیل وذلیل	ایک نہایت قلیل رذیل
۳۷۱	۹	اللہ جانتا ہے	اللہ تعالیٰ جانتا ہے
۳۷۱	۱۱	جو کچھ گزرا اور جو کچھ ان کے پیچھے ہے	جو کچھ آنے والا اور جو کچھ گزرا

۲۷۱	۱۲	عاقل منصف	عاقل منصف
۲۷۱	۱۷	کسی علم کی حضرت عزت عزوجل سے تخصیص	کسی علم کی حضرت عزوجل سے تخصیص
۲۷۱	۲۰	کسی آلۂ جارحہ	کسی آلہ وجارحہ
۲۷۱	۲۲	علم کا وجوب کہ بھی کسی طرح	علم کا وجوب کہ کسی طرح
۲۷۱	۲۳	علم کا اثبات	علم کا ثبات
۲۷۲	۱	علم کا اقصیٰ غایات کمالات	علم کا اقصیٰ غایت کمال
۲۷۲	۷	ان وجوہ ستہ کا جامع ہو	ان وجوہ ستہ کا ہو
۲۷۲	۱۵	تنقیص حقیقیہ	تنقیص حقیقیہ
۲۷۲	۱۷	یا تغیر ہو	یا یا تغیر ہو
۲۷۲	۱۹	حضرت عزت عزت عظمہ	حضرت عزت عظمہ
۲۷۲	۲۲	علوم عظیمہ عطا فرمائے	علوم عظیمہ عنایت فرمائے
۲۷۳	۳	اپنی اپنی نماز و تسبیح	اپنی نماز و تسبیح
۲۷۴	۱۰-۱۱	یہ سب نامتناہی نامتناہی نامتناہی علوم	یہ سب نامتناہی نامتناہی علوم
۲۷۴	۲۰	ما نحن فیہ میں مولا سبحانہ وتعالیٰ	ما نحن فیہ مولیٰ سبحانہ وتعالیٰ
۲۷۵	۲-۳	ظاہر اسکی صورت میسر نہیں	ظاہر اسکی صورت کلی
۲۷۵	۳	کہ جنین رحم میں	کہ جنھیں رحم میں
۲۷۵	۴	بعد علوق فم رحم	بعد میں علوق فم رحم
۲۷۵	۵	جنین محبوس	جنیں محبوس
۲۷۵	۵-۶	بلکہ خود اس پر	بلکہ اس پر
۲۷۵	۶	ایک غشائے رقیق ملاقی جسم جنین	ایک غشائے رقیق ملاقی جسم جنیں
۲۷۵	۷-۸	بول جمع رہتا ہے	بول جمع رہتا ہے
۲۷۵	۸-۹	اسکی حالتوں میں بدن	اسکی حالت میں بدن
۲۷۵	۱۲	جنین کا بیشتر جنبش	جنیں کی بیشتر جنبش
۲۷۵	۱۳	حجم میں افزائش	حجم میں افزائش
۲۷۵	۱۴	چشم کبود میں زرداند	چشم کبود میں زرداند
۲۷۵	۱۶	صبح علی ابرق حمول	صبح علی الرہق حمول

۴۷۵	۱۷	شیریں ہوا یا تلخ	شیریں ہو یا تلخ
۴۷۵	۲۱	بذریعہ قواسر پانچوں حجابوں	بذریعہ قواسر پانچواں حجابوں
۴۷۶	۵	اور طلوع مرئی کر دی	اور طلوع حقیقی سے طلوع مرئی کر دی
۴۷۶	۶	وقوع حجاب میں کچھ دیر تک	وقوع حجاب بھی کچھ دیر تک
۴۷۶	۷	فقیر غفر اللہ تعالیٰ لہ نے	فقیر غفر اللہ تعالیٰ نے
۴۷۶	۷	سوامرات رجیہ	سوامرات زجیہ
۴۷۶	۹	حاجت	حاجب
۴۷۶	۱۲	مقدار عُمر قطر تک	مقدار عشر قطر تک
۴۷۶	۱۴	اعضائے جنبی پاچتاں وچتیں	اعضائے جنبی پاچتاں وچتیں
۴۷۶	۲۱	کروڑوں علم عام انسان بلکہ حیوانات	کروڑوں علم عام انسان بلکہ عام حیوانات
۴۷۷	۲	دیکھو ابھی تمہیں آیت	دیکھو تمہیں ابھی آیت
۴۷۷	۲	ماں کے پیٹ سے نرے جاہل	ماں کے پیٹ سے جاہل
۴۷۷	۷	دنیا کمانے کی راہ بتائی	دنیا کمانے کی راہ بتلائی
۴۷۷	۸	ہاتھ جوارح دیئے	ہاتھ جوارح دیئے
۴۷۷	۱۷	کس مرنے کا چکھا	کس مزے کا چکھا
۴۷۸	۵_۶	بعد تصریح محلی	بعد تشریح محلی
۴۷۸	۹	ہر نقطہ ارضی	ہر نقطۂ ارضی
۴۷۸	۹	دورہ موجودہ حال	دورہ موجودہ حال
۴۷۸	۱۰	بعد بتائے لا تعد ولا تحصی	بعد بتائے لا تعداد لا تحصی
۴۷۸	۱۳	کروڑہا کروڑ	کروڑہا کروڑ
۴۷۸	۱۹	دو کلموں کے سرخ میں	دو کلموں کے شرح میں
۴۷۸	۲۲	کرنا متناہی محدود و محدود	کرنا متناہی ہیں محدود و محدود
۴۷۸	۲۳	اپنے گھر کے کہ آدمی	اپنے گھر کے آدمی
۴۷۹	۱	کتنی دیر بعد کون سی حمل وقرہ میں	کتنی دیر بعد حمل وقرہ میں
۴۷۹	۵	رحم شریف کی بار	رحم شریف کے بار
۴۷۹	۸	سکنڈز قمرؤ پر برآمد	سکنڈ قمرؤ پر برآمد

۴۷۹	۱۱	آپ کی بار زور لگائیں گے	آپ کے بار زور لگائیں گے
۴۷۹	۱۹	عالم ارحام بننے کے مدعی نہ سہی	عالم ارحام بننے کے بعد مدعی نہ سہی
۴۸۰	۱	کتنی چیونٹیاں کتنے چیونٹے	کتنی چیونٹیاں کے چیونٹے
۴۸۰	۲	خاش کے سب پرند اور تیز مچھلیاں	خاش کے صاحب پرند اور تیز مچھلیاں
۴۸۰	۲	وغیرہ لاکھوں میں داخل نہ تھے	وغیرہ لاکھوں جانور کہ انڈے دیتے ہیں پادری صاحب کی حکمت سب جگہ بیکار ہے کیا یہ معلوم ما فی الارحام میں داخل نہ تھے
۴۸۰	۳	پیٹ آلے کے قابل	پیٹ آنے کے قابل
۴۸۰	۴	درگزروں فقط قابل آلہ فقط انسان	درگزر کروں فقط قابل آلہ فقط بلکہ انسان
۴۸۰	۷	میم صاحب...کلام کروں اب تو لاکھوں	میم صاحب...کام کروں اب تو لاکھوں
۴۸۰	۸	گمڑیا	گڑھیا
۴۸۰	۹-۱۰	انضائے اندرونی	اعضائے اندرونی
۴۸۰	۱۳	پولیمس میڈم	پولس میڈم
۴۸۰	۱۷-۱۹	اور پیر اور دونوں لب بالا چاروں لب زیریں	اور پیرو اور دونوں لب بالا چاروں لب زیریں
۴۸۰	۱۸	کئی درجے دقیقے	کے درجے دقیقے
۴۸۱	۶	اور ہرگز نہ بتا سکو گے	اور اگر ہرگز نہ بتا سکو گے
۴۸۱	۱۱	وقرے کے حصول	وقریے کے حصول
۴۸۱	۱۲	گدیہ گر...بولا...بیوی لے چوڑوں مل کے	گدا گر...بولا...بیوی چوڑوں کے مل
۴۸۱	۱۵	حاصل معاون وبحار	حاصل معاون وبحار
۴۸۱	۱۷	مسلمانوں نہ فقط مسلمانوں ہر قوم کے ماتحوں	مسلمانو نہ فقط مسلمانو ہر قوم کے ماتحو
۴۸۱	۲۳	بے عطائے سلطان ہو گیا	بے عطائے سلطانی ہو گیا
۴۸۱	۲۴	خزائن شاہی کے برابر ہولیا	خزائن شاہی کے برابر ہو گیا
۴۸۲	۱	کس طعون بناء پر	کس طعون کے بناء پر
۴۸۲	۲	اندھے سے بھی بہت بدتر حالت	اندھے سے بھی بدتر حالت
۴۸۲	۵-۶	ہر تناہی کو دوسری تناہی سے	ہر تناہی کو دوسرے تناہی سے

صفحہ	سطر		
۴۸۲	۶	بزار سفر کا خلاف	بزار سفر کا کے خلاف
۴۸۲	۱۴	نکلیں خود کوک سب کے منہ پر	نکلیں جو خود کوک سب کے منہ پر
۴۸۲	۱۷	متحیر ہوتے ہیں، سبحان اللہ اللہ اللہ اللہ کہاں	متحیر ہوتے، سبحان اللہ ماشاء اللہ کہاں
۴۸۲	۱۸	بوتا	اڑتا
۴۸۲	۱۹	ناپاک ناشتہ کوڑے ہوکر	ناپاک ناشستہ کوڑے ہوکر
۴۸۲	۲۲	کوون	کودمن
۴۸۳	۱	کنواری پاکیزہ بتول	کواری پاکیزہ بتول
۴۸۳	۲	کائیں منا کا بیٹا	کائیں خدا اور خدا کا بیٹا
۴۸۳	۳	خون کے پیاسے لوٹیں کے بھوکے	خون کے پیاسے لوٹیں کے بھوکے
۴۸۳	۵	موت کے بعد کفار کو	موت کے بعد کفارے کو
۴۸۳	۷	بیٹے کو سولی	بیٹے کی سولی
۴۸۳	۱۰-۱۱	بیہودہ کلام کریں	بیہودہ کلام کر میں
۴۸۳	۱۱	مثال	امثال
۴۸۳	۱۲	باب ۲۳ ورس ۱۵ تا ۸۸	باب ۲۳ ورس ۱۵ تا ۱۸
۴۸۳	۱۳	اسے چمن رکھا	اسے چمن رکھتا
۴۸۴	۱	اشمویل نبی	اسمویل نبی
۴۸۵	۱	خدا کی دو جوروں کا قصہ	خدا کی دو دو جوروں کا قصہ
۴۸۵	۱	ان کی بے حد زنا کاریاں	ان کے بے حد زنا کاریاں
۴۸۵	۲	پولس رسول کا خط کلسیوں کو	پاولس رسول کا خط کلسیوں کو
۴۸۶	۱۸	گل کے رہنے والا پتھر پھینکنے کی ابتدا کرے	گل کے رہنے والو پتھر پھینکنے کی ابتدا نہ کرو

میں عاجز تو اس رسالے کا انگریزی میں ترجمہ کرنے چلا تھا لیکن اختلاف متن کی گمبھیر گھاٹیوں میں پھنس کر رہ گیا۔ صحیح متن کے مسئلے نے مجھے جب آگے نہ بڑھنے دیا تو اس فہرست کو ایک طرف میں نے ادارہ تحقیقات امام احمد رضا کراچی کو بذریعہ ای میل ارسال کیا جسے مکرمی سید وجاہت رسول قادری صاحب زید مجدہ نے جامعہ نظامیہ لاہور میں متعلقہ علما کے پاس بھیج دیا اور دوسری طرف میں نے ۲۱ر نومبر ۲۰۰۵ء کو لاہور میں اپنے استاذ محترم ڈاکٹر ممتاز احمد سدیدی صاحب زید مجدہ کو دو صفحوں پر مشتمل ایک خط اور پانچ صفحوں پر مشتمل یہ فہرست [illegible] بذریعہ رجسٹرڈ ڈاک ارسال کیے۔ لیکن ان کے والد گرامی محسن اہل سنت حضرت علامہ

محمد عبدالحکیم شرف قادری زید مجدہ و مدظلہ نے مجھ ادنیٰ طالب علم پر خصوصی کرم نوازی فرمائی اور اپنے دست مبارک سے ۲۳ دسمبر ۲۰۰۵ء کو چھ صفحات پر مشتمل میرے خط کا جواب لکھا۔ فہرست اغلاط میں جو کلمات و عبارات درست تھیں ان پر ٹک کر دیا، بعض جگہوں پر توضیحی الفاظ لکھے اور بعض جگہوں پر سوالیہ نشانات بھی لگائے۔ انہوں نے اصل اپنے پاس رکھی اور اس کی فوٹو کاپی مجھے بھیج دی۔ آپ کی تصحیح کے مطابق مذکورہ ۱۱۹ فہرست میں سے فتاویٰ جلد ۲۹ میں شامل اس رسالے میں تقریباً ۷۱ کلمات و عبارات درست ہیں، بقیہ اصلاح طلب ہیں۔ اسی طرح نسخہ کراچی کے ۵۴ کلمات و عبارات درست ہیں بقیہ میں یہ بھی اصلاح طلب ہے۔

رضا فاؤنڈیشن لاہور نے فتاویٰ رضویہ کا ایک ایڈیشن ربیع الاول ۱۴۲۷ھ/ اپریل ۲۰۰۶ء میں جب ۳۰ کی بجائے ۳۳ جلدوں میں شائع کیا تو اس کی جلد نمبر ۲۹ میں موجود "الصمصام علی مشکک فی آیۃ علوم الارحام" میں میری تیار کردہ فہرست اغلاط جو کراچی سے انکی تصحیح کو سامنے رکھ کر تقریباً ۲۳۸ جگہوں پر تصحیح کر دی۔ حاشیہ وغیرہ کسی جگہ اس کی اطلاع قارئین کو نہیں دی گئی مگر غور سے دیکھنے والے قارئین تصحیح شدہ مقامات کو ملاحظہ فرما سکتے ہیں کیونکہ انہیں ذرا چھوٹے قلم سے لکھا گیا ہے۔ بہر حال یہ رسالہ اب بھی چند جگہوں پر تصحیح کا متقاضی ہے۔

۱۳ دسمبر ۲۰۰۵ء کا محررہ منشور شرف صاحب زید مجدہ کا خط مجھے ملا تو میں نے رسالے کا انگریزی میں ترجمہ شروع کیا۔ سوائے ایک دو کلمات کے میں نے ان کی تصحیح پر مکمل اعتماد کیا۔ ترجمہ کے دوران رسالے کے اردو متن میں درج ذیل مزید غلطیاں سامنے آگئیں۔

صفحہ نمبر	سطر نمبر	غلط	(میری سمجھ کے مطابق) صحیح
۲۷۵	۸	ممیہ	ممیہ
۲۷۵	۲۱	توسیع وتفریج	توسیع وتفریج
۲۷۶	۱	زجاج مقرب	زجاج اقرب
۲۷۶	۳	علم مناظر الطاف	علم مناظر انعطاف
۲۸۳	۷	باب کی غذائی	باپ کی غذائی
۲۸۶	۱۷	یہ پہلی اپنی ساختہ	یہ پہلے اپنی ساختہ

اس رسالے الصمصام کا میرا کیا ہوا انگریزی ترجمہ کراچی سے ۲۰۰۶ء میں امام احمد رضا کانفرنس سے چند دن پہلے شائع ہو گیا۔ قارئین نے پسند کیا، الحمد للہ علی ذلک۔ حضرت مولانا محمد منشا قصوری زید مجدہ نے صدر ادارہ محترم جناب سید وجاہت رسول قادری صاحب کو جو خط مورخہ ۱۹ اپریل ۲۰۰۶ء ارسال فرمایا تھا اس کے ساتھ انہوں نے جامعہ نظامیہ لاہور میں المدرجۃ المتخصصۃ کے طالب علم محترم جناب حافظ محمد نعیم کشمیری زید علمہ کے (الصمصام کے میرے انگریزی ترجمہ پر) چند ملاحظات بھی روانہ

فرمائے تھے۔ ان کی تعداد غالباً ۲۱ تھی۔ اس کے علاوہ انہوں نے آخر میں ایک نوٹ بھی لکھا تھا۔

اس تحریر کے ذریعے میں محترم حافظ صاحب کا شکریہ ادا کرتا ہوں کہ انہوں نے نہ صرف میرے ترجمے کو گہری نظر سے ملاحظہ فرمایا بلکہ اپنی سمجھ کے مطابق قابل اصلاح مقامات کو تحریر فرما کر ادارہ کراچی کے ذریعے مجھ تک پہنچایا۔ حافظ صاحب! جزاک اللہ خیر الجزاء فی الدنیا و الآخرۃ۔ اللہ کریم آپ کے علم، حیات و حسنات میں برکتیں عطا فرمائے، علماء و اولیا کی صحبت نصیب فرمائے، اور دین اسلام کی اس انداز سے خدمت سرانجام دینے کی توفیق عطا فرمائے جس کی آج معاشرے میں سخت ضرورت ہے۔ آمین۔ لیکن ان کی فہرست میں چند جگہوں پر خفیف سی غلطی کے سوا مجھ کو غلط معلوم نہیں ہوا۔ اگر وہ اس کی وضاحت بھی فرماتے کہ ان مقامات پر میرے اختیار کردہ کلمات کس طرح غلط اور ان کے تجویز کردہ کس بنا پر درست ہیں تو بہت اچھا ہوتا۔

جو بات حافظ صاحب نے نوٹ میں 'چاروں لب (زیریں)' کے بارے میں لکھی وہ درست ہے میں ان کے ساتھ اتفاق کرتا ہوں۔ مجھے بعد میں فتاویٰ کی پہلی جلد (مطبوعہ اگست ۱۹۹۱ء، ص ۲۵۰، سطر ۶) کے مطالعے سے معلوم ہوا کہ خود اعلیٰ حضرت نے بھی اس کی وہی وضاحت فرمائی ہے جس کی طرف حافظ صاحب اشارہ کر رہے ہیں، مگر بوقت ترجمہ میں نے حضور شرف قادری صاحب مدظلہ العالی کی وضاحت کے مطابق ترجمہ کیا تھا لیکن آیندہ ایڈیشن میں اس کی اصلاح ہونی چاہیے۔

ھٰذا ما عندی واللہ اعلم بالصواب

فتاویٰ رضویہ جلد ۲۵ کا ایک سرسری مطالعہ: چند اصلاح طلب پہلو

زیر نظر تحریر کے ذریعے فتاویٰ رضویہ کی جلد نمبر ۲۵ (طبع رضا فاؤنڈیشن، لاہور، ستمبر ۲۰۰۳ء) میں وارد قرآنی آیات، عربی عبارات، ترجمہ، حواشی وغیرہ میں اصلاح طلب **صرف چند** اغلاط اور اخطاء کی نشاندہی کی جا رہی ہے۔ امید ہے اس سے رضویات کے میدان میں کام کرنے والے محققین، فتاویٰ سے استفادہ کرنے والے مفتی صاحبان اور اس کی آیندہ اشاعت کا اہتمام کرنے والے علما عظام اور ناشرین کرام اپنی اپنی ضرورت کے مطابق مستفید ہوں گے۔

قرآنی عبارات میں اخطاء:

اس جلد میں مذکور صرف دو قرآنی عبارات میں فروگذاشتیں نظر آئی ہیں۔ درج ذیل میں پہلے انہیں ملاحظہ کیجیے۔

صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۴۳	۸	ما سلکم فی سقر	ما سلککم فی سقر

۸۴	۱۰	فوق زوسهم	فوق رؤوسهم

قرآنی آیات کے حوالوں میں اغلاط:

فتاویٰ رضویہ (جدید) میں بعض اغلاط کا تعلق سورتوں کے نمبر سے ہے اور بعض غلطیاں آیات کے نمبروں سے متعلق ہیں۔ جلد ۱۵ میں اس نوعیت کی فروگذاشتیں بہت کم ہیں اور صرف تین مقامات پر اصلاح کی ضرورت ہے۔

صفحہ نمبر	سورۃ	حاشیہ نمبر	حاشیے میں غلط حوالہ	درست حوالہ
۱۰۵	النور	۲	القرآن الکریم ۲/۵	القرآن الکریم ۲/۲۴
۲۰۸	النساء	۱	القرآن الکریم ۱۱/۴	القرآن الکریم ۱۲/۴
۵۴۳	ھود	۲	القرآن الکریم ۵۴/۵	القرآن الکریم ۸۸/۱۱

عبارات احادیث میں اغلاط:

اس جلد ۱۵ میں کئی احادیث صحیح بخاری سے نقل کی گئی ہیں لیکن ان مذکورہ احادیث میں سے بعض کی عربی عبارات میں کمی بیشی دیکھنے میں آئی ہے۔ مثلاً

۱۔ صفحہ ۹۶ تا ۹۷ پر سیدنا جابر بن عبداللہ انصاری رضی اللہ عنہ کی ایک حدیث ہے۔ اس کا حوالہ یہ دیا گیا ہے: "صحیح البخاری، کتاب الاذان، باب ما جاء فی الثوم والبصل، قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/۱۱۸"۔ اس حوالے کے مطابق جو اختلاف متن سامنے آیا ہے اسے درج ذیل میں خط کشیدہ کلمات کی مدد سے ملاحظہ فرمایئے:

فتاویٰ رضویہ جلد ۱۵، ص ۹۶ تا ۹۷ کی عبارت	صحیح بخاری جلد ۱، ص ۱۱۸، سطر ۱۷ تا ۱۸ کی عبارت
ان النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم قال من اکل ثوما او بصلا فلیعتزلنا او قال فلیعتزل مسجدنا ولیقعد فی بیتہ وان النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اُتی بقدر فیہ خضرات من بقول فوجد لھا ریحا فقال قربوھا الی بعض اصحابہ وقال کل فانی اناجی من لاتناجی.	ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال من اکل ثوما او بصلا فلیعتزلنا او فلیعتزل مسجدنا و لیقعد فی بیتہ وان النبی صلی اللہ علیہ وسلم اُتی بقدرٍ فیہ خَضِراتٌ مِن بُقولٍ فَوَجَدَ لَھا ریحًا فَسَأل فَاُخبِرَ بما فیھا مِنَ البُقولِ فَقَالَ قَرِّبُوھا الی بعضِ اصحابِہ کان معہ فلمّا رآہُ کَرِہَ اکلَھا فَقَالَ کُلْ فَاِنّی اُناجی مَنْ لاتُناجی.

اس حدیث کے لیے (صحیح مسلم، کتاب المساجد، باب نہی من اکل ثوما وبصلا الخ، قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/۲۰۹) کا حوالہ بھی دیا گیا ہے مگر اس کے کلمات بھی صرف وہ نہیں جو یہاں فتاویٰ میں منقول ہیں۔ لہٰذا فتاویٰ میں نقل شدہ عبارت حدیث نہ تو صحیح بخاری اور نہ ہی صحیح مسلم کے ساتھ سو فیصد متفق ہے۔

۲۔ اسی جلد کے صفحہ ۱۰۵ پر آخری سطر میں جو عربی کلمات (علی کل کبد حراء رطبۃ اجر) ہیں۔ حاشیے میں حوالے کے ذریعے یہ بتایا گیا ہے کہ یہ صحیح بخاری اور مسند احمد بن حنبل کی حدیث ہے۔ اس کے دو پہلوؤں یعنی متن اور ترجمہ میں اصلاح کی ضرورت ہے۔ میری تلاش کے مطابق یہ حدیث صحیح بخاری کی تین کتب (کتاب المساقاۃ، باب: فضل سقی الماء؛ کتاب المظالم والغصب، باب: الآبار علی الطرق اذا لم یتاذ بہا؛ اور کتاب الادب، باب: رحمۃ الناس والبھائم) میں پائی جاتی ہے لیکن تینوں جگہ اس کے کلمات میں لفظ "حــــراء" نہیں ہے۔ ہاں یہ لفظ مسند امام احمد بن حنبل کی روایت میں ہے اور ایک روایت میں یہ "حرّی" بھی آیا ہے مگر وہاں "کبد" "رطبۃ" نہیں۔

صاحب لسان العرب "حرّی" کے بارے میں لکھتے ہیں کہ یہ فعلٰی کے وزن پر "الحَرّ" سے بنا ہے اور یہ "حرّان" کی تانیث ہے۔ یہ دونوں مبالغہ کے لیے استعمال ہوتے ہیں۔ گویا یہ کہ وہ (مونث) گرمی کی شدت کے سبب پیاسی ہوئی اور پیاس کی وجہ سے سوکھ گئی۔ یہ بات قابل ذکر ہے کہ صاحب لسان العرب نے مکمل حوالہ دیے بغیر کہا ہے کہ ایک حدیث کے الفاظ "فی کل کبد حرّی رطبۃ اجر" ہیں لیکن ساتھ ہی کہہ دیا ہے کہ اس روایت میں ضعف ہے۔

اس وضاحت سے اب یہ واضح ہو گیا کہ ان کلمات کے کیے گئے ترجمہ "ہر تر جگر والی شے میں ثواب ہے" میں اصلاح کی ضرورت کیوں ہے؟ یعنی اگر ترجمہ ہی درست ہے تو اس کے عربی متن کو بدلنا ہوگا لیکن اگر عربی کو درست تسلیم کیا جائے تو ترجمہ کو درست کرنا پڑے گا مگر یہ پہلو میری رائے میں شاید صحیح نہیں ہوگا۔

۳۔ صفحہ ۳۶۲ پر ایک حدیث مذکور ہے اور حاشیہ نمبر ۲ کے ذریعے یہ بتایا گیا ہے کہ یہ صحیح بخاری اور صحیح مسلم میں ہے۔ یہاں موجود متن حدیث کو بخاری کے محولہ مقام والے متن سے موازنہ کریں تو تین درج ذیل اختلافات سامنے آتے ہیں۔ مزید یہ کہ اگر بخاری ہی کے متن کو درست تسلیم کر لیا جائے تو پھر فتاوی میں اس حدیث کے ترجمے پر بھی نظر ثانی کرنی پڑے گی۔

فتاوی رضویہ جلد ۱۵، ص ۳۶۲، سطر ۱۳ تا ۱۵ کی عبارت	صحیح بخاری جلد ۱، ص ۲۷۷، سطر ۱۳ سے عبارت
...فھو باطل ان کان مائۃ شرط قضاء اللہ...	فھو باطل وان کان مائۃ شرط قضاء اللہ

۴۔ صفحہ ۳۶۳ پر ایک حدیث مذکور ہے اور حاشیہ نمبر ۱ کے ذریعے یہ بتایا گیا ہے کہ یہ صحیح بخاری، ابواب المظالم والقصاص، باب لا یظلم المسلم المسلم، قدیمی کتب خانہ کراچی، ۳۳۰/۱ پر ہے۔ یہاں موجود متن حدیث کو بخاری کے محولہ مقام والے متن سے موازنہ کریں تو درج ذیل اختلاف سامنے آتا ہے۔

فتاوی رضویہ جلد ۱۵، ص ۳۶۳، سطر ۲۲ تا ۲۳ کی عبارت	صحیح بخاری جلد ۱، ص ۳۳۰، سطر ۲۳ تا ۲۵ سے عبارت
من فرج عن مسلم کربۃ فرج اللہ عنہ کربات یوم القیمۃ	من فرج عن مسلم کربۃ فرج اللہ عنہ کربۃ من کربات یوم القیمۃ

۵۔ صفحہ ۹۷ پر ایک حدیث صحیح مسلم کی مذکور ہے اور حاشیہ نمبر ۶ کے ذریعے یہ بتایا گیا ہے کہ یہ اس کی کتاب الاشربہ، باب اکل الثوم الخ، قدیمی کتب خانہ کراچی ۱۸۳/۲۰ پر ہے۔ فتاویٰ میں موجود متن حدیث کو صحیح مسلم کے محولہ مقام والے متن سے موازنہ کریں تو درج ذیل اختلافات سامنے آتے ہیں۔

فتاویٰ رضویہ جلد ۲۵، ص ۹۷، سطر ۱۰-۱۵ کی عبارت	صحیح مسلم جلد ۲، ص ۱۸۳، سطر ۳ سے عبارت
کان النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اذا اتی بطعام اکل منہ وبعث بفضلہ الیّ وانہ بعث الیّ یوما بفضلۃ لم یاکل منہا لان فیہا ثوما فسألتہ حرام ھو	کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اذا اتی بطعام اکل منہ وبعث بفضلۃ الیّ وانہ بعث الیّ یوما بفضلۃ لم یاکل منہا لان فیہا ثُوما فسألتہ احرام ھو

متنوع فروگذاشتیں:

۱۔ صفحہ ۸۳ پر صحیح بخاری کی ایک حدیث پر حاشیے کی طرف اشارہ کرنے والا نمبر ۱ ہے۔ حاشیے میں اس کا حوالہ بھی درست ہے لیکن حاشیے میں یہ لکھ کر صحیح مسلم کا حوالہ بھی دیا گیا ہے۔ اس نشانے پر یہ کس عبارت کے لیے ہے؟ اس کا پتہ نہیں کیونکہ اس صفحے کی کسی عبارت پر ۲ نہیں ڈالا گیا۔

۲۔ صفحہ ۹۳ کے چار مقامات پر حاشیے ڈالے گئے ہیں۔ پہلے حاشیے کی طرف اشارہ کرنے والا نمبر ۱ پہلی سطر کے لفظ 'الیھا' پر ہے۔ دوسرے حاشیے کی طرف اشارہ کرنے والا نمبر ۲ پانچویں سطر کے لفظ 'روایات' پر ہے لیکن یہ نمبر ۲ نہیں بلکہ ۱ ہے۔ تیسرے حاشیے کی طرف اشارہ کرنے والا نمبر نویں سطر کے لفظ 'معانیہ' پر ہے اسے ۳ ہونا چاہیے تھا مگر ۲ ہے۔ اور چوتھے حاشیے کی طرف اشارہ کرنے کے لیے سترہویں سطر کے لفظ 'الثانی' پر نشان ہے مگر یہ صرف "ے" ہے یہاں کوئی نمبر نہیں۔

ھٰذا ما ارشدنی بصیرۃ ربی۔ واللہ اعلم بالصواب

بقیہ: اعلیٰ حضرت امام بریلوی اور اردو ادب

اردو ادب کے دوسرے ماہرین ماہنامہ "نگار" کی شہادت کے مطابق اعلیٰ حضرت کی اردو ادب کی مہارت پر حیران ہیں، مگر برا ہو جذبۂ مخالفت کا کہ برسوں گزر جانے کے بعد حضرت محدث اعظم ہند علیہ الرحمہ کے مشاہدہ وتسلیم اور عقیدت وقول کے خلاف انہیں کے ماننے والوں کو اب کیڑے نظر آنے لگے ہیں کہ اعلیٰ حضرت کا قول زبان دانی کے خلاف ہے اور آپ کے علم اور تجدیدی کارناموں کو اردو زبان جاننے سے کوئی لگاؤ نہ تھا۔ لاحول ولا قوۃ الا باللہ۔

شاید ان ناقدین کے نزدیک بغیر زبان دانی کے ہی علم میں بلکہ کثرت علوم میں ایسی مہارت حاصل ہو جاتی ہے کہ مقام تجدید واحیائے دین تک وہ پہنچ جاتا ہے اور اپنے ملک وملت کے ہزاروں مسائل دینیہ ان کی زبان میں سمجھانے پر وہ قادر ہو جاتا ہے۔ ○○○

فتاویٰ رضویہ اور مُقَفّٰی و مُسَجَّع الفاظ کا خوبصورت التزام

از: محمد شریف رضا عطاری، کراچی، پاکستان

اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ والرحمٰن کے متعلق کسی بھی تحریر یا تقریر میں "تعریفات" و توصیفات تمہیدی کلمات کا نزول، قلم کاروں و دانشوروں کی ایک روایتی رسم بن چکی ہے۔ جس کے توسط سے وہ اپنے مقالوں اور اپنی تقریروں کو زینت بخشتے ہیں۔ درحقیقت تعریف رضا ہی تعمیر تبیانِ رضا ہے۔ اسی طرح روایات قدیمہ کو برقرار رکھتے ہوئے میں بھی قبل از شروع مقالہ چند افتتاحیہ تمہیدانہ کلمات سے اپنے مضمون کا آغاز کرتا ہوں۔

گن چمن کو اپنی بہاروں پہ ناز تھا ☆ وہ آ گئے تو ساری بہاروں پہ چھا گئے

آپ کو عبقری و نابغہ روزگار و ہشت پہلو شخصیت، مجدد دین و ملت، شیخ الاسلام کا لقب "آپ کی تعلیمات و افکار کی ترویج" آپ کے ۵۵ سے زائد علوم میں کارناموں کا چرچا" آپ کی علمی وجاہت اور آپ کی دینی خدمات کی بنا پر کیا جاتا ہے۔ اور آپ کی دینی و علمی خدمات کو دہرانا گویا ہے بے بضاعت و ناقص العلم کے لیے سورج کو چراغ دکھلانے کے مترادف ہوگا۔ کہ آپ کی علمی خدمات کا ایک بہت بڑا طبقہ معترف ہے۔ جیسا کہ صاحبزادہ خورشید گیلانی صاحب فرماتے ہیں۔

"بلا شبہ فاضل بریلوی علیہ الرحمۃ عبقری عصر اور نابغہ روزگار شخصیت تھے، جن کی علمی تحقیقات سے استفادہ کرنے کے لیے بذات خود تحقیقی ذہن درکار ہے، روایتی ذہن تو وہ چار قدم چل کر ہانپ جاتا ہے۔ میری بات پر اعتبار نہ آئے تو ان کی تصنیفات کی فہرست ملاحظہ کر لیجیے۔ متن تو دور کی بات، کتابوں کے نام پڑھنے کے لیے "المنجد" جیسی لغت کی ہمہ وقت ضرورت لاحق رہتی ہے۔ مثلاً علم لوگارثم، علم تکسیر، علم زیجات، علم ارثماطیقی، علم توقیت اور جیومیٹری پر ان کی تحقیقات پڑھنے اور سمجھنے والے لوگ اس خطے میں کتنے ہوں گے؟ شاید بڑی آسانی کے ساتھ انگلیوں پر گنے جا سکیں۔"

﴿ سالنامہ معارف رضا ۱۹۹۵ء، صفحہ ۹۵، مطبوعہ ادارہ تحقیقات امام احمد رضا، کراچی ﴾

جناب سید محمد جیلانی بن سید محمد اشرف المعروف کچھوچھوی "آپ کی زندگی کے متعلق یوں رقم طراز ہیں کہ

"اگر ہم ان کی علمی و تحقیقی خدمات کو ان کی 66 سالہ زندگی کے حساب سے جوڑیں تو ہر 5 گھنٹے میں امام احمد رضا ایک کتاب ہمیں دیتے نظر آتے ہیں۔ ایک متحرک ریسرچ انسٹی ٹیوٹ کا جو کام تھا امام احمد رضا نے تن تنہا انجام دے کر اپنی جامع شخصیت کے زندہ نقوش چھوڑے۔"

﴿ ماہنامہ المیزان، امام احمد رضا نمبر، مارچ ۱۹۷۶ء ﴾

اسی طرح مولانا کوثر نیازی صاحب رقم طراز ہیں۔

"جامع صفات شخصیات تو بہت گزری ہیں مگر انصاف کی بات یہ ہے کہ جب ایک غیر جانب دار مبصر کم سے کم برصغیر پاک و ہند کو دیکھتا ہے تو اتنی جامع صفات شخصیت جیسے حضرت شاہ احمد رضا خاں کی ہے اور دوسری کوئی نظر نہیں آتی۔ کون سا علم تھا جس میں ان کو دسترس نہ تھی۔ وہ علم قرآن ہو، علم حدیث ہو، علم فقہ ہو، علم تفسیر ہو، علم ادب ہو، علم ریاضیات ہو، علم مناظرہ ہو، علم فلسفہ ہو، جس میں انہیں عبور حاصل نہ ہو۔ وہ بیک وقت سیاست دان بھی تھے، فقیہ بھی، متکلم بھی تھے، مفسر بھی، مفکر بھی تھے، ادیب بھی، خطیب بھی تھے، محدث بھی اور جس جس میدان میں انہوں نے قدم رکھا اس میدان میں جو انہوں نے پرچم گاڑ دیے وہ آج تک لہرا رہے ہیں۔"

﴿عاشق رسول امام احمد رضا صفحہ نمبر ۲۸۹﴾

چونکہ ہمارا موضوع فتاویٰ رضویہ کے حوالے سے ہے۔ اس لیے آپ اس ملیا ناز علمی ذخیرے کے متعلق اہل علم کے تاثرات ملاحظہ فرمائیں، جو کہ محققین کے لیے مشعل راہ ہیں۔

چنانچہ پروفیسر ڈاکٹر ظہور احمد اظہر صدر نشین شعبہ عربی پنجاب یونیورسٹی فرماتے ہیں۔

"فتاویٰ رضویہ کی مطبوعہ مجلدات پر ایک اجمالی نظر ڈالنے سے جو مجموعی تاثر ملتا ہے وہ یہ ہے کہ فاضل بریلوی دیگر مفتیانِ برِ اعظم پاک و ہند میں ایک نہایت بلند اور منفرد مقام رکھتے ہیں اور ان کے یہ فتاویٰ اپنی عظیم تر افادیت کے ساتھ ساتھ ایک ایسی انفرادیت بھی رکھتے ہیں جو تبحر، استعداد، جامعیت اور باریک بینی کے علاوہ ایک مصنف کے کمالِ فن، وسعتِ نظر، عمق بصیرت، ظرافتِ طبع اور جزئیات میں کلیات اور کلیات میں جزئیات کو ایک خاص رنگ میں پیش کرنے کی شاہانہ مہارت سے قاری کی قوت فیصلہ اور قلب اور روح کو متاثر کرتی نظر آتی ہے۔ یہ وہ انفرادیت و امتیاز ہے جو برِ عظیم پاک و ہند کے مفتیانِ عظام کے حصے میں بہت کم آیا ہے مگر فتاویٰ رضویہ کے مصنف کے ہاں کثرت و مقدار و معیار کے ساتھ میسر ہے۔"

اسی طرح آگے مزید فرماتے ہیں۔

"فتاویٰ رضویہ کی ایک انفرادیت یہ بھی ہے کہ ان کا فاضل مصنف کوئی عام عالم دین یا محض مفتی و فقیہ نہیں بلکہ ایک کثیر الجہات عبقری یعنی ورسٹائل جینئس (Versatile Genius) ہے اس لیے نہ تو ان کی نظر محض فقہی پہلو پر محدود و مرکوز رہتی ہے اور نہ ہی ان کی بات میں کسی پہلو کی تشنگی یا اسے نظر انداز کرنے کا احساس ہوتا ہے۔ بلکہ ان کے انداز بیان سے منقولات اور معقولات کے ہر علم و فن کے طالبوں کی تسکین ہوتی ہے۔"

﴿فتاویٰ رضویہ جلد نمبر ۶، صفحہ نمبر ۱۰، ۱۱﴾

مجدد اعظم باوجود اپنی کمال تبحر علمی کے ایک دوسرے ملیا ناز وصف سے بھی متصف تھے اور وہ ہے آپ کی "عاجزی"۔ آپ کی عاجزی و انکساری کا عالم تو یہ ہے کہ خود آپ لکھتے "فتاویٰ" میں ایک استفتاء

کے جواب میں فرماتے ہیں۔ (جس میں سائل نے آپ کو "مجدد" کے لقب سے موسوم کیا تھا)

"مولانا المکرم اکرمکم اللہ تعالیٰ! السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ، فقیر حاش للہ اس قابل کہاں، مجھ جیسے ہیچ پایہ کے ہزاروں لاکھوں سے کا لائق نہیں ولا حول ولا قوۃ الا باللہ حضرات علمائے کرام اہلسنت اپنے کرم سے جن الفاظ عالیہ سے چاہتے ہیں نوازتے ہیں۔"

﴿فتاویٰ رضویہ جلد ۲۷، صفحہ ۲۱، مطبوعہ رضا فاؤنڈیشن، لاہور﴾

یہ تو آپ علیہ الرحمہ کے تقویٰ کی ایک جھلک ہے، اور یہی علمائے محققین کا وطیرہ بھی رہا ہے، جو کہ باوجود تبحر علمی، شان و شوکت، جاہ و جلال کے عاجزی و انکساری کے پیکر ہوتے ہیں۔

خیر اتنی لمبی تمہید کے بعد اصل موضوع کی طرف رجوع کرتے ہیں جو آپ علیہ الرحمہ کے عظیم فتاویٰ رضویہ کی وہ علمی ابحاث ہیں جن میں آپ نے دخشا ہم قافیہ الفاظ کے حوالے میں اپنے فن کو ایک نیا رنگ دیا ہے۔ موضوع کو شروع کرنے سے پہلے قافیے کی تعریف اور اس کے متعلق چند اہم معلومات ملاحظہ فرمائیں۔

مقفّٰی کی تعریف :۔

"کل عروض وضرب تساویا بلا تغییر۔"

﴿الشافی، صفحہ ۷۹، مطبوعہ بیت المعمار﴾

حقیقۃ القافیہ :۔

"القافیہ من آخر فی ساکن البیت الی اقرب متحرک یلیہ ساکن وهی قد تکون بعض الکلمۃ۔"

﴿المحیط الشافیہ، صفحہ ۸۳، مطبوعہ حلبیہ﴾

خلاصہ و توضیح :۔

قافیہ "قفو" بمعنی پیروی کرنے سے نکلا ہے، جس کے لغوی معنی "پیچھے آنے والے" کے ہیں۔ بقول اخفش قافیہ "شعر کا آخر کلمہ" ہے۔ لیکن یہ تعریف جامع نہیں۔ سکاکی کے نزدیک ساکن مقدم سے پہلا حرف مع حرکت قافیہ کہلاتا ہے۔ خلیل کی تعریف یوں ہے، شعر میں سب سے آخری ساکن سے پہلے جو ساکن آئے اس کے ماقبل متحرک سے آخر تک سب کچھ قافیہ ہے۔ جہاں عربی زبان کا تعلق ہے یہ تعریف صحیح ہے، لیکن ہماری زبان کے معاملے میں یہ درست نہیں بیٹھتی۔ اردو میں قافیہ ان حروف اور حرکات کا مجموعہ ہے جو مختلف الفاظ کے ساتھ غیر مستقل طور پر شعر یا مصرعے کے آخر میں بار بار آئے۔ (اختلاف کی تین صورتیں ہیں (اوّل) معنی اور الفاظ دونوں مختلف ہوں مثلاً "ورد" اور "زرد"۔ (دوم) الفاظ وہی ہیں صرف معنی میں اختلاف ہو مثلاً "باز" بمعنی "پرندہ" شکاری اور "باز" بمعنی پھر۔ (سوم) صرف لفظی اختلاف ہو مثلاً اطراف اور اکناف) یہ مجموعہ کبھی کبھی مکمل معلوم ہوتا ہے لیکن اس کا کچھ مضائقہ نہیں بالعموم ان پورے الفاظ کو جس میں یہ مجموعہ آتا ہے قافیہ کہہ دیتے ہیں چونکہ قافیہ ابیات کے آخر میں واقع ہوتا ہے لہٰذا

ایک قافیہ دوسرے قافیے کے پیچھے آتا ہے لہٰذا اس نام سے موسوم ہوا۔

ہمارے نزدیک قافیہ کی واضح ترین تعریف یہ ہے کہ قافیہ وہ مجموعۂ حروف و حرکات ہے جو اواخرِ ابیات میں دو یا دو سے زیادہ لفظوں کی صورت میں بطورِ وجوب یا استحسان مکرر لایا جاتا ہے۔

قافیے کے بعد جو حرف، کلمہ یا کلمات مستقل طور پر بار بار آئیں انھیں ردیف کہتے ہیں۔

﴿فنِ شاعری اور روحِ بلاغت، صفحہ ۱۶۷، مکتبہ دانیال، لاہور﴾

مثال:-

واہ کیا جود و کرم ہے شہِ بطحا تیرا ■ نہیں سنتا ہی نہیں مانگنے والا تیرا

مجرم کو نہ شرماؤ احباب کفن ڈھک دو ■ منہ دیکھ کے کیا ہوگا پردے میں بھلائی ہے

خدائے قہار ہے غضب پر کھلے ہیں بدکاریوں کے دفتر ■ بچالو آکر شفیعِ محشر تمہارا بندہ عذاب میں ہے

شعرِ اولیٰ میں "بطحا" اور "والا"، شعرِ ثانی میں "بھلائی" اور شعرِ ثالث میں "عذاب" قافیے ہیں۔ اس ضمن میں ہم نے آپ کے فتاویٰ ذی شان کی تیسوں جلدوں (جدید) کے چند اقتباسات سے ان جملوں کی (جن میں مقفیٰ الفاظ آئے ہیں) نشاندہی کی ہے۔ جو کہ آپ کے فتاویٰ میں جگہ جگہ مستعمل ہوئے ہیں۔

ہدایات:

یہ فہرست "مکمل" نہیں ہے۔ بلکہ اس میں فتاویٰ رضویہ کی ۳۰ جلدوں میں اہم اہم مقامات کی نشان دہی کی گئی ہے بذریعہ خط (Under Line) مقفیٰ و مسجع الفاظوں کی۔

☆ جن جن سطروں میں نادر مقفیٰ و مسجع الفاظ آئے ہیں ان پوری لائنوں کو Underline کر دیا گیا ہے۔

☆ یہاں آپ کے فتاوے سے چند اقتباس درج کیے گئے ہیں۔ اصل فتوے کی تفہیم مقصود نہیں بلکہ "مقفیٰ و مسجع" الفاظ کی نشان دہی مقصود ہے۔

جلد نمبر ۱:-

ملک العلماء حضرت مولانا ظفر الدین بہاری صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے ایک سوال جو وضو کے فرضِ اعتقادی و واجبِ اعتقادی عملی کے متعلق تھا۔

"مجتہد جس شے کی طلب جزمی، حتمی اذعان کرے، اگر وہ بدرجۂ یقین معتبر فی اصول الدین ہو (اور اس تقدیر پر مسئلہ نہ ہوگا۔ مگر مجمع علیہ جمیع ائمۂ دین) تو وہ فرضِ اعتقادی جس کا منکر عند الفقہاء مطلقاً کافر اور متکلمین کے نزدیک (منکر اس وقت کافر ہے جبکہ مسئلہ ضروریاتِ دین سے ہو۔ اور یہی عند المحققین احوط و اسد (زیادہ احتیاط والا اور زیادہ درست ہے ۱۲ ق) ہمارے اساتذۂ کرام کا معمول و معتمد (موثق اور اعتماد والا ہے) ہے۔"

﴿فتاویٰ رضویہ جلد الاول۔ صفحہ ۱۸۰، ۱۸۱﴾

اسی طرح دوسری جگہ سونے چاندی میں مالکیہ کے موقف کی توضیح کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔

"مالکیہ کے نزدیک مرد کے لیے چاندی کی انگوٹھی بقدر جائز کہ اُن کے مذہب میں دو درم شرعی ہے اور عورت کے لیے سونے چاندی کے مطلقاً کنگن، چھلے، انگوٹھیاں، علی بند، حسین بند، آرسی، بچھیاں، کنگن، بجھی بنانے جائز ہیں۔" ﴿جلد اول، صفحہ ۳۰۶﴾

اسی طرح آگے اسی رسالے میں پاؤں دھونے کے متعلق فرماتے ہیں۔

"چہارم پاؤں کہ شرائط شرعیہ مذکورہ شرعی کے اندر شامل ہوں انگلیوں ناخنوں سے چھنگلی اور پاؤں کے جوڑ تک جو وسط قدم میں چار طرف جداگانہ ابھری سے ممتاز ہے، جہاں عربی خلخال کا دوالی باندھا جاتا ہے۔ اور یہ گٹوں اور ایڑیوں سب پر پانی بہتا ہے۔"

﴿جلد اول، صفحہ ۳۱۰﴾

اسی میں آگے چھلے وغیرہ کے متعلق فرماتے ہیں۔

"عورتوں کے لیے چھلے وغیرہ جائز کہنوں کے نیچے کہ مالکیہ مجوز کرتے ہیں۔"

﴿جلد اول، صفحہ ۳۱۱﴾

جلد نمبر ۲:۔

علامہ رملی کے ایک قول کی توضیح میں فرماتے ہیں۔

"علامہ رملی نے کتاں بھی اسی حکم میں داخل کیا جبکہ سوتوں سے پانی اُبل رہا، اُدھر سے اُدھر نکل لیا ہو۔ اس حالت میں نجاست سے ناپاک نہ ہوگا۔" ﴿جلد دوم، صفحہ ۲۹۵﴾

اسی جلد میں آپ اپنے ایک تحقیقی رسالے "عطاء النبی لافاضۃ احکام ماء الصبی" میں فرماتے ہیں۔

"نابالغ کا بھرا ہوا پانی یہ بہت طویل الذیل و کثیر الشقوق کتابوں میں اس کی تفصیل تام درکار بہت صورتوں کا ذکر بھی نہیں۔ فقیر بتوفیق القدیر امید کرتا ہے کہ اس میں کلام شافی و کافی ذکر کرے فاقول وباللہ التوفیق۔ پانی تین قسم ہیں۔ ۱) مباح غیر مملوک ۲) مملوک غیر مباح ۳) مباح مملوک۔

اوّل دریاؤں، نہروں کے پانی نالابوں، جھیلوں، ڈبروں کے برساتی پانی مملوک کنویں کا پانی کہ وہ بھی جب تک بھرا نہ جائے کسی کی ملک نہیں ہوتا۔" ﴿جلد دوم، صفحہ ۳۹۴﴾

جلد نمبر ۳:۔

اس جلد میں ایک جگہ اہل سنت کے نزدیک ترکیب اجسام کے متعلق فرماتے ہیں۔

"اہلسنت رحمہم اللہ تعالیٰ کے نزدیک ترکیب اجسام اگرچہ جواہر فردہ جداگانہ غیر متجزیہ سے ہے اور یہی حق ہے۔ فقیر نے بحمد اللہ تعالیٰ اپنے تاویل کلامیہ میں اسے قرآن عظیم سے ثابت کیا ہے۔

جلد نمبر ۶: ستر عورت کے بارے میں توضیح فرماتے ہیں۔

(۱) "ذکر کہ مع اپنے سب پرزوں یعنی حشفہ وقصبہ وقلفہ کے ایک عضو ہے۔"

﴿جلد ۶، صفحہ ۳۲﴾

اسی جلد میں مردے کو نہلانے اور اس کی قبر کھودنے وغیرہ کی اجرت کے متعلق فرماتے ہیں۔

"اور مردے کو نہلانے یا اٹھانے یا قبر کھودنے کی اجرت لینے میں حرج نہیں"۔

﴿جلد ۶، صفحہ ۳۸۵﴾

ندویوں (ندوۃ العلماء والے) کے پیچھے نماز پڑھنے کے متعلق فرماتے ہیں۔

"ندویوں میں کچھ نیچری ہیں، کچھ منکرین ضروریات دین رافضی یہ بالاجماع کافر مرتد ہیں اور ان کے پیچھے نماز محض باطل ہے کچھ غیر رافضی وہابی تفضیلی غیر مقلد وغیرہم بدمذہب ہیں کچھ وہ بے مذہب گمراہ ہیں جنہوں نے اب ندوہ چلا کے اپنے دین کی بیخ کنی کی ندوے کی رودادوں پرچوں میں جن کے کلمات ضلالت چھاپے گئے یہ سب ضال مضل گمراہ بددین ہیں۔"

﴿جلد ۶، صفحہ ۳۹۸﴾

جلد نمبر ۷:

"باب المفسدات" کے تحت ایک مسئلے میں فرماتے ہیں۔

"مولانا الاکمل الاکرم الافخم حفظہ المولی سبحانہ وتعالی کاسمہ عمر الدین آمین! السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ مجمع البرکات مولانا شیخ محقق عبدالحق محدث دہلوی قدس سرہ کی تصنیف ہے اگر یہ عبارت اس کے کسی نسخہ میں ہو تو اس سے مراد نماز قلبی کا فساد ہوگا نہ نماز فقہی کا کہ ادائے فرض و دفع کبیرہ ترک کے لیے بالاجماع تعالی کافی ہے، ظاہر ہے کہ فعل غیر پر رضا عمل قلیل بھی نہیں کثیر درکنار تو فساد نماز فقہی نا ممکن ہے ہاں نماز قلبی مذلل و تفریح وتجھ ہے کما فی الحدیث (جیسا کہ حدیث میں ہے۔ت) الالتفات ہرورا تجبر پر دال ہے لہذا اس میں خلل ہو سکتا ہے اگر اس کی نیت خود اقدام اور نماز میں اہتمام ہو تو یقیناً مفسد نماز قلب ہے ورنہ مفسد کی صورت ہے لہذا احتراز درکار ہے پنکھا کہ کل کے ذریعے سے چلے گا اگر اس کے مسالے میں مٹی کا تیل وغیرہ بدبودار چیزیں ہوں تو ایسی اشیا کا مسجد میں لے جانا حرام ہے ورنہ کم از کم ناپسند و خلاف مصالح ہے پنکھے کا مسئلہ فتاوی قیریہ میں مفصل ہے تخریج (اس کی طرف رجوع کیا جائے۔ت) واللہ تعالی اعلم۔" ﴿جلد ۷، صفحہ ۳۷۴﴾

جلد نمبر ۸:

اسی طرح کتاب متفرقہ "کتاب الصلوۃ" کے ایک مسئلے کے تحت حقے میں تحریر فرماتے ہیں۔

"وقت میں قضا کہنے کی تو کوئی حاجت اس میں بھی نہیں جبکہ جیسے جاگے قصداً معاذ اللہ قضا کردی ہو، بلکہ ہمارے علما تصریح فرماتے ہیں کہ قضا بہ نیت ادا بہ نیت قضا دونوں صحیح ہیں مگر اس مخالفت کی کوئی وجہ نہیں جبکہ وہ واقعی قضا ہے تو قضا کہنے میں کیا مضائقہ رکھا ہے، رہا ادا کا ثواب ملنا یہ اللہ عزوجل کے اختیار میں ہے۔" ﴿جلد ۸، صفحہ ۱۶۱﴾

دوسری جگہ آپ اپنے رسالہ مبارکہ "وشاح الجید فی تحلیل معانقة العید" میں اسماعیل دہلوی کے رد میں فرماتے ہیں:۔

"ایک وہ طائفہ یا ماسمین جس کے ذکر ہیں یعنی بطلاناتِ باطلہ و خرافاتِ عاطلہ میں دہلوی مذکور کو امام اکبر مانتے ہیں اور جو باتیں وہ حلیفِ مناقشہ جس کا ان کے یہاں حد سے زیادہ جوش و خروش ہے اصول و فروعِ طائفہ کے خلاف لکھ گیا ہے وہ بھی مانتے ہیں۔"

﴿جلد ۸، صفحہ ۲۳۸﴾

جلد نمبر ۹:۔

"الصواعق المحرقہ" کے حوالے سے امام علی رضا کا ایک واقعہ نقل فرماتے ہیں۔

"جب امام علی رضا رضی اللہ عنہ نیشاپور میں تشریف لائے، چہرہ مبارک کے سامنے ایک پردہ تھا۔ حافظانِ حدیث امام ابوزرعہ رازی و امام محمد بن اسلم طوسی اور ان کے ساتھ بے شمار طالبانِ علم و حدیث حاضرِ خدمت ہوئے اور گڑگڑا کر عرض کیا کہ اپنا جمال مبارک ہمیں دکھایئے اور اپنے آبائے کرام سے ایک حدیث ہمارے سامنے روایت فرمایئے۔ امام نے سواری روکی اور غلاموں کو حکم فرمایا کہ پردہ ہٹالیں خلق کی آنکھیں جمال مبارک کے دیدار سے ٹھنڈی ہوئیں۔ دو گیسو شانہ مبارک پر لٹک رہے تھے۔ پردہ ہٹتے ہی خلق کی یہ حالت ہوئی کہ کوئی چلاتا ہے، کوئی روتا ہے، کوئی خاک پر لوٹتا ہے، کوئی سواری مقدس کا سُم چومتا ہے۔ اتنے میں علما نے آواز دی: خاموش۔ سب خاموش ہو رہے۔" ﴿جلد ۹، صفحہ ۱۳۲﴾

جلد نمبر ۱۰:۔

رؤیتِ ہلال کے مسئلے کے ذیل میں فرماتے ہیں:

"جب منجمین مسلمین ثقات عدول کے بیان کا یہ حال تو آج کل کی جنتریاں جو عموماً ہنود وغیرہم کفار شائع کرتے ہیں یا بعض نیچری نام کے مسلمان یا بعض مسلمان بھی تو وہ بھی انہی ہنودانی جنتریوں کی چوری سے' کیا قابلِ التفات ہو سکتی ہیں؟ فقیر نے بیس برس سے بڑی بڑی نامی جنتریاں دیکھیں، اول صرفی وقت ہی ناقص و مختل ہے، پھر ان جنتری سازوں کو اس کی بھی پوری تمیز نہیں، تقویمات کواکب میں وہ وہ سخت فاحش غلطیاں دیکھنے میں آئیں جن میں کوئی

کہ دار پر بھی نہ چڑھنا پھر یہ کیا اور ان کی جنتری کیا اور ان کی دوج اور یہ دوا کی کے پیدا!
ششم قیاسات وقرائن۔ مثلاً چاند بڑا تھا روشن تھا دیر تک رہا تو ضرور کل کا تھا، آج بیٹھ کر نکلا تو ضرور چودھویں ہے۔ اٹھائیسویں کو نظر آیا تھا مہینہ تیس کا ہوگا، اٹھائیسویں کو بہت دیکھا نظر نہ آیا مہینہ انتیس کا ہوگا۔ یہ قیاسات تو حسابات کی وقعت بھی نہیں رکھتے، پھر ان پر عمل محض جہل وضلال ہے۔" ﴿جلد ۱۰، صفحہ ۴۳۹﴾

جلد نمبر ۱۱:۔

ایک بالغہ شیعہ لڑکی (جو سنی مذہب بھی قبول کر چکی ہے) کے سنی لڑکے سے اپنے والدین کی اجازت کے بغیر شادی کرنے کے مسئلے میں فرماتے ہیں۔

"بالغہ پر ولایت جبریہ کسی کی نہیں خصوصاً اس حالت میں وہ سنیہ ہے اور باپ رافضی، عدم کفاءت کی وجہ کوئی سائل نے نہیں لکھی۔" ﴿جلد ۱۱، صفحہ ۱۷۶﴾

جلد نمبر ۱۲:۔

حدیث مبارکہ "لا تنکحوھن الا باذنھن" عورتوں کا نکاح نہ کرو جب تک ان کی مرضی نہ ہو۔ کے متعلق فرماتے ہیں:

"امام حافظ زکی الملۃ والدین عبدالعظیم منذری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں: اس حدیث کی سند جید اور اس کے سب راوی ثقات مشہورین ہیں اھ۔ سبحان اللہ اس حدیث جلیل کو دیکھیے دختر ناکتخدا کو نکاح سے انکار، باپ کو اصرار، باپ حضور کی بارگاہ میں شکایت کرتے ہیں، صاحبزادی دربار اقدس میں قسم کھاتی ہیں، کبھی نکاح نہ کروں گی۔ اس پر حضور اقدس (ﷺ) نہ اس انکار کرنے والی پر ناراض ہوتے ہیں نہ یہ اعتراض کرتے ہیں بلکہ اولیا کو ہدایت فرماتے ہیں کہ جب تک ان کی مرضی نہ ہو ان کا نکاح نہ کرو، کہاں یہ ارشاد ہدایت بنیاد کہاں وہ جبروتی حکم زبردستی کا ظلم کہ اگرچہ ایک بار نکاح ہو چکا اب بیوہ ہو گئی خواہی نخواہی دوبارہ نکاح پر جبر کرو اور پھر بیوہ ہو تو پھر سہ بارہ کا دباؤ اگر مان لے تو خیر اور انکار کرے تو کافرہ ہو گئی، اور ساتھ کے اولیا کی بھی خیر نہیں اگر وہ خواہی نخواہی نکاح نہ کردیں تو ان پر بھی معاذ اللہ عزوجل غضب ٹوٹے جیا [illegible] بالله بچہ پلید کی طرح نجاست ہوں، مرتے وقت ایمان جانے کا اندیشہ، مزہ یہ کہ ان حضرات کے نزدیک ایک حکم شریعت مطہرہ کا انہوں نے چھوڑا دوسرے حکم فرض قطعی کے ترک کی یہ مسلمانوں کو تاکید کرتے ہیں کہ وہ مر جائیں تو ان کی نماز جنازہ نہ پڑھو۔" ﴿جلد ۱۲، صفحہ ۲۹۹﴾

جلد نمبر ۱۳:۔

کھدو کھڑی کے ایک مسئلے کے متعلق فرماتے ہیں:

علاج لازم ہوتا کہ انسان سے معذور و مجبور بھی نکل رہا جاتا، نماز عبادت بندگی ہے اور بندگی
کمال تذلل و فروتنی و ذکر حضور دم ہونا۔" ﴿جلد ۱۶، صفحہ ۳۳۲﴾

جلد نمبر ۱۷:۔

سیونگ بنک میں پیسے جمع کرانے کے ایک استفتاء کے جواب میں فرماتے ہیں:

"سود مطلقاً حرام ہے "احل الله البیع وحرم الربو" اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: حرام کیا ہے اللہ تعالیٰ نے سود کو۔ ہاں اگر کسی کا اپنا مطالبہ واجبہ یا مباحہ جائزہ زید پر آتا ہو۔"

﴿جلد ۱۷، صفحہ ۳۷۶﴾

جلد نمبر ۱۸:۔

ایک مسئلہ (جس میں ذکر کیا گیا ہے کہ ایک شخص کی دو بیویاں ہیں، اور ہر بیوی سے ایک لڑکا ہے لیکن اس نے اپنی دوسری بیوی کی خاطر پہلی بیوی کی اولاد کو ورثہ سے محروم کیا ہے، جبکہ پہلی بیوی کا لڑکا اس کے ساتھ کاروبار میں شریک بھی رہا ہے) کے متعلق فرماتے ہیں:

"تجارت و زراعت وغیرہا جس کام میں فرزند نے اپنے باپ کی اعانت و مددگاری کے طور پر کچھ کمایا وہ صرف ملک پدر ہے یعنی جب تک اس کا خورد و نوش ذمۂ پدر تھا اور اپنا کوئی ذاتی مال و کسب جداگانہ نہ رکھتا تھا کہ اسے حرفت پدری میں جس طرح سعید بیٹے اپنے باپ کی اعانت کرتے اور اسے کام کی تکلیف سے محفوظ رکھتے ہیں اس کا معین و مددگار تھا تو جو کچھ اسکی متعدد حالت میں کمایا سب باپ کا ہے جس میں بیٹے کے لیے کوئی حق ملک نہیں۔"

﴿جلد ۱۸، صفحہ ۱۲۶﴾

جلد نمبر ۱۹:۔

ایک عامل باصلاحیت عالم دین واعظ کا وظیفہ مقرر کرنے کے متعلق فرماتے ہیں:

"اگر فی الواقع وہ شخص علمائے اہلسنت و جماعت سے ہے بحمد اللہ تعالیٰ سے ہے اور جو باتیں حقیقۃً شرک ہیں انہیں کے معتقد کو مشرک کہتا ہے اور احکام مشرکین میں داخل کرتا ہے اور جو نو پیدا باتیں مخالف شریعت و مزاحم سنت ابتداء کی گئیں انہیں کو بدعت شرعیہ و مذمومہ و شنیعہ جانتا اور ان سے نہی و تحذیر کرتا ہے اور شعائر اسلام صلوٰۃ و صیام وغیرہا کے احکام صحیح صحیح سکھاتا، اور بہ رعایت شرائط وقوع اور وجوب امر بالمعروف اور نہی عن المنکر بجا لاتا ہے، اور وعظ میں روایات باطلہ و حکایات مخترعہ و بیانات منکرہ و اوہام و مغلطۂ خیالات عوام سے احتراز رکھتا، اور علم کافی و فہم صافی کے ساتھ ہدایت و ارشاد میں ٹھیک معیار شرع پر چلتا ہے تو اسے نہ صرف عالم بلکہ اس زمانہ میں ارکان دین و سلطنت و خلفائے رسالت علیہ افضل الصلوٰۃ والتحیۃ و الثناء سے جناب رب

المنز قمیں و خوشنودی سید الکونین سے جل جاؤ ﷺ۔" «جلد ۱۹، صفحہ ۳۳۳»

جلد نمبر ۲۰:

"عجائب المخلوقات" کے حوالے سے ایک استفتاء (جس میں ایک ایسی مچھلی کے متعلق بیان کیا گیا تھا جو عورت کے مشابہ ہوتی ہے) کے متعلق فرماتے ہیں:

"یہ مچھلی "عجائب المخلوقات" میں ذکر کی اگر اس کا وجود پردہ عالم مثال و خیال سے باہر ثابت ہو تو ان نوادر سے ہے جو برو بحر بھی کسی سیاح کی نظر پڑے اور عامۂ ناس ان کے رسم و اسم سے آگاہ نہیں۔" «جلد ۲۰، صفحہ ۳۳۳»

جلد نمبر ۲۱:

غالباً ترک کے متعلق ایک استفتاء کے جواب میں فرماتے ہیں:

"ترک اور ترکی نے کیا جانا کیا ترک۔ صدہا سال سے حامیان دین متین اور حافظان بیضۂ دین خادمان حرمین محترمین اور پاسبان قلب دین ہیں ان کے اعیان و شرفا کہ جن سلطان کہلانے والوں سے افضل و اعلیٰ خیر خواہی و نصیحت اور بقدر قدرت اعانت کی ترغیب بلا خلافت پر موقوف جاننا جہالت اور اس کے لیے محض بلا وجہ احادیث متواترہ و اجماع صحابہ و اجماع تابعین و اجماع ائمہ دین و عقیدہ با جملہ اہلسنت و جماعت کا رد کرنا اور خارجیوں معتزلیوں کا دامن پکڑنا ضلالت۔"

«جلد ۲۱، صفحہ ۲۶۲ تا ۲۶۷»

جلد نمبر ۲۲:

اس جلد میں رسالہ "مروج النجا لخروج النساء" جو کہ عورتوں کے پردے کے متعلق تحریر کیا گیا ہے اس میں ویسے تو کافی مقامات پر آپ نے ہم قافیہ الفاظ استعمال کیے ہیں جو کہ رسالے کی زینت کو دوبالا کرتے ہیں۔ ان میں سے ایک اقتباس یہ ہے۔

"رہے وہ مواضع جو محارم و احباب کسی کے مکان نہیں اگر وہاں تنہائی و خلوت ہے تو شوہر یا محرم کے ساتھ جانا ایسا ہی ہے جیسے اپنے مکان میں شوہر و محارم کے ساتھ رہنا اور مکان قید و حفاظت ہے کہ ستر و تحفظ پر اطمینان حاصل اور اندیشہ فتنہ یکسر زائل تو یوں بھی حرج نہیں، اس قید کے بعد استثناء ایک روزہ راہ کی حاجت نہیں کہ بے معیت شوہر یا مرد محرم عاقل بالغ قابل اعتماد حرام ہے اگرچہ محل خالی کی طرف ہو یہ کہ عورت کا تنہا مقام دور کو جانا اندیشۂ فتنہ سے عاری نہیں تو وہی قید اس کے اخراج کو کافی اور اگر مجمع جلوت ہے تو بے حاجت شرعی اجازت نہیں، خصوصاً جہاں فضولیات و بطالات و جہالات کا جلسہ ہو جیسے پیر تماشے، باجے، ناچنے، ندیوں کے پن گھٹ، ناؤ چڑھانے کے جمگھٹ، بے نظیر کے میلے، پھول والوں کے جھمیلے، نوچندی کی

باجے، مصنوعی کربلائیں، علم تازیوں کے کاوے، تخت جریدوں کے دھاوے، حسین آباد کے جلوے، عباسی درگاہوں کے ہلڑے، ایسے مواقع مردوں کے جانے کے بھی نہیں۔"

﴿جلد۲۲، صفحہ ۲۲۳۔۲۲۵، و احکام شریعت صفحہ ۲۰۹ مطبوعہ شبیر برادرز، لاہور﴾

آپ نے اسی میں شرط علم کے تحت ان شرائط کا بھی ذکر فرمایا ہے جن میں خواتین کا گھر سے نکلنا جائز ہے۔ ان سب کو ایک ترتیبی وزن کے ساتھ نہایت ہی خوب صورت انداز میں مزین فرمایا ہے۔

۱) قابلہ ۲) غاسلہ ۳) نازلہ ۴) مریضہ ۵) مضطرہ ۶) حاجہ ۷) مجاہدہ ۸) مسافرہ ۹) کاسبہ۔ ﴿ایضاً﴾

اس کے علاوہ مزید تین صورتیں اور بھی بیان فرمائیں۔ ۱) شاہدہ ۲) طالبہ ۳) مطلوبہ۔

﴿جلد۲۲، صفحہ ۲۳۶﴾

جلد نمبر ۲۳:۔

مجلس ذکر شہادت کے متعلق فرماتے ہیں:

"مجلس ذکر شہادت اگر روایات باطلہ سے ہو تو مطلقاً ناروا اور روایات صحیحہ سے ہو تو اگر تجدید غم و جلب بکاء مقصود ہے بیشک نامحمود ہے اور اگر ذکر فضائل محبوبان خدا مراد ہے تو مورد رحمت بلاشبہ ہے۔"

﴿جلد۲۳، صفحہ ۷۳۶﴾

جلد نمبر ۲۴:۔ ایک شعر ؎

لی خمسة اطفی بها حر الوباء الحاطمة + المصطفیٰ والمرتضیٰ وابناهما والفاطمة

کے متعلق جواب استفتاء میں فرماتے ہیں:

"مضمون شعر فی نفسہٖ حسن ہے اور محبوبان خدا سے توسل محمود اور ذکر خمسہ پر طبیعہ مردود کہ بعد حضور اقدس (ﷺ) چار میں حصر غیر مقصود، صرف ثانی زیادت نہیں۔" ﴿جلد۲۴، صفحہ ۱۸۰﴾

جلد نمبر ۲۵:۔

[illegible] کے متعلق فرماتے ہیں:

"بالجملہ عند التحقیق اس مسئلہ میں سوا حکم اباحت کے کوئی راہ نہیں ہے خصوصاً ایسی حالت میں کہ مجاورین حرمین و غیرہا عام مومنین بلاد و بقاع تمام دنیا کو اس سے ابتلا ہے تو عدم جواز کا حکم دینا عامۂ امت مرحومہ کو معاذ اللہ فاسق بنانا ہے جسے ملت حنفیہ کی سہلہ سمحہ بیضا ہرگز گوارا نہیں فرماتی۔"

﴿جلد۲۵، صفحہ ۸۹﴾

جلد نمبر ۲۶:۔

وہ علوم جن کی تخصیص صرف باری تعالیٰ کی ذات سے ہے، ان کے متعلق فرماتے ہیں:

"معلم کا اقصیٰ غایات کمالات پر ہونا کہ معلوم کی ذات ذاتیات عرض احوال لازمہ مفارقہ ذاتیہ

اضافیہ ماننے آئینہ موجودہ فلکہ سے کوئی ذرہ کسی وجہ پر تجلی نہ ہو سکے۔" ﴿جلد ۲۶، صفحہ ۲۷۲﴾

جلد نمبر ۲۷:۔

رسالہ "معین مبین بہر دور شمس و سکون زمین" کے آخر میں فرماتے ہیں:

"بالغرض یہ سب بکھیڑے ہیں پھر آفتاب کے دورے کو زمین کے زلزلوں، طوفانوں، بجلیوں، بارشوں سے کیا نسبت ہے۔ کیا یہ احکام منجموں کے لیے بے سروپا خیالات کے مثل نہیں کہ فلاں گرہ یا جوگ یا نچھتر کے اثر سے دنیا میں یہ حادثات ہوئے جس کو تم بھی خرافات کہتے ہو اور واقعی خرافات ہیں، پھر آفتاب کیا امریکہ کی پیمائش یا وہیں کا ساکن ہے کہ اس کی مسامتت خاص ممالک متحدہ کا صفایا کرے گی۔ کل زمین سے اس کو تعلق کیوں نہ ہوا، یہاں تم پر اور مواخذات بھی ہیں مگر ۱۷ دسمبر کے ۱۷ پر ہی اکتفا کریں۔" ﴿جلد ۲۷، صفحہ ۲۳۲﴾

جلد نمبر ۲۸:۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ کے پیدائشی مسلمان ہونے کے متعلق استفتاء میں فرماتے ہیں:

"حضرت امیر المومنین، مولی المسلمین، امام الواصلین، سیدنا علی المرتضی مشکل کشا کرم اللہ وجہہ الاسنی اور حضرت امیر المومنین امام المشاہدین افضل الاولیاء المحمدیین سیدنا و مولانا صدیق اکبر عتیق اطہر علیہ الرضوان الاجل الاظہر دونوں عالم ذریت سے روز ولادت، روز ولادت سے سن تمیز، سن تمیز سے ہنگام ظہور پُر نور آفتاب بعثت، ظہور بعثت سے وقت وفات، وقت وفات سے ابد الآباد تک بحمد اللہ موحد و موقن و مسلم و مومن و طیب و زکی و طاہر و نقی تھے اور ہیں اور رہیں گے۔"

﴿جلد ۲۸، صفحہ ۳۵۸﴾

جلد نمبر ۲۹:۔

ابو طالب کے کفر کے متعلق اپنے رسالہ کی فصل ہشتم میں فرماتے ہیں:

"جب ابو طالب کا کفر اظہر کالشمس ہے آپ کو تو "رضی اللہ تعالیٰ عنہ" کہنے کا کیونکر اختیار، اگر اختیار ہے تو اللہ عزوجل پر افتراء کفار کو رضائے الٰہی سے کیا بہرہ، اور اگر دعا ہے کما ھو الظاہر (جیسا کہ ظاہر ہے دعا ہے)" ﴿جلد ۲۹، صفحہ ۷۳۸﴾

جلد نمبر ۳۰:۔

مولانا عبد الوحید صاحب کے ایک دریافت کردہ استفتاء کے جواب میں فتوے کے شروع میں آپ نے چند القاب "حضرت ممدوح" کی طرف منسوب کیے ہیں۔

"حامی سنن، ماحی فتن، عمدہ حسن، مددی محن، مولانا وحید زمن، مسکن کرم باطنی و حاوی الاحسن الیکن یا ذا المسن ا۔" ﴿جلد ۳۰، صفحہ ۷۳﴾

◆◆◆◆◆

اہلِ علم کی خدمت میں تحفۂ کاظمی

از تبرکات: غزالیِ زماں علامہ سید احمد سعید کاظمی قدس سرہ السامی

لنڈن ڈیری، شمالی آئرلینڈ میں ایک اہم مقام ہے، وہاں گرمیوں کے موسم میں چند راتیں ایسی آتی ہیں کہ غروب آفتاب کے بعد فوراً طلوع صبح صادق ہو جاتا ہے۔ نماز عشاء کا وقت نہیں آتا، تو یہاں عشاء کی نماز کیسے پڑھی جائے؟ ایسا ہی مانچسٹر اور دیگر (یورپ) میں بھی ہوتا ہے۔

زیر نظر مضمون شمالی آئرلینڈ میں بسنے والے مسلمان بھائیوں کی طرف سے آنے والے ایک استفتا کا جواب ہے، جو امام اہل سنت غزالی زماں علامہ سید احمد سعید کاظمی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اپنے مخصوص محققانہ انداز میں تحریر فرمایا ہے۔

اس مسئلہ میں امام حلوانی علیہ الرحمۃ اور صاحب کنز الدقائق علیہ الرحمۃ ایسے متقدم اور جلیل القدر فقہاء کرام کے نماز کے عدم وجوب کے اقوال موجود ہیں، اور انہوں نے اوقات صلوٰۃ کو اسباب صلوٰۃ گردانتے ہوئے مذکورہ علاقہ میں نماز عشاء کے عدم وجوب کا قول فرمایا ہے اور اس پر بہت وزنی دلائل بھی پیش کیے ہیں، تاہم علامہ کاظمی علیہ الرحمۃ نے اپنی تحقیق و تنقیح کے بعد ترجیحی پہلو پر روشنی ڈالی ہے، مضمون خالصتاً علمی بحث پر مشتمل ہے، علمی حلقوں میں یقیناً اسے قدر کی نگاہ سے دیکھا جائے گا۔

تحریک فکر رضا، ممبئی

استفتاء

۱۔ کیا فرماتے ہیں علمائے کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ شمالی آئرلینڈ میں ایک مقام کا نام لنڈن ڈیری ہے، جس کا عرض البلد شمالی 55 درجے ہے اور طول البلد غربی ۷ درجہ ۲۰ دقیقہ ہے، وہاں موسم گرما کی چند راتوں میں غروب آفتاب سے لے کر صبح صادق ہونے تک تقریباً سوا تین گھنٹے کا زمانہ ہوتا ہے اور ان راتوں میں وہاں غروب آفتاب سے لے کر آدھی رات کو صبح صادق ہو جاتی ہے۔ اگر کوئی آدمی وہاں ان راتوں میں مغرب کی نماز پڑھ کر فوراً عشاء کی نماز پڑھ لے تو عشاء کا فرض ادا ہو جائے گا یا نہیں؟

۲۔ اگر کوئی آدمی وہاں ان راتوں میں غروب آفتاب کے گھنٹہ یا سوا گھنٹہ کے بعد عشاء کی نماز پڑھ لے تو عشاء کا فرض ادا ہو جائے گا یا نہیں؟

۳۔ ان ایام میں وہاں عشاء کی نماز کس وقت پڑھی جائے؟ نماز تراویح کا حکم بھی بتایا جائے۔

نوٹ: ہر سوال کا جواب جدا جدا صرف قرآن و حدیث کے حوالے سے ہی مطلوب ہے، فقہ کے حوالے سے نہیں، کیونکہ بعض فقہاء کا قول ہے کہ ایسی جگہ ان ایام میں عشاء کی نماز فرض ہی نہیں ہے جب کہ قرآن

وقت میں کسی نماز کی معافی کا کوئی تصور نہیں ہے۔

سائل: محمد مسعود، آئرلینڈ

الجواب

بسم اللہ الرحمن الرحیم۔

نحمدہٗ ونصلی علی رسولہ الکریم وعلیٰ آلہٖ و اصحابہ اجمعین

پہلے سوال کی عبارت میں تعارض معلوم ہوتا ہے مگر اس سے قطع نظر کرتے ہوئے تینوں سوالوں کے جواب نمبروار تحریر کیے جاتے ہیں۔

(۱) وہاں مغرب کی نماز پڑھنے کے فوراً بعد اگر عشاء کی نماز پڑھی گئی تو عشاء کا فرض ادا نہ ہوگا۔

(۲) صورت مسئولہ میں عشاء کی نماز کا وجوب طلوع فجر کے بعد ہی ہوگا اس لیے طلوع فجر سے پہلے عشاء کی نماز پڑھی گئی تو ذمہ سے ساقط نہ ہوگی۔

(۳) عشاء کی نماز طلوع فجر کے بعد پڑھی جائے گی، ترتیب کا تقاضا یہ ہے کہ پہلے عشاء کی نماز پڑھیں، اس کے بعد فجر کی نماز ادا کریں۔ اس مسئلہ میں علما کا اختلاف ہے۔ بعض کا قول یہ ہے کہ جب تک نماز کا وقت متحقق نہ ہو نماز فرض نہیں ہوتی، گویا وقت کا ہونا نماز کی فرضیت میں ان کے نزدیک اصل ہے لیکن بعض دوسرے فقہا کہتے ہیں کہ اوقات اصل نہیں بلکہ صلوات خمس کا وجوب اصل ہے ان کا کہنا ہے کہ یہ اصل پانچ نمازیں فرض کی گئی ہیں جن میں سے ایک کا کم ہونا بھی دلائل قطعیہ کے خلاف ہے۔ بخاری شریف میں حدیث اسراء کے الفاظ "کلمات هی خمسون لایبدل القول لدی" اور اس کے علاوہ بے شمار احادیث میں پانچ نمازوں کا ذکر ہوا وارد ہے، وہ اتنی کثیر التعداد ہیں جن کا مضمون حد تواتر تک پہنچ گیا ہے۔ پھر امت کا اجماع قطعی بھی پانچ نمازوں کی فرضیت پر ہے جس کے پیش نظر ایک نماز کی کمی بھی متصور نہیں ہو سکتی۔ ان فقہا کی تحقیق یہ ہے کہ جس جگہ کسی نماز کا وقت خاص نہ آئے وہاں نماز فرض ہوگی وہ یہ بھی تسلیم کرتے ہیں کہ نماز فرض موقت ہے جیسا کہ قرآن مجید میں ارشاد فرمایا "ان الصلوۃ کانت علی المؤمنین کتبا موقوتا" نمازوں کے اوقات خاص کا ذکر بے شمار احادیث میں وارد ہے اور اس پر امت کا اجماع بھی ہے۔ مگر ان اوقات مخصوصہ کو یہ فقہائے کرام بطور علامت مانتے ہیں۔ جہاں وہ اوقات پائے جائیں گے پانچ نمازیں ان پر تقسیم کر دی جائیں گی۔ اور اگر کسی مقام پر کسی نماز کا وقت خاص متحقق نہ ہو تو نماز کا نفس وجوب ان کے نزدیک ساقط نہ ہوگا اور تقدیری وقت میں اس نماز کا پڑھنا واجب ہوگا۔ جیسے بلغار یہ کا وہ مقام جس کے متعلق سوال کیا گیا ہے کہ وہاں وقت مغرب کے بعد طلوع فجر ہو جاتا ہے اور عشاء کا وقت نہیں آتا، نفی وجوب کے قول پر کنز، درر اور ملتقی میں جزم کیا اور بقالی نے اسی کے مطابق فتویٰ دیا، حلوانی اور مرغینانی نے اسی کے ساتھ اتفاق کیا، شرنبلالی اور حلبی نے اسی کو راجح قرار دیا اور اس مسئلہ میں ان دونوں نے وسیع کلام کیا، حلوانی پہلے

وجوب کا فتویٰ دیتے تھے پھر انہوں نے امام حلوانی کی موافقت کرلی لیکن امام برہان کبیر مسئلہ مذکورہ میں عشاء کا وقت نہ آنے کے باوجود بھی نماز عشاء کی فرضیت کے قائل ہیں، کمال الدین امام ابن ہمام صاحب فتح القدیر نے امام برہان کبیر کے قول کو اختیار کیا اور ابن الشحنہ نے امام ابن ہمام کی اتباع کی اور ان کے قول کی تصحیح فرمائی۔ محقق ابن امیر الحاج اور علامہ شیخ قاسم نے بھی امام ابن ہمام کے قول کو برقرار رکھا۔

یہ درست ہے کہ مسئلہ مذکورہ میں نماز عشاء کے وجوب اور عدم وجوب کے دونوں قولوں کی تصحیح کی گئی ہے لیکن وجوب کا قول صاحب مذہب مجتہد امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے قول سے مؤید ہے اور اس مسئلہ میں حضرت امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ سے ان کا کوئی قول یا مذہب منقول نہیں، جتنے اقوال ہیں سب فقہائے حنفیہ کے اقوال ہیں۔ ہمارے نزدیک مسئلہ زیر بحث میں قائلین فرضیت صلوٰۃ کا قول راجح ہے کیونکہ اس کی ترجیح کے دلائل اقویٰ ہیں، دجال سے متعلق ایک حدیث بھی اس کی روشن دلیل ہے۔ حضرت نواس بن سمعان رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دجال کے زمین میں ٹھہرنے کی مدت بیان فرماتے ہوئے ارشاد فرمایا: "اربعون یوماً یوم کسنۃ ویوم کشھر ویوم کجمعۃ وسائر ایامہ کایامکم قلنا یارسول اللہ فذلک الیوم الذی کسنۃ اتکفینا فیہ صلوٰۃ یوم قال لا اقدروا لہ قدرہ۔ (صحیح مسلم، ج ۲، ص ۴۰۱، جامع ترمذی، ج ۲، ص ۴۷)

اس حدیث میں تقدیر اوقات کا حکم صراحۃً وارد ہے اور اسے خروج دجال کے ایام کے ساتھ خاص کرنا بلا دلیل ہے۔ تقدیر وقت سے مراد نماز کے وقت خاص کا ذہنی طور پر وجود فرض کرنا ہے، عام اس سے کہ اس کے فرضی وجود کے بعد اسے پھر معدوم فرض کرلیا جائے جیسا کہ ایام بلغار میں نماز عشاء کے وقت خاص کی تقدیر کے معنی یہی ہیں کہ یہ فرض کرلیا گیا کہ "نماز کا وقت آیا اور گزر گیا" یا اس کے فرضی وجود کے بعد اسے موجود ہی فرض کیا جائے جیسا کہ ایام دجال میں نمازوں کے "فرضی اوقات خاصہ" کو موجود فرض کیا جائے گا اور اسی لیے ان ایام کی نمازیں ادا قرار پائیں گی۔

بخلاف امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے کہ وہ صورت مسئولہ میں "تقدیر اوقات باقرب البلاد" کے قائل ہیں۔

چونکہ "وجوب ادا"، "نفس وجوب" کی فرع ہے اس لیے حدیث دجال کو قائلین وجوب نے دلیل وجوب قرار دیا ہے اور تقدیر اوقات خاصہ کو "وجوب ادا" کے لیے سبب مانا ہے۔ اگر نفس وجوب ان کے نزدیک منتفی ہو تو وجوب ادا کے لیے تقدیر اوقات کی حاجت نہیں رہتی۔ بنا بریں امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کا قول بھی قائلین وجوب کا مؤید ہے۔ اس تفصیل سے یہ حقیقت بھی واضح ہوگئی کہ صورت مسئولہ میں ان قائلین وجوب صلوٰۃ کے نزدیک جو اس کے وقت کا آنا اور گزر جانا فرضی مانتے ہیں، نماز عشاء پڑھنے والا ادا یا قضا کی نیت نہ کرے گا کیونکہ ادا کا وقت متحقق نہیں ہوا اور قضا فرع ہے ادا کی، اصل کے بغیر فرع کا تحقق کیسے ہو؟ لہٰذا ادا یا قضا کی تعیین کے بغیر عشاء کے فرض پڑھے جائیں گے۔ عند اللہ قضا ہو یا ادا، بہر صورت

نمازی بری الذمہ ہو جائے گا، "وتر" "فرض عشاء" کے تابع ہیں اس لیے فرض عشاء کی طرح ان کا پڑھنا بھی واجب ہے لیکن نماز تراویح نہ پڑھیں گے کیونکہ یہ فرض کرلیا گیا ہے کہ نماز عشاء کا وقت آیا اور گزر گیا۔

خلاصہ یہ ہے کہ صورت مسئولہ میں نماز عشاء کا قول ہمارے نزدیک صحیح ہے اور اس مسئلہ میں ہم امام برہان الدین کبیر اور محقق علی الاطلاق امام کمال الدین ابن ہمام صاحب فتح القدیر اور ابن شحنہ اور صاحب تنویر الابصار متن درمختار کی اتباع کرتے ہیں، محقق ابن امیر الحاج اور علامہ شیخ قاسم اور علامہ ابن عابدین شامی وغیرہم نے بھی اسی قول کو اختیار کیا ہے۔

اگر حدیث دجال کو بالعموم تقدیر وقت کی دلیل قرار نہ دیا جائے تو ایسے مقامات جہاں سورج غروب ہوتے ہی طلوع فجر ہو جاتا ہے، رات آتی ہی نہیں وہاں نمازوں کے علاوہ روزے کا مسئلہ بھی سامنے آئے گا۔ نص قرآنی "فمن شهد منكم الشهر فليصمه" کے مطابق وہاں بھی شہود شہر کے متحقق ہونے کی وجہ سے روزہ فرض ہوگا مگر طلوع فجر سے غروب شمس تک وہاں روزہ رکھنا ہلاکت کا موجب ہے کیونکہ رات کا وقت بھی دن میں شامل ہو گیا، اس کا حل تقدیر وقت سے ہی ہو سکتا ہے جو صرف حدیث دجال سے مستفاد ہے۔

اسی طرح اگر اللہ تعالیٰ ماہ رمضان المبارک میں کسی قوم پر سورج کو روک لے تو نمازوں کے علاوہ روزہ کا مسئلہ بھی پیدا ہوگا، وہاں کیسے کر روزہ رکھا جائے گا اور طلوع و غروب شمس سے جو احکام شرعیہ متعلق ہیں مثلاً بیوہ عورت کی عدت، بیع سلم کی مدت، کیونکر مقرر ہو سکے گی، تقدیر وقت کے سوا اس کا کوئی حل نہیں جس کی دلیل حدیث دجال ہی ہے۔ مختصر یہ کہ ہمارا یہ جواب قرآن و حدیث کی روشنی میں واضح ہے جس کی تائید فقہاء کے ایک گروہ کے اقوال سے بھی ہوتی ہے، اختلاف اقوال ہمارے جواب کے حق میں مضر نہیں، کیونکہ وجوہ ترجیح ہم وضاحت کے ساتھ بیان کر چکے ہیں۔

اب ہم عبارات فقہیہ اور اقوال فقہا نقل کرتے ہیں، جو ہمارے اس جواب سے متعلق ہیں۔

۱۔ (وفاقد وقتهما) كبلغار فإن فيها يطلع الفجر قبل غروب الشفق في أربعينية الشتاء (مكلف بهما فيقدر لهما) ولا ينوي القضاء لفقد وقت الأداء به أفتى البرهان الكبير واختاره الكمال وتبعه ابن الشحنة في ألغازه فصححه فزعم المصنف أنه المذهب (وقيل لا) يكلف بهما لعدم سببهما وبه جزم في الكنز والدرر والملتقى وبه أفتى البقالي ووافقه الحلواني والمرغيناني ورجحه الشرنبلالي والحلبي وأوسعا المقال ومنعا ما ذكره الكمال قلت ولا يساعده حديث الدجال لأنه وإن وجب أكثر من ثلاثمائة ظهر مثلا قبل الزوال ليس كمسألتنا لأن المفقود فيه العلامة لا الزمان وأما فيها فقد فقد الأمران. اهـ (الدر المختار على هامش رد المحتار۔ (مرکز: المکتبۃ الماجدیۃ، ۱۳۹۹ھ)، ج۱، ص۳۶۶ تا ۳۶۹)

۲۔ (قوله في أربعينية الشتاء) صوابه في أربعينية الصيف كما في البحر.

(رد المحتار - جلد اول، ص ۳۲۶)

۳۔ (قوله فيقدر لهم) هذا موجود في نسخ المتن المجردة ساقط من المنح ولم أر من سبقه إليه سوى صاحب الفيض حيث قال ولو كانوا في بلدة يطلع فيها الفجر قبل غيبوبة الشفق لايجب عليهم صلاة العشاء لعدم السبب، وقيل يجب ويقدر الوقت اهـ. بقي الكلام في معنى التقدير، والذي يظهر من عبارة الفيض أن المراد أنه يجب قضاء العشاء بأن يقدر أن الوقت أعني سبب الوجوب قد وجد كما يقدر وجوده في أيام الدجال على ما يأتي لأنه لا يجب بدون السبب، فيكون قوله ويقدر الوقت جواباً عن قوله في الأول لعدم السبب. وحاصله أنا لانسلم لزوم وجود السبب حقيقة بل يكفي تقديره كما في أيام الدجال. ويحتمل أن المراد بالتقدير المذكور هو ما قاله الشافعية من أنه يكون وقت العشاء في حقهم بقدر ما يغيب فيه الشفق في أقرب البلاد إليهم، والمعنى الأوّل أظهر، كما يظهر لك من كلام الفتح الآتي حيث ألحق هذه المسألة بمسألة أيام الدجال، ولأنّ هذه المسألة نقلوا فيها الاختلاف بين ثلاثة من مشائخنا وهم البقالي والحلواني والبرهان الكبير، فأفتى البقالي بعدم الوجوب، وكان الحلواني يفتي بوجوب القضاء، ثم وافق البقالي لما أرسل إليه الحلواني من يسأله عمن أسقط صلاة من الخمس أيكفر؟ فأجاب السائل بقوله من قطعت يداه أو رجلاه كم فروض وضوئه فقال له ثلاث لفوات المحل، قال فكذلك الصلوٰة، فبلغ الحلواني ذلك فاستحسنه ورجع إلى قول البقالي بعدم الوجوب. وأما البرهان الكبير فقال بالوجوب، لكن قال في الظهيرية وغيرها لاينوي القضاء في الصحيح لفقد وقت الأداء. واعترضه الزيلعي بأن الوجوب بدون السبب لايعقل، وبأنه إذا لم ينو القضاء يكون أداء ضرورة وهو: أي الأداء فرض الوقت ولم يقل به أحد، إذ لايبقى وقت العشاء بعد طلوع الفجر إجماعاً اهـ، وأيضاً فإن من جملة بلادهم ما يطلع فيها الفجر كما غربت الشمس، كما في الزيلعي وغيره، فلم يوجد وقت قبل الفجر يمكن فيه الأداء. إذا علمت ذلك ظهر لك أن من قال بالوجوب يقول به على سبيل القضاء لا الأداء، ولو كان الاعتبار بأقرب البلاد إليهم لزم أن يكون الوقت الذي اعتبروه لهم وقتاً للعشاء حقيقة بحيث تكون العشاء فيه أداء، مع أن القائلين هنا بالوجوب صرحوا بأنها قضاء وبفقد وقت الأداء، وأيضاً لو فرض أن فجرهم يطلع بقدر ما يغيب الشفق في أقرب البلاد إليهم لزم اتحاد وقتَي العشاء والصبح في حقهم، أو أن الصبح لايدخل بطلوع الفجر، إن قلنا إنّ الوقت للعشاء فقط ولزم أن تكون العشاء نهارية لايدخل وقتها إلّا بعد طلوع الفجر، وقد يؤدي أيضاً الى أن الصبح إنما يدخل وقته

بعد طلوع شمسهم وكل ذلك لا يعقل فتعين ما قلنا في معنى التقدير ولم يوجد نقل
صريح بخلافه. وأما مذهب الشافعية فلا يخفى على مذهبه ثم رأيت في الحلية ذكر ما
ذكره الشافعية ثم صرح بأن ظاهر حديث الدجال يفيد التقدير في خصوص ذلك البلد،
لأن الوقت يختلف باختلاف كثير من الأقطار، وهذا مؤيد لما قلنا، ولله الحمد، فافهم۔

قوله: (ولا ينوي القضاء الخ) قد علمت ما أورده الزيلعي عليه من أنه يلزم من عدم نية
القضاء أن يكون أداء ضرورة الخ، فيتعين أن يحمل كلام البرهان الكبير على وجوب القضاء
كما كان يقول به الحلواني. وقد يقال: لا مانع من كونها لا أداء ولا قضاء كما سمى بعضهم
ما وقع بعضها في الوقت أداء وقضاء، لكن المنقول عن المحيط وغيره أن الصلوة الواقع
بعضها في الوقت وبعضها خارجه يسمّٰى ما وقع منها في الوقت أداء، وما وقع خارجه يسمّٰى
قضاء اعتبارا لكل جزء بزمانه فافهم۔ (ردالمحتار، جلد اول، ص۳۶۶ـ۳۶۷)

ومن لا يوجد عندهم وقت العشاء كما قيل يطلع الفجر قبل غيبوبة الشفق عندهم
أفتى البقالي بعدم الوجوب عليهم لعدم السبب وهو مختار صاحب الكنز كما يسقط غسل
اليدين من الوضوء عن مقطوعهما من المرفقين وأنكره الحلواني ثم وافقه وأفتى الإمام
البرهاني الكبير بوجوبها ولا يرتاب متأمل في ثبوت الفرق بين عدم محل الفرض وبين سببه
الجعلي الذي جعل علامة على الوجوب الخفي الثابت في نفس الأمر وجواز تعدد المعرفات
للشيء فانتفاء الوقت انتفاء المعرف وانتفاء الدليل على الشيء لا يستلزم انتفاءه لجواز دليل
آخر وقد وجد وهو ما تواطأت أخبار الإسراء من فرض الله تعالى الصلوة خمسا بعد ما أمروا
أولاً بخمسين ثم استقر الأمر على الخمس شرعاً عاماً لأهل الآفاق لا تفصيل فيه بين أهل قطر
وقطر وما روي ذكر الدجال ورسول الله صلى الله عليه وسلم قلنا ما لبثه في الأرض قال
أربعون يوماً يوم كسنة ويوم كشهر ويوم كجمعة وسائر أيامه كأيامكم فقيل يا رسول الله
فذلك اليوم الذي كسنة أيكفينا فيه صلاة يوم قال لا اقدروا له رواه مسلم فقد أوجب أكثر من
ثلاثمائة عصر قبل صيرورة الظل مثلاً أو مثلين وقس عليه فاستفدنا أن الواجب في نفس
الأمر خمس على العموم غير أن توزيعها على تلك الأوقات عند وجودها ولا يسقط بعدمها
الوجوب وكذا قال صلى الله عليه وسلم خمس صلوات كتبهن الله على العباد ثم هل ينوي
القضاء الصحيح أنه لا ينوي القضاء لفقد وقت الأداء ومن أفتى بوجوب العشاء يجب على
قوله الوتر أيضاً اھ۔ [فتح القدير (کراچی: مکتبہ رشیدیہ)، جلد اول، ص ۱۹۷، ۱۹۸؛ نیز دیکھیے:
ردالمحتار، ج۱، ص۳۶۸]

فتح القدیر کا جواب جو حلبی نے دیا علامہ شامی اسے نقل کرنے کے بعد محشی در مختار فاضل ابراہیم حلبی کا جواب نقل کرتے ہیں، فرماتے ہیں!

"وقد كرّ عليه الفاضل المحشى بالنقض وانتصر للمحقق بما يطول فمن جملة ذلك انه قال ان ما قطعه ليس من باب القياس بل من باب الالحاق دلالة وقول البرهان الحلبى ان ما نحن فيه لم يوجد زمان يقدر للعشاء فيه وقت خاص ممنوع وذلك لان من يقدر يجعل لكل صلوة وقتا يخص بها لا يشاركها فيه غيرها اه اقول لا يخفى ان القائلين بالوجوب عندنا لم يجعلوا لتلك الصلوة وقتاً خاصاً بها بحيث يكون فعلها فيه اداء وخارجها قضاء كما هو فى أيام الدجال لان الحلوانى قال بوجوبها قضاء والبرهان الكبير قال لا ينوى القضاء لعدم وقت الاداء وبه صرح فى الفتح ايضاً فاين الالحاق دلالة مع عدم المساواة فلو كان بطريق الالحاق او القياس لجعلوا لها وقتا خاصا بها تكون فيه اداء وانما قدروه موجوداً لايجاب فعلها بعد الفجر وليس معنى التقدير ما قاله الشافعية كما علمت والالزام كونها فيه اداء قد علمت قول الزيلعى انه لم يقل به احد اى بكونها أداء لانه لا يبقى وقت العشاء بعد الفجر والاحسن فى الجواب عن المحقق الكمال بن الهمام انه لم يذكر حديث الدجال ليقيس عليه مسئلتنا او يلحقها به دلالة وانما ذكره دليلا على افتراض الصلوات الخمس وان لم يوجد السبب افتراضاً عاما لان قوله وما روى معطوف على قوله ما تواطأت عليه اخبار الاسراء وما أورده عليه من عدم الاعتراض على المحقق والكافل بجواب عنه بما قاله المحشى من ورود النص باخراجهما من العموم هنا وقد اقر ما ذكره المحقق تلميذاه العلامتان المحققان ابن امير حاج والشيخ قاسم والحاصل انهما قولان مصححان ويتأيد القول بالوجوب بانه قال به امام مجتهد وهو الامام الشافعى كما نقله فى الحلية عن المتولى عنه اه (قوله حديث الدجال) هو ما قدمناه فى كلام الكمال قال الاسنوى فيستثنى هذا اليوم مما ذكر فى المواقيت ويقاس به اليومان التاليان له قال الرملى فى شرح المنهاج ويجرى ذلك فيما لو مكثت الشمس عند قوم مدة اه ح قال فى امداد الفتاح قلت وكذلك يقدر لجميع الآجال كالصوم والزكاة والحج والعدة وآجال البيع والسلم والاجارة وينظر ابتداء اليوم فيقدر كل فصل من الفصول الاربعة بحسب ما يكون كل يوم من الزيادة والنقص كذا فى كتب الائمة الشافعية ونحن نقول بمثله إذ أصل التقدير مقول به اجماعا فى الصلوات اه" (ردالمحتار، ج ۱، ص ۲۶۸)

(قوله فقد فقد الامران) اى العلامة وهى غيبوبة الشفق قبل الفجر والزمان المعلم

وهو ما تقع الصلوة فيه اداء ضرورة أن الزمان الموجود قبل الفجر هو زمان المغرب وبعدهٗ هو زمان الصبح فلم يوجد الزمان الخاص بالعشاء وليس المراد فقد أصل الزمان كما لايخفىٰ نعم اذا قلنا بالتقدير هنا يكون الزمان موجودا تقديرا كما في يوم الدجال فلا يرد على المحقق والله تعالىٰ اعلم۔

لم أر من تعرض عندنا لحكم صومهم فيما اذا كان يطلع الفجر عندهم كما تغيب الشمس أو بعدهٗ بزمان لايقدر فيه الصائم على أكل مايقيم بنيته ولا يمكن أن يقال بوجوب موالاة الصوم عليهم لانه يؤدي الى الهلاك فان قلنا بوجوب الصوم يلزم القول بالتقدير وهل يقدر ليلهم باقرب البلاد اليهم كما قاله الشافعية ايضاً أم يقدر لهم بما يسع الاكل والشرب ام يجب عليهم القضاء فقط دون الاداء كل محتمل فليتأمل ولا يمكن القول هنا بعدم الوجوب اصلا كالعشاء عند القائل به فيها لان علة عدم الوجوب فيها عند القائل به عدم السبب وفي الصوم قد وجد السبب وهو شهود جزء من الشهر وطلوع فجر كل يوم هذا ما ظهر لي والله تعالىٰ اعلم۔ (ردالمحتار، ج۱، ص۳۶۹)

فقہاء مجتہدین کے اختلاف اقوال کی بنا پر ان کے حق میں بدگمانی سخت معصیت ہے، ہر مجتہد کا قول اس کے حق میں صواب کا حکم رکھتا ہے، خواہ وہ دوسرے مجتہد کے قول سے مختلف ہی کیوں نہ ہو، اس لیے ان کے اختلاف پر انہیں ملامت کرنا شرعاً نہایت مذموم اور گناہ ہے۔ بخاری و مسلم کی متفق علیہ حدیث میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے صحابہ کرام کی ایک جماعت کو بنو قریظہ کی طرف روانہ فرمایا اور انہیں تاکید فرمادی کہ عصر کی نماز ان میں سے کوئی شخص بنو قریظہ پہنچے بغیر نہ پڑھے۔ رسول اللہ ﷺ کا تاکیدی فرمان ہر صحابی کے پیش نظر تھا لیکن جب صحابہ نے دیکھا کہ اگر حضور ﷺ کے ارشاد کے مطابق بنو قریظہ پہنچ کر نماز پڑھی جائے تو قضا ہو جائے گی، تو بعض صحابہ نے بنو قریظہ پہنچنے سے پہلے ادا نماز پڑھی اور بعض نے بنو قریظہ پہنچ کر قضا پڑھی۔ جب رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں واپس پہنچے تو دونوں جماعتوں نے اپنا یہ اختلاف حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی خدمت میں پیش کیا (چونکہ سب مجتہد تھے اس لیے) رسول اللہ ﷺ نے ان میں سے کسی پر بھی ملامت یا سختی نہیں فرمائی، حدیث کے لفظ ہیں "فلم يعنف واحداً منهم"۔

(صحیح بخاری، ج۱، ص۱۲۹۔ ج۲، ص۵۹۱۔ صحیح مسلم، ج۲، ص۹۶)

خلاصہ یہ کہ امام برہان الدین کبیر، امام ابن الہمام صاحب فتح القدیر اور صاحب تنویر الابصار، علامہ قاسم ابن قطلوبغا، ابن امیر الحاج، ابن الشحنہ، علامہ شامی وغیرہم کے اقوال کی ترجیح و تصویب کی بنا پر یہی درست ہے کہ صورت مسئولہ میں عشاء کی نماز قضا یا ادا کی نیت کے بغیر طلوع فجر کے بعد پڑھی جائے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

(سید احمد سعید کاظمی غفرلہ۔ ۲۱/ ستمبر ۱۹۸۱ء)

ایں رہ نعت است نہ صحرا است

از: پروفیسر فاروق احمد صدیقی، بہار

میرے مقالے کا عنوان عرفی شیرازی کے درج ذیل شعر سے مستفاد ہے:

عرفی مشتاب ایں رہ نعت است نہ صحرا است + آہستہ کہ رہ بر دمِ تیغ است قدم را

عرفی کے اس شعر کو نعت گوئی کے سلسلے میں ایک رہنما اصول کی حیثیت سے تسلیم کرلیا گیا ہے۔ یعنی تمام علمائے نقد و نظر اور صاحبانِ علم و فن کا اتفاق ہے کہ نعت کی راہ شاعروں کی سخت ترین راہ ہے اور تمام اصنافِ سخن میں سب سے مشکل صنف، صنفِ نعت ہی ہے۔ یہ تیز تلوار کی دھار پر قدم رکھنے کے مترادف ہے۔ شاعر جب تک اقلیمِ عشق کا تاجدار، اسرارِ شریعت کا رازدار اور ساتھ ہی مؤید من اللہ نہیں ہو، اس صنف کی مشکلات سے عہدہ برآ نہیں ہوسکتا۔ یہاں کسی فکر و خیال کو کوئی پیکر عطا کرنے سے پہلے احتیاط کی چھلنی میں سو بار چھان لینا پڑتا ہے۔ کیوں کہ افراط و تفریط دونوں خطرے سے خالی نہیں اور خطرہ بھی جان کا نہیں ایمان کا۔ رسولِ گرامی وقار کی بارگاہِ قدس، جہاں آواز بلند کرنی بھی ضبطِ اعمال کا باعث ہے۔ وہاں تخیل کی بے راہ روی اور غیر ذمے دارانہ سخن سازی کی گنجائش کہاں۔ الوہیت اور رسالت کے درمیان جو نازک رشتہ ہے اُسے نبھانا ہر شخص کے حوصلے اور مقدور کی بات نہیں۔ جب تک فضلِ خداوندی اور کرمِ مصطفوی ﷺ شاملِ حال نہ ہو، اس وادیٔ پُرخار کو طے نہیں کیا جاسکتا۔ افراط و تفریط کس طرح خطرۂ ایمان بن جاتے ہیں، اس کی ایک ایک مثال ملاحظہ ہو:

توحید کے پلّے میں، وحدت کے سوا کیا ہے + جو کچھ ہمیں لینا ہے لے لیں گے محمد سے

(افراط)

مجھے دی ہے حق نے بس اتنی بزرگی + کہ بندہ بھی ہوں اس کا اور ایلچی بھی

(تفریط)

پہلے شعر کے کفر صریح ہونے میں بڑے سے بڑے صلح کل اہلِ فتویٰ کو تامل نہیں ہوسکتا اور دوسرے شعر کے منصبِ رسالت کے منافی ہونے میں کسی اہلِ علم و دانش کو تذبذب نہیں ہوگا۔ جب کہ ڈاکٹر سید وحید اشرف کچھوچھوی رقم طراز ہیں:

"نبی اور ایلچی ایک دوسرے کے مترادف نہیں اور یہاں نبی کو ایلچی کہنے کی کوئی ضرورت نہ تھی، جب کہ یہاں قافیہ کی بھی تنگی نہ تھی اور یہاں مصرعہ میں بڑی آسانی سے بجائے ایلچی کے نبی کا لفظ لایا جاسکتا ہے۔" [1]

جناب عمال پانی پتی لکھتے ہیں:

انھوں (مولانا حالی) نے اس بات پر غور نہیں کیا کہ حضور نبی کریم ﷺ کی بے مثال بشریت اور جسمیت کاملہ کو ہم جیسے عام انسانوں کی سطح کے برابر لانے سے نعت گوئی کا حق تو رہا در کنار، خود ایمان کی سلامتی بھی خطرے میں پڑ سکتی ہے۔" ۲۷

جس لفظ کا انتساب ہم خود اپنی ذات کے لیے اور اپنے آباء و اجداد کے لیے روا نہیں رکھ سکتے، رسول معظم ﷺ کے لیے اس کا اطلاق کیسے جائز ہوگا؟ ہر صاحب ایمان خود ہی فیصلہ کر سکتا ہے۔ پھر یہ کہ عقائد و ایمانیات کے باب میں نظریۂ جمہوریت بھی کام نہیں آ سکتا۔ کسی شاعر نے ایک لاکھ اشعار نعت کے کہے ہوں، ان میں سے ننانوے ہزار نو سو ننانوے اشعار بالکل بے غبار ہوں، صرف ایک شعر میں شاعر نے لفظی یا معنوی سطح پر ٹھوکر کھائی ہو تو سب پر پانی پھر جائے گا۔ یہ دلیل کام نہیں آ سکتی کہ شاعر نے اس کے علاوہ تمام اشعار نہایت ایمان افروز اور روح پرور کہے ہیں۔ آیۂ پاک لا تقولوا راعنا وقولوا انظرنا (الخ) اور لا ترفعوا اصواتکم فوق صوت النبی (الخ) کا تو یہی اعلان و انتباہ ہے یعنی حضور پاک ﷺ کے تعلق سے جو لفظ بھی بولا یا لکھا جائے، وہ عظمت و تقدیس کا مظہر ہو۔ اس میں شانِ رسالت سے فروتر ہونے کا امکان بعید بھی نظر نہ آئے ورنہ خیر نہیں۔

کبھی کبھی شعر فہمی کی غلطی بھی غلط نتائج پر پہنچا دیتی ہے۔ یعنی شعر تو قرآن و احادیث کی روشنی میں بالکل ٹھیک کہا ہوتا ہے۔ لیکن قاری یا ناقد کا علم و فہم ہی محدود و ناقص ہوتا ہے اس لیے وہ شعر کی غلط تاویل و تشریح کر کے شاعر کو طعن و تشنیع کا نشانہ بناتا ہے۔ اس سلسلے میں جناب شمیم غازی پوری کی یہ رائے ملاحظہ ہو:

"مگر نقدِ شعر و ادب کا مطالعہ کرتے وقت اکثر جگہوں پر نظر رکی ہے۔ بعض افکار کو ذہن قبول نہیں کرتا، لیکن کہیں کہیں اپنی کم علمی یا بے بضاعتی کا بھی گمان گزرتا ہے۔" ۲۸

اس اقتباس کا آخری ٹکڑا بڑا اہم اور بڑے دیانت دارانہ احساس پر مبنی ہے۔ واقعی بعض لوگ اپنے مطالعے کی محدودیت اور نارسائی کا اعتراف کرنے کے بجائے جذبِ انتقاد میں احتیاط کی حدوں سے گزر جاتے ہیں۔ اس مقام پر جناب حسن بریلوی کی یہ دلچسپ تحریر ملاحظہ ہو:

"عوام کے ذہن جب کسی ایسی عالمانہ تلمیح کی تشریح و تفریح سے قاصر رہتے ہیں تو اپنے علمی افلاس کو چھپانے کے لیے کہہ اٹھتے ہیں کہ جناب شعر بے تکا ہے۔ خود میرے ساتھ ایک ایسا ہی معاملہ اس تلمیح کے سلسلے میں گزرا ہے کہ میں نے ایک شعر کہا اور اس میں ایک مذہبی تلمیح کو استعمال کیا۔ شعر یہ تھا:

اب زمانے میں کریں ہم حسن کس کس پر اعتماد ✦ اک عصا نے فاش سب راز سلیماں کر دیا

اس تلمیح کو جو حضرت سلیمان کے عصا سے تھی، جس پر آپ ٹیک لگا کر کھڑے ہو گئے تھے اور جس روز ہیکل سلیمانی جنات نے مکمل کی اس روز یہ عصا جس کو ایک عرصے سے دیمک لگ گئی تھی، ٹوٹ کر گر پڑا اور حضرت سلیمان علیہ السلام کا جسد خاکی زمین پر آ گیا۔

اس وقت تمام جنات کو یہ معلوم ہوا کہ حضرت سلیمان علیہ السلام واصل بہ حق ہو چکے ہیں۔
میرے شعر کو جناب سیماب اکبر آبادی نے مہمل قرار دیا کہ اُن کو صرف عصائے موسیٰ علیہ السلام یاد تھا عصائے سلیمان علیہ السلام سے وہ ناواقف تھے۔" ؎
اب آیندہ صفحات میں اسی طرح کی عدم واقفیت کی عبرت ناک مثالیں ملاحظہ ہوں۔
اردو کا مشہور و بلند پایہ نقاد پروفیسر کلیم الدین نے اپنی کتاب "اقبال ایک مطالعہ" میں اقبال کی غزلوں کا محاسبہ کرتے ہوئے اُن کے اشعار تین حصوں میں نقل کیے ہیں۔ تیسرے حصے میں یہ اشعار رکھے گئے ہیں:

عجب کیا گر مہ و پرویں مرے نخچیر ہو جائیں ۔۔۔ کہ بر فتراک صاحب دولتے بستم سر خود را
وہ دانائے سبل ختم الرسل مولائے کل جس نے ۔۔۔ غبار راہ کو بخشا فروغ وادی سینا
نگاہ عشق و مستی میں، وہی اول وہی آخر ۔۔۔ وہی قرآں، وہی فرقاں، وہی یٰسیں، وہی طٰہٰ

اب ان کی تنقید ملاحظہ ہو:
"رہا تیسرا حصہ تو وہ orthodox مسلمانوں کی نظر میں questionable نہیں بلکہ کفر ہے، وہ نگاہ عشق و مستی میں یا نگاہ باخبر میں، پیغمبر اسلام کو وہی اول، وہی آخر، وہی قرآں، وہی فرقاں، وہی یٰسیں، وہی طٰہٰ کہنا درست نہیں جب کہ ھو الاول والآخر والظاھر والباطن خدا کے لیے آیا ہے اور خود پیغمبر اسلام نے اس بات پر زور دیا ہے کہ انا بشر مثلکم (الخ)" ؎
کلیم صاحب کی قابلیت مسلم، وہ اردو اور انگریزی جتنی بھی جانتے ہیں، لیکن قرآن و احادیث کے تعلق سے ان کی معلومات بھی سطحی اور سرسری ہی کہی جائے گی۔ اگر انھوں نے قرآن پاک کا مطالعہ جمہور اہل اسلام کی تفسیروں کے حوالے سے کیا ہوتا تو ایسا کم زور اور لچر اعتراض نہ کرتے۔ اب ملاحظہ ہو حضور پاک صاحب لولاک ﷺ کو نگاہ عشق و مستی میں ہی نہیں، نگاہ باخبر میں کیوں اول و آخر کہا جاتا ہے۔
آیت پاک ھو الاول والآخر والظاھر والباطن وھو بکل شیء علیم میں تو صفات خداوندی کا بیان ہے ہی، لیکن ان سارے الفاظ کا انطباق خود ذات رسالت مآب کے لیے بھی جائز و مستحسن ہے اور اس آیت میں حضور کی نعت بیان کی گئی ہے۔ اس سلسلے میں مندرجہ ذیل باتیں ملاحظہ ہوں۔
(۱) آپ اول مخلوقات ہیں یعنی مخلوقات میں سب سے پہلے آپ کی تخلیق ہوئی۔ حدیث میں ہے اول ما خلق اللہ نوری (اللہ تعالیٰ نے سب سے پہلے میرے نور کو پیدا کیا)
(۲) آپ کی نبوت سب پر مقدم ہے۔ حدیث پاک میں ہے۔ کنت نبیا و آدم بین الطین و الماء (میں اس وقت بھی نبی تھا جب حضرت آدم آب و گل کی منزلیں طے کر رہے تھے)
(۳) روز میثاق الست بربکم کے جواب میں سب سے پہلے آپ نے ہی بلیٰ کہا۔

(۴) سب سے پہلے آپ خدا پر ایمان لائے، چنانچہ خود آپ کا ارشاد ہے: قل ان صلاتی و نسکی و محیای و مماتی للہ رب العالمین لا شریک له و بذلک امرت و انا اول المومنین (بحوالہ مدارج النبوۃ) (اللہ پر جو سب سے پہلے ایمان لایا اور اس کے حکم کی تعمیل کی ان میں سب سے پہلا میں ہوں)

(۵) روز قیامت جب زمین شق ہوگی اور لوگ اس سے نکلیں گے تو سب سے پہلے آپ جلوہ نما ہوں گے۔

(۶) روز قیامت سب سے پہلے آپ ہی کو سجدہ کرنے کی اجازت ہوگی۔

(۷) باب شفاعت سب سے پہلے آپ ہی کے لیے کھلے گا۔

(۸) سب سے پہلے آپ ہی جنت میں داخل ہوں گے۔

ایسے واضح ارشادات و حقائق کی روشنی میں علامہ اقبال کی نگاہ باخبر نے حضور پاک ﷺ کے لیے صفت اوّل استعمال کی ہے۔

اسی طرح آپ کے اسم صفت آخر کے لیے یہ دلیلیں ملاحظہ ہوں:

(۱) تخلیق میں اوّل اور دیگر محاسن و فضائل میں سب پر فائق ہونے کے باوصف آپ کی بعثت و رسالت آخر میں ہوئی۔ چناں چہ خود اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

ولکن رسول اللہ و خاتم النبیین (لیکن آپ اللہ کے رسول اور آخری نبی ہیں)

(۲) کتابوں میں آپ کی کتاب قرآن کریم آخری اور تمام ادیان میں آپ کا دین آخری ہے۔ چناں چہ آپ نے فرمایا: نحن آخرون السابقون (یعنی تمام سبقتوں کے باوجود بعثت میں ہم آخر ہیں)

مزید اطمینان کے لیے ایک حدیث بھی نقل کی جاتی ہے جس سے حضور انور ﷺ کے صفاتی ناموں میں اوّل و آخر کے ساتھ ساتھ ظاہر و باطن کا ہونا بھی ثابت ہوتا ہے اور اس طرح سورۂ حدید کی مذکورہ بالا آیت ھو الاوّل والآخر ۔ (الخ) کی تفسیر بھی ہو جاتی ہے۔

حدیث کے مطابق حضرت جبرئیل علیہ السلام نے صلوٰۃ و سلام کے بعد بارگاہ رسالت میں عرض کیا: اللہ تعالیٰ نے اپنے نام سے آپ کا نام اور اپنی صفت سے آپ کی صفت مشتق فرمائی اور آپ کا نام اوّل رکھا، کیوں کہ آپ تخلیق کے اعتبار سے اوّل الانبیا ہیں اور آپ کا نام آخر رکھا کیوں کہ آپ زمانے کے اعتبار سے آخر الانبیا ہیں اور امتوں کے اعتبار سے خاتم الانبیا ہیں۔ آپ کا نام باطن رکھا کیوں کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کا نام آپ کے اب حضرت آدم کی تخلیق سے دو ہزار سال پہلے جن کی کوئی غایت و انتہا نہیں ساق عرش میں نور احمر سے لکھ رکھا ہے۔ اس نے مجھے حکم دیا کہ میں اس طرح آپ کو سلام کروں تو میں نے ہزاروں سال آپ پر درود بھیجا۔ یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو بشیر و نذیر اور داعی الی اللہ اور سراج منیر بنا کر بھیجا اور آپ کا نام ظاہر رکھا کیوں کہ اس نے آپ کے زمانے میں آپ کو سارے ادیان پر غالب کیا اور آپ کی شریعت و فضیلت سے آسمان و زمین والوں کو واقف کرایا تو کوئی ایسی شے نہیں جس نے آپ پر

درود و سلام ذکر نبی ہو۔ تو آپ کا رب محمود اور آپ محمد ہیں اور آپ کا رب اول و آخر، ظاہر و باطن ہے اور آپ بھی اول و آخر ظاہر و باطن ہیں۔ اس پر رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ "شکر اس خدا کا جس نے مجھے تمام نبیوں پر فضیلت دی، یہاں تک کہ میرے نام اور صفات میں بھی۔

اس بحث کو میں جناب جہانگیر کشفی کی اس رائے پر ختم کرتا ہوں، "آگو دونوں میں اول و آخر سے خلش ہوتی ہے، لیکن الجھن ہماری پیدا کردہ ہے۔ حضور ﷺ خلق میں اول ہیں اور رسالت میں آخر۔"

(نعت رنگ: شمارہ ۹، صفحہ ۲۵)

اب اہل نظر غور فرمائیں کہ اقبال نے نعت رسول میں غلوے عقیدت سے کام لیا ہے یا خود ناقد محترم کی چشم اللہ بیں کا فساد ہے؟ اکیم صاحب کے اعتراضات کی فہرست طویل ہے۔ مندرجہ بالا مباحث کی روشنی میں آپ ان کے دینی مطالعے کی سطحیت اور محدودیت کا اندازہ کر سکتے ہیں۔ قیاس کن زگلستان من بہار مرا۔

اس طرح کی ایک اور حیرت ناک مثال ملاحظہ ہو:

امام عشق و محبت حضرت رضا بریلوی کا شعر ہے:

میں تو مالک ہی کہوں گا کہ ہو مالک کے حبیب ☆ یعنی کہ محبوب و محب میں نہیں میرا تیرا

اس کے بارے میں پاکستان کے ایک دانش ور جناب جہانگیر کشفی رقم طراز ہیں:

"رسول اللہ ﷺ مالک کے حبیب ہیں مگر مالک نہیں۔ حکم اور امر صرف اللہ کا ہے اور اللہ کے لیے ہے۔ الفاظ کے معانی اپنے ماحول اور محل استعمال سے بدل جاتے ہیں۔ حضور ﷺ روز جزا کے مالک نہیں ہیں۔ لیکن آپ ﷺ کے لیے مالک کا لفظ استعارے کے طور پر استعمال ہو سکتا ہے: آپ ﷺ تو میرے قلب و نظر کے مالک ہیں۔ لیکن جب مالک کا لفظ لغوی طور پر استعمال کیا جائے جیسے اس مصرع میں:

روز جزا کے مالک و آقا تمہی تو ہو

(یا)

میں تو مالک ہی کہوں گا کہ ہو مالک کے حبیب

تو بات اپنی حدود سے نکل جائے گی۔ شاعر اس غلو سے اس وقت بچ سکتا ہے جب اسے آقائے جان و دل کی حقیقی عظمتوں کا دھیان ہے اور ان عظمتوں کا علم قرآن پاک و احادیث خیر الرسل سے ہوتا ہے۔" [۶]

پھر صفحہ ۱۸ پر لکھتے ہیں:

"آپ بشر تھے مگر ایسے کہ اپنی حدوں میں مالک بھی ہیں اور مختار بھی۔" [۷]

پہلی بات تو یہ کہ موصوف کو لغوی معنی کی حدود بیان کرنی چاہیے تھی کہ وہ کیا ہیں تاکہ دیکھا جاتا کہ

حضور نبی کریم ﷺ کے لیے اس کے استعمال سے بات صدود سے کس طرح نکل رہی ہے۔ دوسری بات یہ ہے کہ جب موصوف یہ تسلیم کرتے ہیں کہ آپ ﷺ اپنی حدود میں مالک بھی ہیں اور مختار بھی تو اب اختلاف کیا باقی رہا۔

دنیا میں کوئی ایسا شخص نہیں جو حقیقی معنی میں حضور کو مالک قرار دیتا ہو بلکہ جس نے بھی کہا ہے بطور استعارہ ہی کہا ہے جس کی صحت کا ان کو بھی اعتراف ہے۔

ہاں حضور پاک ﷺ کو جس نے کہا ہے کہ "روزِ جزا کے مالک و آقا تمہی تو ہو" تو یقینا اس نے اطلاق میں حدود شریعت سے تجاوز کیا ہے۔ لیکن اس کے ساتھ "میں تو مالک ہی کہوں گا کہ ہو مالک کے حبیب" کو بھی خلاف شرع قرار دینا اپنی فکر و فہم پر دانستہ ظلم ڈھانے کے مترادف ہے۔ دیانت داری کا تقاضا تو یہ تھا کہ شاعر کا پورا شعر نقل کیا جاتا لیکن انھوں نے معلوم نہیں کس مصلحت کی بنا پر ایسا نہیں کیا، شاید اس لیے کہ ان کے پاس اعتراض جڑنے کے لیے کم زور سہارا بھی باقی نہ رہتا۔ بہر کیف پورا شعر یہ ہے:

میں تو مالک ہی کہوں گا کہ ہو مالک کے حبیب یعنی کہ محبوب و محب میں نہیں میرا تیرا

اس کا صاف اور سیدھا مفہوم یہی ہے کہ میں آپ کو مالک اس لیے کہوں گا کہ آپ مالک کے حبیب ہیں اور محبت میں یہ دستور ہے کہ محبوب و محب کے درمیان ملک و مال میں یا لین دین میں میرا تیرا کا سوال نہیں پیدا ہوتا۔ لیکن مفتی صاحب اگر اتنے سے مطمئن ہو جاتے تو پھر یہ اعتراض ہی کیوں کرتے۔ اس لیے آیئے ذرا تفصیل سے باتیں ہو جائیں:

اس میں تو کوئی شک نہیں کہ سمع، علم، تکلم، حیات وغیرہ سب اللہ تعالیٰ کی صفتیں ہیں۔ هو السميع العليم، كلم الله موسىٰ تكليما، هو الحي القيوم وغیرہ صدہا آیات اس پر شاہد ہیں۔ مگر اس نے اپنے بندوں کو بھی سماعت، علم، تکلم اور حیات عطا فرمائی۔ اس لیے بندوں کو بھی سامع، عالم، متکلم اور حی کہا جائے اور اس کہنے میں ساری دنیا شریک ہے۔ کسی انسان کو سامع، عالم، متکلم اور حی کہا جاتا ہے تو کوئی یہ نہیں کہتا کہ اسے خدا کہا جا رہا ہے بلکہ سبھی یہ کہتے ہیں کہ بندوں کی طرف یہ اسناد عطائے خداوندی کی وجہ سے ہے۔ یہی وجہ ہے کہ فقہائے کرام نے عزیز، رشید اور علی بندوں کے نام رکھنے کو جائز قرار دیا ہے۔ (حالاں کہ قرآن کریم میں یہ سب اسمائے باری تعالیٰ کے طور پر آئے ہیں) اور صاف لکھا ہے کہ جب ان الفاظ کا اطلاق خدا کے لیے ہو تو ان کے حقیقی و ذاتی معنی مراد ہوں گے اور بندوں کے لیے ہو تو عطائی اور اشتراک صرف اشتراک لفظی ہوگی۔

"درمختار" کتاب الحظر والاباحۃ میں ہے: "وجاز التسمية بعلي و رشيد من الاسماء المشترکۃ ويراد في حقنا غير ما يراد في حق الله تعالىٰ" اس کے تحت شامی میں ہے۔ "فالظاهر في

فلفظ خلیفہ من الاسماء المسماۃ باسم یوجد فی کتاب اللہ تعالیٰ کالعلی والکبیر والرشید
والبدیع جائزہ" (ارج)، ومعناہ فی الجمع عنہا و ظاہرہ الجواز ولو معرفا بال"۔

یہی حال لفظ مالک کا بھی ہے۔ دیہات کے مزدور کام کرانے والے کو بالعموم مالک کہتے ہیں۔
کرایہ دار، مکان والے کو مالکِ مکان کہتا ہے۔ بچے اپنی کاپی اور کتاب پر لکھتے ہیں اس کاپی و کتاب کا
مالک۔ فقہائے کرام نے غنی کے لیے یعنی جس پر زکوٰۃ واجب ہے، اس کی تعبیر نصاب کے بقدر مال کے
مالک سے کی ہے۔ ہدایہ کی شرح فتح القدیر میں ہے: تجب علی المسلم البالغ المالک النصاب
ملکا تاما" کفایہ میں ہے: لا بد من ملک النصاب لان المال انما صار سببا بغنی المالک۔
یوں ہی جو شخص کسی چیز کو خریدے اسے بھی مالک سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ "بحر الرائق" میں ہے: "وملک
قریب محرم ولو کان المالک صبیا او مجنونا" خرید و فروخت اور وراثت و ہبہ کے ذریعے کسی چیز
کے حاصل ہونے کی تعبیر رسول پاک ﷺ نے بھی لفظ مالک یعنی مالک ہونے کے ذریعے فرمائی ہے۔ "من
ملک ذا رحم محرم منہ عتق علیہ"

قرآن پاک میں حضرت سلیمان علیہ السلام کے لیے ملک کا اثبات ہوا ہے جس سے مشتق ملک آتا
ہے جس کو مفسرین نے مالک سے عام قرار دیا ہے۔ چنانچہ صاوی جلد ۳ میں ہے:

فملک اعم و ابلغ من مالک، کل ملک مالک ولا عکس ولان امر الملک
نافذ علی المالک فی ملکہ حتی لا تصرف المالک الا عن تدبیر الملک.

پھر یہ کہ مالک کا معنی ہے المتصرف فی الاعیان المملوکۃ کیف شاء۔ (مالک وہ ہے جو
اپنے منشا کے مطابق مملوک کی چیزوں میں تصرف کرے) اور یہ صفت حضور پاک ﷺ کو ساری کائنات میں
سب سے زیادہ عطا فرمائی گئی ہے اور آپ کے صدقے میں ہی حضرت آدم علیہ السلام کو خلیفہ بنایا گیا۔
حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی نے اپنی "تفسیر عزیزی" میں اس موضوع پر بڑی تفصیلی بحث فرماتے
ہوئے یہ ثابت فرمایا ہے کہ پوری کائنات میں مالک علی الاطلاق کہلانے کے مستحق صرف حضور نبی کریم ﷺ
ہیں۔ اسی لیے امام احمد رضا نے کہا ہے کہ:

میں تو مالک ہی کہوں گا کہ ہو مالک کے حبیب ☆ یعنی محبوب و محب میں نہیں میرا تیرا

علامہ فاسی نے مطالع المسرات اور علامہ صاوی نے "صاوی" میں فرمایا ہے کہ "من لم یر نفسہ تحت
ولایتہ لم یذق حلاوۃ الایمان" جس نے اپنی جان کو حضور انور ﷺ کے زیر تصرف نہیں کر دیا اس کو
حقیقت ایمان کا مزہ ملا ہی نہیں۔

اس شعر کو دائرہ شرک سے ملانا کسی ایسی ہی ذہنیت کا کام ہو سکتا ہے جس کے دماغ میں شرک بھرا
ہوا ہے۔ امام احمد رضا نے تو صاف ہی حضور پاک ﷺ کو مالک کہا ہے۔ لیکن مولوی شاہ اسمٰعیل دہلوی

نے 'صراطِ مستقیم' میں تو اولیاے کرام تک کے لیے یہ صفت ثابت کی ہے، ملاحظہ ہو:

"حضرتِ حق اس کو (اپنے ولی کو) برگزیدہ کر کے بمنزلۂ چیلۂ خاص کے کر دیتی ہے جس طرح کے بادشاہان ذوالاقتدار اپنے بعض مخلصین کو تمام رعایا سے ممتاز کر کے چیلۂ خاص کا خطاب اسے دے دیتے ہیں۔ سو جس طرح چیلۂ خاص کو اپنے مولیٰ کی اشیا و متاع (مال و اسباب) میں تصرف کرنے کی مطلق اجازت ہوتی ہے اور اپنے مولیٰ کی تمام سلطنت کو اپنی طرف نسبت دے سکتا ہے، مثلاً بادشاہ ہندوستان کے چیلۂ خاص کو (حق) پہنچتا ہے کہ کہے ہماری سلطنت شہر کابل سے لے کر سمندر کے کنارے تک ہے۔ اسی طرح ان مراتبِ عالیہ اور مناصبِ رفیعہ کے صاحبان عالم مثال اور عالم شہادت میں تصرف کرنے کے مطلق ماذون و مجاز ہوتے ہیں اور ان بزرگواروں کو پہنچتا ہے کہ تمام کلیات کو اپنی طرف نسبت کریں، مثلاً ان کو جائز ہے کہ کہیں: عرش سے فرش تک ہمارے مولیٰ کی سلطنت ہے۔

مدنی لاکھ پہ بھاری ہے گواہی تیری، کے تحت اب تو زیرِ بحث شعر کی صحت سے متعلق کسی شبہ کی گنجائش باقی نہیں رہ جاتی ہے۔ خلاصۂ گفتگو یہ کہ اللہ تعالیٰ کی ہر صفت اور اس کا ہر کمال ذاتی، حقیقی اور ازلی ہے۔ جب کہ رسول ﷺ کا ہر کمال وہبی عطائی، محدود اور فانی ہے۔ اس لیے کوئی ایسا شخص نہیں جو لفظ مالک کو بعینہٖ اس معنی مفہوم میں استعمال کرتا ہو جیسا کہ ذات واجب الوجود کے لیے بولا جاتا ہے۔ یہ جانتے ہوئے کہ وہ عالم ربانی اور عاشق رسول، لفظ مالک کو مجازی اور حقیقی میں استعمال کرے گا جو علم و فضل کے بحر بے کراں اور فقیہ اعظم کی حیثیت سے سارے عالم میں مشہور و متعارف ہے اور جس کے ماہر علوم شریعت ہونے کی قسم کعبۃ اللہ میں کھائی جا سکتی ہے۔

حواشی:

☆۱۔ ماہنامہ 'المیزان' امام احمد رضا نمبر، ص ۲۹۸

☆۲۔ نعت رنگ، شمارہ ۱۰، ص ۲۷

☆۳۔ مجلہ احمد آباد نعت نمبر، ص ۳۹

☆۴۔ کلام حضرت رضا کا تحقیقی و ادبی جائزہ، ص ۱۸۳

☆۵۔ اقبال ایک مطالعہ، ص ۱۷۹-۱۸۰

☆۶۔ امتناع النظیر، از علامہ فضل حق خیرآبادی، ص ۲۲۵، حاشیہ الاولیۃ المکیۃ بالمادیۃ الغیبیہ، ص ۳۶۸

نوٹ: علامہ قسطلانی 'مواہب' میں، علامہ زرقانی نے اس کی شرح میں اور ملا علی قاری نے شفا قاضی عیاض کی شرح میں بھی اس حدیث کو نقل کیا۔

☆۷۔ نعت رنگ، شمارہ ۵، ص ۲۵

(بشکریہ: کتابی سلسلہ "سفیر نعت" شمارہ نمبر ۵، کراچی، پاکستان)

شیخ ملّا جیون علیہ الرحمۃ کی حیات و خدمات

ڈاکٹر محمد شریف رضا عطاری

ایک دفترِ باطل ہوں تو تاریخ بھلا دے
میں حرفِ صداقت ہوں تو دہرائے مجھے بھی

دنیا میں بعض شخصیات ایسی ہوتی ہیں جن کو بھلایا نہیں جاتا۔ صدیوں بعد بھی ان کے ناموں کو کتابوں کے نقوش سے محو کیا جاتا ہے۔ بلکہ تاریخ ان کے علمی کارناموں اور ان کی خدمات کے سبب ان کو بار بار دہراتی ہے۔ ایسی شخصیات میں سے ایک متبحر و مستند عالم دین کے حوالے سے معروف شخصیت ملا جیون علیہ الرحمہ کی بھی ہے۔

ہندوستان میں معروف و مستند شخصیت ہونے کے اعتبار سے آپ کا نام علمی حلقوں میں کسی تعارف کا محتاج نہیں رہا، کہ آپ کی زندہ جاوید کتاب "نور الانوار" اور مایہ ناز تفسیر "تفسیرات احمدیہ" علم پسند لوگوں میں اپنی شناخت بنائے ہوئے ہیں۔ نیز شہنشاہ اورنگ زیب کے استاد کی حیثیت سے بھی آپ کی شخصیت کافی معروف و متداول ہے۔ ان شاء اللہ عزوجل زیر مضمون میں ملا جیون علیہ الرحمہ کی شخصیت و خدمات کے حوالے سے چند سطریں سپرد قلم کروں گا۔

اسم گرامی و ولادت باسعادت: آپ کا اصل نام احمد ہے۔ ملا جیون اور شیخ احمد کے نام سے آپ معروف ہیں۔ آپ کا سلسلۂ نسب کچھ اس طرح ہے۔ شیخ احمد بن ابو سعید بن عبد اللہ بن عبد الرزاق بن شاہ محمد خاص۔ بعض لوگوں کے نزدیک آپ کا سلسلۂ نسب صدیق اکبر رضی اللہ عنہ سے منسوب ہے۔ ۲۵ رشعبان ۱۰۴۷ھ/۲۱ اگست ۱۶۳۸ء کو لکھنؤ کے ایک قصبہ امیٹھی میں پیدا ہوئے۔

تعلیم و تربیت، حافظہ و اساتذہ کرام: آپ علیہ الرحمہ نے ابتدائی تعلیم اپنے ہی قصبہ امیٹھی میں حاصل کی۔ سات سال کی عمر میں قرآن مجید حفظ کر لیا تھا۔ آپ کا حافظہ بھی کافی قوی تھا کہ آپ دوران حفظ قرآن مجید کو اعراب سے واقف نہ ہونے کی صورت میں جملے اور کئی عبارتیں پڑھ لیتے تھے۔ آپ کے حافظے کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ آپ ایک بار کوئی قصیدہ پڑھ لیتے تو آپ کو وہ یاد ہو جاتا۔ بقول شاعر ؎

میں نے آنکھوں سے لے لیا اس کو — پھول جو دستِ باغباں سے گرا ہے

آپ نے بائیس سال کی عمر میں علوم عقلیہ و نقلیہ سے فراغت حاصل کی۔ آپ کے اساتذہ کرامی میں ملا لطف اللہ کوڑہ جہان آبادی و شیخ صادق ستر کھی کے نام معروف ہیں۔

آپ کی تصنیفات:

۱) **تفسیرات احمدیہ:** فقہی تفاسیر کے مجموعے میں تفسیرات احمدیہ ایک قابل قدر اضافہ ہے۔ جو کہ علماء و فقہاء کے لیے اپنے اندر کافی فقہی رموز و دقائق کا ذخیرہ سموئے ہوئے ہے۔ تفسیر اگرچہ مختصر ہے مگر جامع انداز میں آیات

بڑی کی خوبصورت شرح کی گئی ہے۔ جس کے ذریعے کلام اللہ کو سمجھنے میں اور فقہی مسائل میں کافی سہولت و رہنمائی حاصل ہو جاتی ہے۔

نوٹ: اس کتاب کا اردو ترجمہ "علامہ عبد اللطیف نقشبندی (دامت برکاتہم)" نے کر دیا ہے جو کہ جلد ضیاء القرآن (لاہور) سے طبع کیا جا رہا ہے۔

نور الانوار: مدینہ منورہ کے قیام کے دوران لکھی جانے والی اصول فقہ کی مختصر مگر جامع کتاب "المنار" کی سب سے ارزاں شرح ہے۔ جسے آپ نے بغیر کسی معاون کتاب کے دیکھے صرف چالیس دن کی قلیل مدت میں لکھا۔ جو کہ درس نظامی میں آج تک شامل نصاب ہے۔ اس کتاب پر کئی شروحات بھی لکھی جا چکی ہیں۔ جن میں علامہ عبد الحلیم لکھنوی علیہ الرحمہ کی "قمر الاقمار" کافی معروف ہے۔

۲) آداب احمدی: تصوف کے موضوع پر ایک جامع تصنیف ہے۔

۳) رسالہ در علم کلام

۴) خطبات جمعہ و عیدین

۵) مناقب اولیا (فارسی)

__سعادت حج:__ آپ نے ۵۵ سال کی عمر میں پہلی بار حج ادا کیا۔ اور پانچ سال حرمین طیبین میں قیام کر کے دکن میں پھر اس کے بعد حج بدل کیا اس کی صورت یہ ہوئی کہ آپ نے خواب میں اپنے والد محترم کی زیارت کی انہوں نے آپ سے حج کا ارشاد فرمایا۔ تین سال قیام کر کے پھر دکن لوٹے۔

__ملا جیون علیہ الرحمہ اور اورنگ زیب کی پہلی ملاقات:__ کہا جاتا ہے کہ جتنی اچھی تربیت استاد کی سرپرستی میں چند گھڑیوں میں ہو جاتی ہے، شاید اس کی تکمیل ماں باپ کے ہاں پوری زندگی نہیں ہو پاتی۔ یہی احوال تاریخ میں ہمیں ملا جیون اور ان کے شاگرد شہنشاہ عالمگیر اورنگ زیب کی شخصیات میں ملتا ہے۔

یہ ان دنوں کی بات ہے جب دکن میں کسی مہم کے سلسلے میں سلطان اورنگ زیب آئے ہوئے تھے۔ اس زمانے میں ملا جیون علیہ الرحمہ کا شاہی فوج سے تعلق ہوا، پھر یہیں اورنگ زیب نے شرف تلمذ حاصل کیا۔ آپ علیہ الرحمہ سے کافی کتابیں پڑھیں اور آپ سے کافی فیض یاب ہوئے۔

زیر مقالہ کے لیے مندرجہ ذیل کتب سے استفادہ کیا گیا ہے

۱) نور الانوار ۔ ملا جیون

۲) تفسیرات احمدیہ ۔ ملا جیون

۳) مآثر الکرام ۔ غلام آزاد بلگرامی

۴) بزم تیموریہ ۔ صباح الدین عبد الرحمن

۵) تذکرہ علمائے ہند ۔ رحمان علی

احسن العلما: ایک بے مثال شخصیت

از: مفتی ولی محمد رضوی، باسنی، ناگور، راجستھان

الحمد للہ اس ملک پاک کو مشائخ حضرات سے بڑا روحانی فیض ملتا رہا ہے اور بے شمار لوگوں کی قسمت ان حضرات نے بدلی ہے۔ گناہوں کی تاریکی سے توبہ کرا کے عمل صالح کی فضاؤں میں لا کر دل کو روشن کرتے ہیں، مٹی کو سونا بناتے ہیں، قطرے کو دریا بناتے ہیں، ذرے کو آفتاب کی طرح چمکا دیتے ہیں۔ مشائخ کرام کی دست گیری بہت بڑی چیز ہے۔ ہر دور میں اہل علم و فضل اس کے قائل و حامل رہے ہیں۔ حضرت شیخ سعدی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں۔

مشائخ چوں دیوار مستحکم اند ☆ ریحان بحوث زطفلاں کم اند

خاندان مارہرہ مطہرہ مرکز برکات ہے۔ اس مقدس گھرانے میں آفتاب و ماہتاب ہوئے ہیں۔ روحانیت کے تاج وروں نے اس خاک کو رشکِ آسمان بنا دیا ہے۔ برصغیر میں اس مبارک سلسلے سے روحانی فیض رم جھم رم جھم برس رہا ہے۔ بڑے بڑے اس آستانہ کی عقیدت پر ناز کرتے ہیں۔ مجدد اعظم امام احمد رضا علیہ الرحمۃ والرضوان یوں نغمہ ریزی کرتے ہیں۔

کیسے آقاؤں کا بندہ ہوں رضا ☆ بول بالے میری سرکاروں کے

۱۴ ویں صدی کے آخری و پندرہویں صدی کے ابتدائی دور میں اس بافیض گھرانے کے چشم و چراغ شیخ طریقت مقتدائے اہل سنت حضور سیدی شاہ علامہ مفتی حیدر حسن میاں صاحب قبلہ المعروف بہ احسن العلما علیہ الرحمۃ والرضوان کی شخصیت گوناگوں خوبیوں سے ممتاز نظر آتی ہے۔ لاکھوں عقیدت مند آپ سے منسلک ہو کر سلسلۂ برکاتیہ میں داخل ہوئے۔ آپ کے مقدس روئے زیبا سے دینی، روحانی رعب و جلال چھلکتا تھا۔ جس نے ایک بار زیارت کر لی ہمیشہ کے لیے دل دے بیٹھا۔ برکاتی سلسلہ کے آپ وقار و شان تھے۔ عظمت برکاتی آپ کے کردار و گفتار سے عیاں تھی۔ آپ صرف نام کے نہیں بلکہ حقیقت میں پیر طریقت تھے۔ اپنے پیش رو مشائخ کے سچے وارث تھے۔ ان کی باعظمت مسند کے محافظ تھے۔ جہاں تشریف لے جاتے برکاتی شفقت و عنایت سے سب کو مالا مال فرماتے تھے۔

۱۵ سال سے زیادہ عرصہ ہوا راقم آپ کی زیارت سے آنکھوں کو ٹھنڈا کرتا تھا۔ آپ کے پیچھے نماز جمعہ پڑھنے لکڑا مسجد بمبئی میں بارہا موقع ملا، نماز تراویح پڑھنے کی سعادت حاصل ہوئی۔ قرآن پاک ایسی خشاس سے پڑھتے کہ سننے والا کبھی سماعت سے سیر نہ ہو۔ قرآن پاک پڑھنے کا آپ کو حق تھا۔ حق آپ کے پڑھنے سے عیاں ہوتا تھا۔ الفاظ قرآن جو موتی ہیں الحمد للہ آپ کا سینہ ان موتیوں کا خزینہ تھا۔ زبان سے الفاظ موتی کی طرح ادا ہوتے تھے۔ نہ بناوٹ نہ تکلف، بڑی سادگی سے تلاوت فرماتے تھے۔ روح

جھوم جھوم اٹھتی تھی۔ دل و دماغ پر کیف و سرور کا عالم طاری ہوتا تھا۔ اب ایسے قرآن پاک کی عظمت کے حامل قاری، حافظ شاید و باید ہی ملیں گے۔ شہزادۂ گرامی قبلہ ڈاکٹر سید محمد امین میاں صاحب دامت فیوضہم نے آپ کے حالات میں لکھا ہے کہ جس پر مرض وصال میں وہ ساڑھے چودہ (۱۲.۱۳.۱۴) پارے تلاوت کر گئے۔ قرآن اُن کی روح میں بسا تھا، قرآن سے ان کی سانسوں کو راحت و سکون تھا۔ یہ اُن کی کرامت تھی۔ یہ قرآن سے اُن کا تعلق تھا۔ آج ضرورت ہے کہ ہم حضرت والا کی ذات گرامی سے پند و نصیحت حاصل کر کے قرآن مجید کی قدر و منزلت کو جانیں پہچانیں۔"

گر تو می خواہی مسلماں زیستن ☆ نیست ممکن جز بقرآن زیستن

حضور والا کو مارہرہ شریف میں بھی پورے آب و تاب سے دیکھا۔ جس سے علمی خوشبو مہکتی تھی۔ حب دین و سنیت قلوب میں آپ منتقل فرماتے تھے۔ آپ کی چند مجالس میں شریک ہونے والا سنیت میں کھرا اور دینی مسائل کا احترام کرنے والا ہو جاتا تھا۔ ایسی روح پرور گفتگو فرماتے کہ پھول جھڑتے تھے۔ ہر ایک کی یہی خواہش ہوتی کہ آپ بولتے رہیں، ہم سنتے رہیں۔ آپ جو فرماتے دل سے فرماتے تھے۔ اس لیے آپ کی گفتگو میں بڑا اثر تھا۔ "از دل خیزد بر دل ریزد" آپ کے فرمودات گرامی اس کا ثبوت تھے۔ خاص طور پر گفت و شنید کسی بھی عنوان پر ہو رہی ہو، حرف آخر قول فیصل ذکر اعلیٰ حضرت عظیم البرکت پر جا کر ختم ہوتا۔ ایک بار آخری ملاقات میں راقم کی احباب کے ساتھ زیارت کے لیے حاضر ہوا تو گھنٹہ بھر تک امام اہل سنت کا ذکر خیر کرتے رہے۔ آخر میں فرمایا کہ میں نے اپنے بزرگوں کا ذکر نہیں کیا۔ اعلیٰ حضرت کا ذکر کیا، یہی میرے بزرگوں کا ذکر ہے۔ تم سب بھی یہی کرو۔ میرے مقصد کو سمجھو، اسی ذکر سے میرے بزرگوں کی روح خوش ہوتی ہے۔ اور یہ بھی فرما رہے تھے کہ یہ دونوں (اعلیٰ حضرت اور مفتی اعظم ہند) ہمارے گھرانے کی کرامت ہیں۔ نیز یہ بھی فرمایا کہ عرس قاسمی میں آتا ہے۔ گویا اشارے کی زبان میں اپنے چہلم میں جا رہے ہیں۔ خدا کے پیاروں پر راز افشاں ہو جاتے تھے۔ کئی حضرات نے کہا کہ حضرت نے ہم سے بھی ایسا فرمایا تھا۔ نیک لوگوں کو وصال محبوب معلوم کرا دیا جاتا ہے تا کہ بعد میں لوگوں کو یہ معلوم ہو جائے کہ جانے والا کتنے بڑے پائے کا بزرگ تھا۔ وہ کتنا صاحب ولایت و کرامت تھا۔ ان کی حیات میں بکثرت ایسے گوشے ملتے ہیں جو کرامت کی خاصیت دامن میں لیے ہوتے تھے۔ یہی وجہ ہے کہ بڑوں بڑوں نے، اونچوں اونچوں نے ان سے خلافت و اجازت حاصل کی تو بہت اونچے ہو گئے۔ بہت بڑے ہو گئے۔ ان کا نام زندہ ہے ان کا کام زندہ ہے اور وہ صبح قیامت تک یاد کیے جائیں گے ان شاء المولیٰ تعالیٰ۔ آمین بجاہ سید المرسلین صلی المولیٰ علیہ وآلہ وصحبہ وبارک وسلم اجمعین۔

زندہ ہو جاتے ہیں جو مرتے ہیں حق کے نام پر ☆ اللہ اللہ موت کو کس نے مسیحا کر دیا

خاندان برکات زندہ باد پائندہ باد

مسلکِ اعلیٰ حضرت کی تائید وحمایت میں

معتمد قدیم علمائے حیدر آباد دکن کا تاریخی فتویٰ

”دیوبندیہ وہابیہ اسلام سے خارج ومرتد ہیں“

(از: ادارہ ماہنامہ سُنّی آواز، ناگپور)

گذشتہ صدی سے عقاید باطلہ کے رد وابطال میں اعلیٰ حضرت مجدد اسلام سیدنا امام احمد رضا بریلوی قدس سرہ عرب وعجم میں مرکزی حیثیت سے جانے پہچانے جاتے ہیں۔

انگریزی حکومت کے سہارے وہابیوں، دیوبندیوں کے پیشوا جیسے مولوی رشید احمد گنگوہی، مولوی قاسم نانوتوی، مولوی خلیل احمد انبیٹھوی، مولوی اشرف علی تھانوی نے مسلمانوں کے متحد شیرازے کو منتشر کرنے کے لیے اپنی کتابوں میں جب کفری عقاید کو عبارتوں کے ذریعہ ظاہر کیا تو اعلیٰ حضرت امام بریلوی قدس سرہ نے دیکھتے ہی حکم کفر نہیں عاید کیا، بلکہ ان کو متنبہ کیا اور ان کا دینی وعلمی وشرعی مواخذہ کیا۔ برسوں ان سے خط وکتابت ہوتی رہی۔

اعلیٰ حضرت کا یہی مطالبہ تھا کہ عقاید باطلہ سے توبہ کرلیں تو جھگڑا ختم ہوجائے۔ اُمت کے اتحاد کا شیرازہ منتشر نہ ہونے پائے۔ برسوں گزرنے کے بعد بھی اکابر علمائے دیوبند اپنی کفری عبارتوں پر اٹل رہے تو اعلیٰ حضرت نے برسوں بعد ان کی کفری عبارتوں پر حکم شرع بیان کیا اور اس حکم شرع کو عرب وعجم کے اکابر علما کے سامنے پیش کیا۔

عرب وعجم کے اکابر علما نے ان پر لگے ہوئے حکم کفر اور ارتداد کی تصدیق کی۔ یہاں تک لکھ دیا کہ ان کی کفری عبارتوں کی وجہ سے ان پر لگے ہوئے کفر وارتداد میں جو شک کرے وہ بھی کافر ومرتد ہیں۔

اکابر علمائے دیوبند پر جو حکم کفر وارتداد لگا ہے اس کی تصدیق کرنے والوں میں علمائے حیدر آباد دکن بھی تھے۔ علمائے دکن نے بڑے یقین واعتماد کے ساتھ ان اکابر علمائے دیوبند پر حکم کفر کی تصدیق کی اور خود بھی اُن کے خلاف فتوے دیے۔ لیکن دکن میں دین سے بے پرواہی اور صلح کل پالیسی کی وجہ سے وہ دینی تصلب کمزور ہوتا گیا۔

آج یہ حالت ہے کہ دینی تصلب کے نام کی چیز علمائے جامعہ نظامیہ، حیدر آباد کے اندر موجود نہیں ہے۔ اب وہ صلح کلیت پر عمل پیرا ہیں۔ جس کی وجہ سے دکن ہی سے دینی تصلب جاتا رہا۔ علمائے قدیم حیدر آباد نے چھپن سال پہلے اکابر علمائے دیوبند پر ان کی کفری عبارتوں کی وجہ سے کفر وارتداد کا فتویٰ جاری کیا تھا۔ ان قدیم علمائے اہل سُنّت حیدر آباد کا وہی قدیم فتویٰ ہم شائع کررہے ہیں۔

وہ فتویٰ آج علمائے جامعہ نظامیہ اور کل علمائے دکن پر چیلنج کی حیثیت رکھتا ہے۔ اگر واقعی موجودہ علمائے جامعہ نظامیہ حیدر آباد' اکابر علمائے دیوبند کی تکفیر کے سلسلے میں اپنی غلط اور دین شکن پالیسی چھوڑ کر احقاق حق و ابطال باطل کی خاطر "حسام الحرمین" کی تصدیق کرکے صحیح حکم شرع بیان کریں تو مسلمان کفر و ارتداد سے محفوظ ہو جائیں گے۔ وہ فتویٰ سوال سمیت ملاحظہ فرمائیں۔

علمائے حیدر آباد کا تاریخی فتویٰ: وہابیہ دیوبندیہ نجدیہ غیر مقلدین کی پہچان

استفتاء

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ اس زمانۂ پر آشوب و پرفتن میں اکثر وہابیہ دیوبندیہ نجدیہ و غیر مقلدین و رافضیہ نے اپنا شعار بنالیا اور تجربہ ہائے متواتر سے یہ ثابت ہے کہ یہ مذکورہ فرقے مدتوں میلاد شریف بھی کرتے ہیں اور یاشیخ عبدالقادر جیلانی شیئاً للہ، اہل سنت کو دکھلانے کو دن رات پڑھتے ہیں۔ بلکہ قوالی تک سنتے ہیں اور جب لوگ ان کے معتقد ہو جاتے ہیں، اور ان سے میل جول اچھی طرح ہو جاتا ہے پھر مذکورہ باتوں کو بدعت اور کفر نہیں بتاتے۔ بلکہ اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ ﷺ کی خوب تعریف کرتے ہیں۔

جب مسلمان ان کے قریب میں آجاتے ہیں تو پہلے فاتحہ خوانی و تیجہ آیت کریمہ ختم کرنے وغیرہ سے روکتے ہیں اور لوگوں سے کہتے ہیں کہ بعد از خدا بزرگ توئی قصہ مختصر، اللہ تعالیٰ کے بعد سب سے بڑا حضور اقدس ﷺ کا ہے۔ انہیں کی نذر و نیاز کرو، میلاد شریف کرو، اولیاء اللہ میں کیا رکھا ہے۔

جب یہاں جمالیا تو اور آگے بڑھتے ہیں کہ سینکڑوں روپے میلاد میں خرچ کرتے ہو، اللہ تعالیٰ کے نام پر خرچ کرو تو کتنا ثواب ہے۔ اگر اہل سنت و جماعت نے کہا کہ ہمیں حضور اقدس ﷺ سے ہمارا تعلق قائم رہے تو یہ اللہ تعالیٰ کے محبوب ہیں ان کے چاہنے والوں کو خدا اپنا محبوب بنالیتا ہے۔ تھوڑے روز کے بعد اس مرکز سے ہٹانے کو آخر کار کہہ دیتے ہیں (دیکھیے براہین قاطعہ ص ۳ مصنفہ مولوی خلیل احمد انبیٹھوی) پھر صاف صاف حضور اقدس ﷺ کی شان مبارک میں کلمات توہین اور بعض ائمہ اربعہ کی تقلید معین کو حرام تک کی تعلیم دے کر اہل سنت و جماعت میں تفرقہ انداز ہوتے ہیں اور بھولے بھالے اور سیدھے سادے مسلمانوں کا راہ راست پر لانا دشوار ہو جاتا ہے۔

لہٰذا ایسے بدمذہبوں کی بدولت جو گھر گھر فتنے ہو رہے ہیں ان کی جڑ کٹ جائے اور جو بدمذہبوں کی امامت سے اہل سنت و جماعت کی نمازیں برباد ہو رہی ہیں، وہ بھی بچ جائیں۔ ان مذکورہ فرقوں کی مکمل پہچان مع دلائل کے مرحمت فرمایئے۔ بینوا بالکتاب وجروا بالحساب۔

المستفتی کمترین محمد سلیم ساکن جیت پور، ضلع فتح پور، ہسوہ (یو۔پی)

۷۸۶

الجواب ھو الموفق للصواب

صورت مسئولہ مرقومہ میں جب تم دیکھو کہ یہ خوف جانی و مالی کوئی ملا یا مولوی یا درویش، قادری یا چشتی یا نقشبندی یا سہروردی کسی بدعتی وہابی دیوبندی یا چکڑالوی یا قادیانی یا بہائیہ یا خاکساریہ یا نیچریہ و رافضیہ و خارجیہ وکانگریسیہ و صلح کلیہ وغیرہم جملہ مبتدعین و مرتدین و ملحدین کی خصوصاً ایسے وہابی نجدی جس کی نوبت کفر و ارتداد تک پہنچ گئی جیسا کہ مصباح الانام اور براہین قاطعہ، تحذیر الناس و حفظ الایمان وغیرہ میں ہے۔ جن پر ان کی کفری عبارتوں کی وجہ سے علمائے عرب و عجم نے کفر و ارتداد کا فتویٰ دیا جس کی صراحت مجدد مأتہ حاضرہ اعلیٰ حضرت مولانا شاہ احمد رضا فاضل بریلوی کی تصنیف "حسام الحرمین" میں موجود ہے۔ پس جو شخص ان بدمذہبوں کی تعظیم و تکریم کرتا ہو، ان کے ساتھ دلی محبت کے ساتھ پیش آتا ہو، وقت بے وقت ان کی حمایت کرنے لگتا ہو، اور بدمذہب اس کے پاس محبت سے آتے جاتے ہوں۔ اس کی تعریف کرتے ہوں، خواہ ہزار با قیام میلاد شریف و گیارہویں شریف کرے، انگوٹھے چومے، یا رسول اللہ پکارتا ہے یقیناً جان لو اور ہوشیار ہو جاؤ کہ وہ لٹیرے ایمان کا چور اور ٹھگ کتا ہے اور پکا بدعتی اور گمراہ۔

چنانچہ باب الاعتصام مشکوٰۃ شریف میں:

فقال قال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم من وقر صاحب بدعۃ فقد اعان علیٰ ھدم الاسلام۔ (رواہ البیھقی فی شعب الایمان)

یعنی شعب الایمان بیہقی میں ہے: جس نے بدعت کی تعظیم و تکریم کی بے شک اُس نے اسلام کی دیوار ڈھانے میں مدد کی۔ سمجھ لیجیے کہ مرتد فاسق کی مدد کرنے والا کون ہوا۔

قرآن پاک میں ارشاد ہے:

لا تجد قوما یومنون باللہ والیوم الاخر یوادون من حاد اللہ و رسولہ ولو کانوا اباءھم او ابناءھم او اخوانھم او عشیرتھم الایۃ۔

ترجمہ: تم نہ پاؤ گے جو یقین رکھتے ہیں اللہ اور پچھلے دن پر کہ دوستی کریں ان سے جنھوں نے اللہ اور اس کے رسول سے مخالفت کی۔ اگرچہ وہ ان کے باپ یا بیٹے یا بھائی یا کنبے والے ہوں۔

اس آیت کریمہ سے معلوم ہوا کہ بد دینوں اور بدمذہبوں اور خدا رسول کی شان میں گستاخی اور بے ادبی کرنے والوں سے میل جول و محبت و تعظیم و تکریم کرنا اگرچہ استاذ یا پیر ہو۔ جب ان کی بدعقیدگی ثابت ہو جائے تو ان سے دور و نفور رہیں۔ جیسا کہ مولانا روم علیہ الرحمہ مثنوی شریف میں ارشاد فرماتے ہیں:

باطلان را چہ رباید باطلی ۔۔۔ عاطلاں را چہ خوش آید عاطلی

مراد بعض غیب ہے یا کل غیب۔ اگر بعض علوم غیبیہ مراد ہیں تو اس میں حضور کی کیا تخصیص ہے؟ ایسا علم غیب تو زید و عمر بلکہ ہر صبی و مجنون و بلکہ بہائم و جمیع حیوانات کے لیے بھی حاصل ہے۔ یعنی اس عبارت کا کج اور ایسی تشبیہ جو کہ ہر ایک جانور ہر ایک چارپائے و مجنون و بہائم درندوں سے دینا جو کہ کھلا کفر ہے۔ جملہ بدمذہب کج بتاتے ہوں تو ایسے بدعقیدوں سے اپنے دین کی حفاظت اور ان کی چالوں اور ان کے فریبوں سے ایمان کو بچانا اور اپنی نمازوں کی حفاظت کرنا فرض الازمی ہے اور تقلید ائمہ اربعہ کی حق ہے۔

ترمذی میں ہے:

یخرج فی اخر الزمان یختلون الدنیا بالدین والسنتھم احلی من السکر وقلوبھم قلوب الذئاب ذکرہ فی المشکوٰۃ رواہ الترمذی وقال ھذا حدیث حسن۔ یعنی نکلیں گے آخر زمانے میں ایسے لوگ کہ حاصل کریں گے دنیا کو دین کے بدلے اور زبانیں ان کی میٹھی ہوں گی شکر سے اور قلوب ان کے بھیڑیے کے ہوں گے ذکر کیا اس کو مشکوٰۃ میں اور روایت کیا اس کو ترمذی نے اور کہا یہ حدیث حسن ہے انتہیٰ۔

پس معلوم ہوا ان احادیث مذکورہ سے کہ زمانہ تبع تابعین پر تمام ہوا اور بعد اس کے زمانے کے فساد دن بدن ترقی پر ہے۔ چنانچہ تقلید کسی مذاہب اربعہ میں سے کسی کی کرنا واجب ہے۔

تفسیر احمدی میں ہے:

قد وقع الاجماع علی ان الاتباع انما یجوز للاربع فلا یجوز الاتباع لمن حدث مجتھداً مخالفھم۔

یعنی تحقیق واقع ہوا اجماع اس بات پر کہ تقلید جائز نہیں، مگر ان چاروں اماموں میں سے ایک کی تقلید جائز ہے۔ البتہ ایک کی اس کی پیروی جائز نہیں جو کہ نیا مجتہد ہونے کا دعویٰ کرے اور خلاف ائمہ اربعہ کا پس چاروں ائمہ اربعہ میں سے ایک کی تقلید کرنا واجب ہے۔

مسلمانوں کا یہ مذہب ہے وہ اللہ تعالیٰ کا جھوٹ بولنا بھی ممکن بتاتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

ومن اصدق من اللہ قیلا، ومن اصدق من اللہ حدیثا۔ یعنی کون ہے بڑا سچا اللہ تعالیٰ سے اپنی بات میں پس جو شخص اللہ تعالیٰ کا جھوٹ بولنا ممکن بتاتا ہے وہ اسلام سے خارج ہے۔

پس جملہ بدمذہب مذکورین کا معتقد ضرور وہابی نجدی ہے۔ علمائے کرام کے فتوے ان وہابیہ دیوبندیہ نجدیہ کے بارے میں مدت ہوئی دے چکے ہیں۔ ان کے پیچھے نماز ہرگز جائز نہیں۔

یہ بدمذہب تقیہ باز یعنی اپنے مذہب کو چھپا کر سنی مسلمانوں کو دھوکا دینا یہ ان کا طرز عمل پایہ ثبوت کو پہنچا ہے۔ مسلمان ہوشیار رہیں کہ یہ بدمذہب اپنے ذاتی فائدے سے موقع پا کر اپنے عقائد کو چھپا کر

اپنے آپ کو خالص سنّی ظاہر کرتے ہیں۔ بہر حال اہل انصاف سنّی مسلمان ان کے تقیہ بازی سے آگاہ رہیں۔ ان کی ظاہرہ کلمہ گوئی وقبلہ روئی وغیرہ کا کچھ اعتبار نہیں۔

قال الله تعالیٰ ومن الناس من یقول امنا بالله وبالیوم الاٰخر وماھم بمؤمنین ط

ترجمہ: کچھ لوگ کہتے ہیں کہ ہم اللہ تعالیٰ اور پچھلے دن پر ایمان لائے اور وہ ایمان والے نہیں۔

یہ آیت کریمہ کا شان نزول یہاں سے تیرہ آیتیں منافقین کے بارے میں نازل ہوئیں جو کہ باطن میں کافر تھے اور ظاہر میں اپنے آپ کو مسلمان بتاتے تھے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے، وما ھم بمؤمنین وہ ایمان والے نہیں۔ اس آیت کریمہ کے مصداق وہابیہ دیابنہ نجدیہ ومنافقین اسلام سے خارج۔ چنانچہ تمام مذاہب گمراہ وگمراہ گر۔ وہابیہ دیابنہ نجدیہ سے جو سنّی عالم یا امام یا استاد یا پیر سے محبت رکھے تو یقیناً وہ مولوی یا امام یا استاد صحیح العقیدہ ہرگز نہیں۔ ایسے لوگوں سے ایمان اور اپنی نمازیں بچانا ان کی چرب لسانی وسواس شیطانی اور دھوکوں سے دور ونفور رہیں۔ ان بدمذہبوں کے کفریات لاتعداد ولاتحصی ہیں (گنتی کے باہر)۔

جو سنّی عالم یا امام یا پیر یا استاد کوئی مسلمان ایسے مُرتدوں کو کافر نہ جانے گا وہ کافر ہو جائے گا۔ جس کی تصریح شیخ الاسلام والمسلمین مجدد مائۃ حاضرہ اعلیٰ حضرت مولانا شاہ احمد رضا خاں فاضل بریلوی رحمۃ اللہ علیہ حسام الحرمین میں فرما چکے ہیں جس پر علمائے عرب وعجم کی تصدیق ہے۔ جس پر عمل کرنا مسلمانوں پر واجب ہے۔ اس لیے کہ ان بدمذہبوں نے اللہ تعالیٰ اور حضور اقدس ﷺ کی عظمت ورفعت شان کو بھلا دیا اور ان کے دشمنوں کو دشمن نہ جانا۔ اہل سنّت وجماعت کی نماز ایسے عقیدہ والوں کے پیچھے نہیں ہوتی ایسے لوگوں کی امامت سے پرہیز کرنا چاہیے۔

مسلمانوں پر فرض ہے کہ اس فتویٰ کو اپنا دستور العمل بنائیں۔ اسلام وسنّیت پر پختگی کے ساتھ قائم رہیں اور اتباع شریعت مطہرہ کو اپنی خواہشات پر مقدم رکھیں تاکہ کوئی بدمذہب اسلام وسنّیت کے خلاف اشتعال وشرانگیز نہ کر سکے۔

ان ارید الا الاصلاح ما استطعت وما توفیقی الا بالله علیه توکلت والیه انیب والله تعالیٰ اعلم۔

۱۲ رمضان ۱۴۲۵ھ

بقلم: فقیر خلیل احمد مکی محمد خان نوری سنّی حنفی چشتی القادری

سند یافتہ مدرسہ نظامیہ حیدرآباد دکن چنچل گوڑہ مکان۔ ۱۳

الجواب صحیح:

عبدالرزاق قشبندی مجددی مکی محلہ حیدرآباد۔

الجواب حق والمجیب مصیب نصحیح ومن انکرہ فھو کافر مرتد فضیح۔ ان سب بدمذہبوں کی گستاخی و بے ادبی کا دندان شکن جواب مولانا مولوی خلیل احمد خاں قادری دام ظلہ مدرس مدرسہ نظامیہ حیدرآباد نے نہایت مدلل طریقے سے دیا ہے۔

اس فتوے میں اچھی خبر لی گئی ہے۔ جو کچھ بھی لکھا گیا ہے وہ سراسر حق ہے۔ اس فتوے کے بعد سے حق واضح اور باطل سرنگوں ہو چکا۔ اللہ تعالیٰ ان وہابیوں کے شرور آفات سے ہر مسلمان کو مامون و محفوظ رکھے۔

الفقیر الی اللہ الغنی السید محمد بادشاہ الحسینی واعظ مسجد حیدرآباد۔ دکن

الجواب والمجیب مصیب۔ اس فتوے پر مسلمانوں کو عمل کرنا ضروری ہے۔

فقیر رشید احمد عفی عنہ۔ بلدہ حیدرآباد۔ دکن

من الجواب حق۔ بے شک اللہ تعالیٰ کی کسی صفت میں نقص کا اعتقاد موجب کفر ہے ایسا ہی تقلید ائمہ اربعہ کا منکر کافر۔ یہ فتویٰ مسلمانوں کی آگاہی کے لیے واجب الاشاعت۔

احقر سید محمد اکبر گلی محلہ بیرون دبیر پورہ بلدہ حیدرآباد، دکن

الجواب حق والمجیب صحیح:

بد مذہبوں کے اقوال منقول کی نسبت علمائے اہل سنت کی جانب سے کثیر فتوے ہو چکے "حسام الحرمین" پر علمائے عرب و عجم کا اتفاق ہو چکا۔ پس اس فتوے کا ماننا حسب نقول صحیحہ معتبرہ لازم الاتباع ہے۔

سید نور اللہ حسینی عفی عنہ بلدہ حیدرآباد، دکن

صح الجواب:

علامہ نے ان کے واسطے معیار شناخت پر جو فتویٰ تحریر کیا ہے سراسر حق و ہدایت ہے اس کا ماننا اور اس پر اہل سنت کو عمل کرنا لازم و ضروری ہے۔ اس کا خلاف نہ کرے گا مگر گمراہ و بددین بندۂ شیاطین۔

فقیر عبد الحق عفی عنہ مدرس مدرسہ بیرون دبیر پورہ بلدہ حیدرآباد، دکن۔

OOOOO

اعلیٰ حضرت امام بریلوی اور اردو ادب

از: سید محمد متین اشرفی مصباحی،
چیف ایڈیٹر ماہنامہ سنی آواز ناگپور،
سجادہ نشین آستانہ عالیہ محسبیہ اشرفیہ رائچور (کرناٹک)

ہم اس عنوان کے ذریعہ ماہرین علم و ادب کو یہ بتانا چاہتے ہیں کہ وہ اندازہ کرلیں اعلیٰ حضرت امام بریلوی قدس سرہٗ کا اردو ادب میں کیا مقام ہے۔ اس لیے کہ بعض ماہرین علم و ادب کہلانے والوں نے اعلیٰ حضرت کی زبان دانی پر حملہ کرکے ان کی شخصیت کو مجروح کرنے کی کوشش کی ہے۔

جن اردو ادب کے ماہرین نے اعلیٰ حضرت امام بریلوی قدس سرہٗ کی نثریات اور منظومات کو دیکھا اور اس کو پرکھا' وہ اعلیٰ حضرت کے ادب پر عبور و مہارت، استادی اور قدرت علی الکلام کا لوہا مانے بغیر نہ رہے۔ مفہوم و معنی، منشا و مراد کے سمجھنے، سمجھانے کا انحصار الفاظ و محاورات کے صحیح علم اور صحت مند استعمال پر ہوتا ہے۔

اعلیٰ حضرت بریلوی قدس سرہٗ کی ہزاروں صفحات پر مشتمل نثریات جن میں بکثرت فنون اور ہر فن کے سیکڑوں انواع اور ہر نوع کے لیے ہزاروں الفاظ کا برمحل، برجستہ روانی کے ساتھ استعمال، کل فنون کی اصطلاحات کثیرہ کا ہر موقع پر اس کی مناسبت سے صحت کے ساتھ ذکر کرنا، ان فنون کے ماہرین و متبحرین کو حیرت میں ڈالے ہوئے ہے۔

منظومات پر قدرت کا یہ حال ہے کہ آپ کے ہزاروں اشعار ادبی اصناف کے ساتھ اعلیٰ حضرت امام بریلوی قدس سرہٗ کے لیے ملک سخن کی شاہی کی تصدیق کررہے ہیں اور ماہر اساتذۂ ادب آپ کے کلام کا ملک الکلام ہونا تسلیم کیے بغیر نہ رہ سکے۔

اللہ تعالیٰ ہی بہتر جانتا ہے کہ اس نے امام بریلوی کو کیسا ملکہ عطا فرمایا تھا اور اوقات میں کیسی برکت عطا فرمائی تھی۔ اس قدر کثیر فنون کی ہزاروں کتابوں کا مطالعہ جن میں اردو، ہندی، فارسی، عربی ادب کی وافر کتابیں بھی داخل ہیں۔ پھر اس پر ذہن کی رسائی، قوت حافظہ، اعلیٰ صحت مند غور و فکر کے ساتھ ہر فن میں قوت بیان اس قدر محکم، مضبوط کہ ہر اعتبار سے کمالیت آپ کی زبان و قلم کی فصاحت و بلاغت میں سرگرم نظر آتی ہے۔

بعض معترض ماہرین علم و ادب کہلانے والوں نے جو اعلیٰ حضرت امام بریلوی قدس سرہٗ کا قول استاد ذوق کے بارے میں نقل کیا ہے، اس کو وہ جوش مخالفت میں کچھ بھی نہ سمجھ سکے۔ اس پر ہماری یہ بات

حیثیت ملاحظہ کیجیے کہ اعلیٰ حضرت کی عبارت کو ان صاحب نے نقل کیا ہے۔ دیکھیے اعلیٰ حضرت تحریر فرماتے ہیں۔

"الجواب: صدہا الفاظ عربی ہیں کہ اردو میں غیر معنی مستعمل ہیں، ان معانی کو قاموس میں تلاش کی حماقت ہے بلکہ ذوق مرحوم اردو زبان کے مُسلم اساتذہ سے تھے۔ (منقول از فتاویٰ رضویہ)

اعلیٰ حضرت امام بریلوی قدس سرہ نے عربی زبان کے الفاظ کو اردو زبان میں مستعمل ہونے اور ان کے استعمال کرنے پر معانی سمجھنے کے لیے اردو کے مُسلم اساتذہ کی طرف رجوع کرنے کی ہدایت فرمائی ہے جس میں ذوقؔ مرحوم کی مثال ایک مُسلم استاد کی حیثیت سے دی ہے۔ علا کو یا اصحاب فن کو یہ رائے دینا کسی ایسے شخص کا کام نہیں جس نے صف اوّل و صف دوم کے اساتذۂ اردو کے کلام کا گہرائی و گیرائی سے مطالعہ نہ کیا ہو اور تیسری صف کے اصحاب ادب پر اس کی خاص نظر نہ ہو۔

کوئی شخص اردو کا اوسط درجہ کا بھی ادیب و ناقد نہیں بن سکتا جب تک وہ اساتذہ کے کلام کا بھرپور مطالعہ نہ کرے۔ سطحی طور پر پڑھنا، پڑھا لینا کام نہ دے گا۔ چہ جائیکہ یہاں ماہر و کامل استاد ادب کی تحقیق کا رد کر سکیں۔ پھر اس پر طرہ یہ ہے کہ ان محققین اردو کو اپنی پیش کردہ ڈکشنریوں کا بھی سمجھنا نہیں آیا۔ ماہرین ادب میں غالب اپنی انفرادی شان کا اظہار کرنے میں ممتاز تھا۔ لیکن وہ اپنے کلام کے بارے میں خود کہتا ہے کہ میں الفاظ اور محاورات اس وقت تک استعمال نہیں کرتا جب تک انھیں مُسلم اساتذۂ فن کے کلام میں دیکھ کر سمجھ نہ لوں۔ (عود ہندی)

اعلیٰ حضرت امام بریلوی قدس سرہٗ جن پر دین و دنیا کی بہت بڑی بڑی ذمہ داریاں تھیں۔ وہ غور و فکر کے بغیر جملہ شعریات و منظومات پر قدرت حاصل نہیں کر سکتے تھے۔ ہاں یہ بات ضرور تھی کہ بفضلہ تبارک و تعالیٰ، امام بریلوی قدس سرہٗ کو قلیل ترین مدت میں وہ اعلیٰ ممتاز قدرت حاصل ہو جاتی تھی جو دوسروں کو مدت دراز میں بلکہ ساری عمر صرف کرنے کے بعد نصیب نہ ہو سکے۔ بلکہ اللہ تعالیٰ نے کئی زبانوں کے ادب کی مہارت و کاملیت سمیت جو بکثرت علوم و فنون کی جامعیت اعلیٰ حضرت امام بریلوی قدس سرہٗ کو عطا فرمائی تھی، اس کی مثال آپ کی صدی' آپ سے قبل کی صدی اور ہماری اس چودھویں صدی میں آج تک نہیں ملتی۔ عظمت کا دعویٰ اور بلندی کی کاٹھ پا کر چمٹاری بن جانا الگ بات ہے جو قابل اعتنا نہیں۔ اعلیٰ حضرت قدس سرہٗ نے اساتذۂ اردو کا ذکر کر کے ذوقؔ مرحوم کی جو مثال دی ہے اس میں چند اہم امور موجود ہیں۔

ایک یہ کہ ذوقؔ کے مراتب کے اساتذہ کا کلام خصوصی غور و فکر سے دیکھا جائے جو ان کے معاصرین اور قبل و مابعد کے اساتذہ کو بھی محیط ہے جبکہ دوسرے اور تیسرے درجہ کے شعرا کے کلام دیکھے بغیر قوت امتیاز پیدا نہ ہوگی۔

دوسرے اردو ادب میں جو الفاظ متروک قرار دیے گئے ہیں اور نئے الفاظ داخل کیے گئے ہیں ان

کے استناد کے لیے ذوقؔ اور ذوقؔ کے مساوی درجات کے اساتذہ کا قول معتبر ہوگا۔

تیسرے عربی، فارسی اور ہندی وغیرہ کے الفاظ کو جس مفہوم و معنی کے کلام کو دلیل میں پیش کیا جاسکے۔

چوتھے ذوقؔ کا ذکر کرنے میں اعلیٰ حضرت قدس سرہٗ کا وہ دینی تصلب و رہنمائی کارفرما ہے جو مذہب اہل سنت میں محفوظ ہے۔ ذوقؔ مذہباً سنی تھے۔ اعلیٰ حضرت قدس سرہٗ اساتذہ کے کلام کے ساتھ ان کی تاریخ اور مذہب پر گہرائی سے نظر رکھتے تھے، جس کی ایک ذمہ دار عالم کے لیے سخت ضروری ہوتی ہے۔ کئی الفاظ مختلف مذاہب کی ترجمانی کرتے ہیں، جن سے دین اور مسلمانوں کو بچانا فرض ہوتا ہے۔
حضرت صدر الشریعہ علامہ الشاہ مفتی محمد امجد علی صاحب مصنف بہار شریعت رحمۃ اللہ علیہ نے سوداؔ کے اس شعر

نہ چھوٹے شیخ سے زنار تسبیح سلیمانی
ہوا جب کفر ثابت تو ہے تمغائے مسلمانی

کی تشریح اعلیٰ حضرت قدس سرہٗ سے دریافت کی۔ آپ نے تشریح بھی کی، ساتھ ہی یہ بتادیا کہ سوداؔ مذہباً شیعہ تھا۔ ذوقؔ کے چند اشعار دیکھیے جو ان کے سنی عقائد کے اقرار پر دلالت کرتے ہیں۔ ذوقؔ کہتے ہیں

ذوقؔ عاصی ہے تو اس کا خاتمہ کیجو بخیر — یاالٰہی اپنے ختم المرسلیں کے واسطے
سبطین نبی یعنی حسن اور حسین — زہرا و علی کے دونوں وہ نور العین
بیشک ہے تماشائے دو عالم کے لیے — اے ذوقؔ لگا آنکھوں سے ان کی نعلین

ذوقؔ مسدس دعائیہ میں کہتے ہیں:

تیرا خطبہ میں ہو نام اور خطیب منبر ہو — تیرا حامی ابوبکر و عمر عثمان و حیدر ہو

دوسری جگہ کہتے ہیں:

رہے نام محمد لب پہ یارب اول و آخر — [illegible] جب سینے میں دم میرا
محبت اہل بیت مصطفیٰ کی نور برحق ہے — کہ روشن ہوگیا دل مثل قندیل حرم میرا
دکھائی مجھ کو راہ شرع اصحاب پیمبر نے — چراغ راہ ہے اکرام اصحاب کرم میرا
شہ ابرار کا جلوہ دکھاتی ذوقؔ رکھتا ہوں — [illegible] جام جم میرا

افسوس کہ ہمارے لیے اس بحث و مباحثہ و موازنہ اور نقد و تبصرہ کے ذریعہ اعلیٰ حضرت قدس سرہٗ کے ادب میں علوِ مرتبت کا ثابت کرنا جیسا کہ اس کا حق ہے مشکل ہے۔ ہم یہاں صرف اردو کے محققین ادب کے مسلمات سے ہی مقصد حاصل کرنا چاہتے ہیں۔

ہم حضرت محدث اعظم ہند کچھوچھوی رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ ماہنامہ "المیزان" بمبئی کے امام احمد رضا نمبر میں ذکر کردہ ماہرین و اساتذۂ فن کے اقوال پیش کیے دیتے ہیں جن سے تنہا زبان دانی ہی نہیں

بلکہ اردو ادب میں اعلیٰ حضرت کی مہارت و کاملیت کا اندازہ ہو سکے گا۔ اگرچہ ہمارے نزدیک اس کی ضرورت نہیں اور حضرت محدث اعظم ہند کچھوچھوی رحمۃ اللہ علیہ اردو زبان کے ماہر، صاحب دیوان شاعر اور اردو خطابت پر پوری طرح قادر تھے۔ آپ ارشاد فرماتے ہیں:

"ایک مرتبہ لکھنؤ کے ادیبوں کی شاندار محفل میں اعلیٰ حضرت کا قصیدہ معراجیہ اپنے انداز میں پڑھا سب جھومنے لگے۔ میں نے اعلان کر دیا کہ اردو ادب کے نقطۂ نظر سے میں ادیبوں کا فیصلہ اس قصیدے کی زبان سے متعلق چاہتا ہوں۔ تو سب نے کہا کہ اس کی زبان تو کوثر کی دھلی ہوئی ہے۔ اس قسم کا ایک واقعہ دہلی میں پیش آیا تو سر آمد شعرائے دہلی نے جواب دیا کہ ہم سے کچھ نہ پوچھیے، آپ عمر بھر پڑھتے رہیے ہم عمر بھر سنتے رہیں گے۔

(المیزان امام احمد رضا نمبر ص ۲۲۸، بحوالہ ہدیۂ ہاشمی ص ۷۱-۷۲)

اسی ماہنامہ المیزان امام احمد رضا نمبر میں کالی داس گپتا رضا کا ایک مضمون صفحہ ۲۷۲ پر شائع ہوا ہے، جس میں انھوں نے اعلیٰ حضرت قدس سرہٗ کے کلام کا جائزہ لیتے ہوئے لکھا ہے:

"نہیں معلوم انھوں نے (اعلیٰ حضرت نے) باقاعدہ اصلاح لی تھی یا نہیں تاہم ان کے کامل صاحب فن اور مسلّم الثبوت شاعر ہونے میں شبہ نہیں اور نعتیہ غزلیں تو مجتہدانہ درجہ رکھتی ہیں۔"

(ماہنامہ المیزان امام احمد رضا نمبر بحوالہ ہدیۂ ہاشمی ص ۷۲)

اسی المیزان امام احمد رضا نمبر کے صفحہ ۳۰۹ پر ڈاکٹر وحید اشرف، ایم، اے، پی، ایچ ڈی، بڑودہ یونی ورسٹی کا مضمون ملاحظہ فرمائیں:

"امام احمد رضا نے ایک نعت میں عجیب جدت طرازی کا مظاہرہ کیا ہے۔ اس میں التزام یہ کیا ہے کہ ہر مصرعہ کے دو ٹکڑے ہیں اور ہر شعر کے چار ٹکڑے چاروں زبانوں میں عربی، فارسی، اردو، ہندی۔ مختلف زبانوں کے باوجود بحر کی ترنم ریزی، قافیہ اور ردیف کی پر کشش جھنکار، ہندی زبان کی آمیزش سے دم اور مطالب و لہجہ اور پوری نظم کا صوتی و معنوی رنگ و آہنگ قابل دید و شنید ہے۔ مختلف زبانوں پر قدرت رکھنے کے ساتھ لفظوں کا انتخاب اور پھر ان مختلف الفاظ کو ایک متناسب اور مترنم سانچے میں ڈھال دینا امام احمد رضا کی ذہنی جدت کا مظہر ہے۔ اس طرح کی مثال امیر خسرو کے یہاں ملتی ہے لیکن جو التزام امام احمد رضا کی نعت میں ملتا ہے وہ وہاں بھی نہیں۔" (المیزان امام احمد رضا نمبر، بحوالہ ہدیۂ ہاشمی ص ۸۳)

ڈاکٹر حامد علی لیکچرر شعبۂ عربی علی گڑھ مسلم یونیورسٹی اعلیٰ حضرت بریلوی قدس سرہٗ کے اردو ادب کے بارے میں لکھتے ہیں:

"آپ کی اردو شاعری اردوئے معلیٰ کا اعلیٰ شاہکار ہے اس لیے میں بلا خوف تردید کہہ سکتا ہوں کہ

آپ نے اردو کلام سے بھی اور حقیقت وہی صحیح معنوں میں لطف اندوز ہوسکتا ہے جسے عربی فارسی پر عبور یا کم از کم اردو زبان کا اچھا فاضل و ادیب ہو۔" (المیزان امام احمد رضا نمبر، ص ۲۳۹، بحوالہ ہدیہ ہاشمی ص ۷۳)

اردو ادب کے جذباتی ناقدین مانیں یا نہ مانیں ہمیں اس سے سروکار نہیں۔ البتہ سنجیدہ مخلص حضرات اچھی طرح اندازہ کریں کہ اتنی طویل بحث کے بعد پھر اعلیٰ حضرت کی اس عبارت کو دیکھیے جس کا سہارا لے کر ناقدین نے اعلیٰ حضرت کی عبارت کو تنقید کا نشانہ بنایا ہے۔ اس عبارت کو نقل کرنے کے بعد اعلیٰ حضرت کی اس عبارت کے بارے میں کہا ہے کہ اعلیٰ حضرت کی ذات کو بطور سند نہ ماننے کی ہدایت خود اعلیٰ حضرت نے یہ فرمایا ہے۔

"الجواب صدہا الفاظ عربی ہیں کہ اردو میں غیر معنی عربی مستعمل ہیں ان معنی کو قاموس میں تلاش کی حاجت ہے بلکہ اردو کے اہل زبان سے دریافت کرنا چاہیے۔ ذوقؔ مرحوم اس زبان کے مسلم استاد تھے" (فتاویٰ رضویہ جلد ۹ ص ۱۲۷، بحوالہ ہدیہ ہاشمی ص ۶۳)

اس کے بعد اردو زبان کے ایک ناقد نے یہ گرہ لگائی ہے آپ لکھتے ہیں۔

"یہاں الفاظ و معانی کی تحقیق کے تعلق سے اعلیٰ حضرت کی ذات اور ان کی بتائی ہوئی راہ سے انحراف ہے۔"

عرض ہے کہ اعلیٰ حضرت قدس سرہٗ کی وہ عبارت جو اوپر الجواب سے نقل کی گئی اس کو اچھی طرح پڑھ دیکھ جائیے، اس عبارت میں ہرگز ہرگز اعلیٰ حضرت قدس سرہٗ نے یہ ارشاد نہیں فرمایا ہے کہ۔ اگر میں نے الفاظ و معانی کی تحقیق کر جاؤں تو ذوقؔ مرحوم یا کسی بھی اردو زبان کے مسلم ماہر استاد کے استعمال کردہ یا بیان کردہ معانی کی بنیاد پر وہ تحقیق و حکم شرع سے رد کر دیا جائے بلکہ اور نازل تر اردو ڈکشنریوں کو سامنے رکھ کر حکم شرع کو مردود کیا جائے۔ (العیاذ باللہ تعالیٰ) یہ کہنا کہ خود اعلیٰ حضرت قدس سرہٗ نے یہ شاہ راہ دکھائی ہے۔ اتنا شدید ترین جھوٹا الزام ہے کہ دین مصطفیٰ ﷺ میں اس کے جو مفاسد اور فتنے پھیل سکتے ہیں ان کا اندازہ نہیں کیا جاسکتا۔

ہم ببانگ دہل کھلے طور پر صاف صاف اعلان کرتے ہیں کہ اعلیٰ حضرت امام بریلوی نے حکم شرع کے لیے الفاظ و معانی کی جو تحقیق فرمادی ہے اس میں کسی ماہر زبان استاد فن مسلم محقق ادب کے قول پر ایک نکتہ کا بھی ہیر پھیر نہیں کیا جاسکتا، اگر اپنے وقت کا میرؔ، ذوقؔ، غالبؔ، مومنؔ بھی ہو تو اسے حکم شرع کے لیے تحقیق الفاظ و معنی میں اعلیٰ حضرت امام بریلوی قدس سرہٗ ہی کی پیروی کرنی ہوگی۔

اگر وہ ناقدین اپنے دین کی بنیاد اپنی ذکر کردہ ڈکشنریوں پر رکھنا چاہتے ہیں اور اعلیٰ حضرت قدس سرہٗ کی تحقیق سے اعراض کر رہے ہیں تو ہمیں ان سے کوئی سروکار نہیں۔ اعلیٰ حضرت قدس سرہٗ کی تحقیق و

تذکیر، صحت و اصابت پر عرب و عجم کے سیکڑوں مستند و معتمد مرجع عوام و خواص سادات علما کا اجماع ہے
جس سے رو گردانی خطا اور حرمت و ضلالت سے کفر تک لے جا سکتی ہے۔ اہل سنت ہوشیار رہیں اور اپنے
دین و ایمان کی حفاظت کے لیے اعلیٰ حضرت قدس سرہٗ کے مسلک پر قائم رہیں جو اعلیٰ حضرت کی تحقیق سے
اعراض کر رہے ہیں تو ہمیں ان سے کوئی سروکار نہیں۔

ناقدین نے اعلیٰ حضرت قدس سرہٗ کی جو عبارت نقل کی ہے اس سے مراد یہ ہے کہ بکثرت عربی
الفاظ جو اردو میں استعمال کیے جاتے ہیں، وہ اپنے اصل عربی زبان کے معنی پر اردو زبان میں استعمال نہیں
ہوتے ہیں بلکہ دوسرے معنی میں بولے جاتے ہیں۔ اگر کبھی ضرورت ہو کہ ان اردو میں مستعمل عربی الفاظ
پر حکم شرع بیان کیا جائے تو اے علما! کہیں انہیں تم عربی لغات جیسے قاموس وغیرہ میں تلاش مت کرنا ورنہ
حکم شرع غلط بیان کر جاؤ گے۔ بلکہ یہ دیکھنا کہ اردو کے مسلم اساتذہ جیسے ذوق مرحوم وغیرہ نے اس عربی
لفظ کو کس معنی میں استعمال کیا ہے۔ مثال کے طور پر اگر کسی نے یہ جملہ "زید نے اپنے غرور سے ہمیں
نقصان پہنچایا" استعمال کیا اور اس پر حکم شرع پوچھا۔ اگر مفتی صاحب عربی زبان کی بنیاد پر لفظ "غرور" کے
معنی لغات عربیہ میں دیکھیں گے تو انہیں فریب کے معنی ملیں گے اور دھوکے و فریب پر بے چارے زید پر
سزا تک کا حکم بیان کیا جا سکتا ہے۔ مگر اردو میں غرور، دھوکے اور فریب کے معنی میں استعمال ہی نہیں
ہوتا ہے گھمنڈ، تکبر، ناز کے معنی میں مستعمل ہے اور اس پر زید کو سوائے نصیحت کے سزا نہیں دی جا سکتی۔
اب اس لفظ غرور کے اردو استعمال کی سند اردو زبان کے اساتذہ سے لی جائے گی۔

جلیل مانکپوری کا شعر ہے:

انہیں غرور کہ یکتا ہے قتل عاشقاں میں ۔۔۔ مجھے یہ ناز کہ ہوں ناز اٹھانے والوں میں

حسرت لدھیانوی کہتے ہیں:

آئیں تو وہ غرور تماشا لیے ہوئے ۔۔۔ بیٹھے ہیں ہم بھی شوق تمنا لیے ہوئے

استاد ذوق مرحوم کہتے ہیں:

جہاں ہے خانہ عشرت بھی ہوس کا غرور ۔۔۔ کہ اس میں لشکر پہ غرور کی تذلیل
جھکائے ہے سر تسلیم ماہ نو پہ وہ ۔۔۔ غرور حسن سے وہ کس کا لیتے ہیں
دیکھا ان بت مغرور کا کر جاہ و جلال ۔۔۔ کبھی فرعون نہ دکھلائے خدائی کی

ہر جگہ غرور، گھمنڈ، تکبر و ناز کے معنی میں استعمال ہوا ہے۔ اردو میں فریب اور دھوکے کے معنی میں
سرے سے مستعمل نہیں ہے۔ ایک اور مثال ملاحظہ کیجیے۔

"معلوق" عربی زبان میں اس سرائے کو کہتے ہیں جو سر راہ مسافروں کے لیے بنائی گئی ہو اور یہ لفظ

آج عرب میں ایسا عام ہے کہ مکہ معظمہ، مدینہ منورہ، جدہ وغیرہ میں جو بڑی بڑی ہوٹلیں، عالیشان بنائی گئی ہیں جن میں ہزاروں حاجی زمانہ حج میں قیام کرتے ہیں یا کاروباری مسافر ٹھہرتے ہیں۔ انہیں فندق کہا جاتا ہے جیسے فندق الحرم، فندق المدینہ وغیرہ۔ اس لفظ فندق کے معنی قاموس میں یہ بتائے گئے ہیں:

حمل الشجرة وهو البندق و تقدم و خان السبيل۔ (قاموس)

یعنی "فندق" ایک درخت کا پھل ہے جس کو "بندق" کہا جاتا ہے جس کا ذکر (لفظ فندق کے معنی بتانے میں) گزر چکا ہے (دوسرے معنی) اس سرائے کے ہے جو سر راہ ہے۔

اور "بندق" کے بارے میں اسی قاموس میں بتایا گیا ہے کہ وہ ایسا پھل ہے کہ اگر بازو پر باندھ لیا جائے تو بچھو کا ڈنک نہیں ہے، اور بالوں کی سرخی دور کرنے اور آنکھوں کی بیماری میں مفید ہے۔

ہاں فندق کے معنی مسافروں کے لیے سرائے اور قیام کی ہوٹل کے اعتبار پر مزید تحقیق کے لیے ائمہ لغات کی طرف رجوع کرنا چاہیں تو اس قاموس کی شرح میں لفظ فندق کی بحث میں یہ عبارت آپ کو مل جائے گی۔ فقد قال الفراء سمعت اعرابيا من قضاعة يقول فنتق" للفندق وهو الخان یعنی امام فراء نحوی نے فرمایا کہ میں نے قبیلۂ قضاعہ کے اعرابی سے سنا جو فندق کو فنتق کہتا تھا اور وہ (فندق) سرائے کو کہتے ہیں، یہ لفظ "فندق" کی عربی زبان پر تحقیق تھی۔ اب اس لفظ پر شرعی سوال و جواب کو ملاحظہ فرمائیں۔ مندرجہ سوال کرتا ہے۔

سوال: مرد را فندق بستن شرعا چہ حکم دارد۔ مرد کے لیے فندق بستگی کا کیا حکم ہے۔ ایک مولوی صاحب قاموس اور عربی لغات سے اپنی تحقیق پر جواب دیتے ہیں۔

الجواب: فندق بستن باعث اجر و ثواب ہست خواہ از مردم باشد یا از زناں چہ دریں انتفاع مردم ظاہر است۔ یعنی فندق بستگی باعث اجر و ثواب ہے خواہ مردوں کی جانب سے ہو یا عورتوں کی جانب سے اس لیے کہ اس میں لوگوں کا فائدہ اٹھانا ظاہر ہے۔

سائل زید جناب مولوی صاحب مجیب کے جواب پر حیران و پریشان کہ یا اللہ! جواز و عدم جواز، باعث اجر و ثواب و سبب گناہ ہونا تو علیحدہ رہا مولوی صاحب نے باعث اجر و ثواب کی جو وجہ بتائی ہے کہ اس سے فائدہ و نفع اٹھاتے ہیں تو مرد تو الگ رہے عورتوں کی فندق بستگی سے لوگوں کو سوائے دیدہ و دل سینکنے کے اور کیا فائدہ ہوگا جس پر اجر و ثواب حاصل ہو۔ زید سائل نے اس سوال و جواب کو ایک دوسرے عالم صاحب کی خدمت میں پیش کیا۔ ان عالم صاحب کا جواب دیکھیے۔

الجواب: مولوی صاحب مذکور معلوم ہوتا ہے عربی لغات قاموس وغیرہ میں لفظ "فندق" کے معنی دیکھ کر دھوکا کھا گئے اور "فندق بستن" کو سرائے تعبیر کرنے پر محمول کرکے جائز اور باعث اجر و ثواب ہونے کا

فوقیت دے دیا۔ جس کی وجہ میں لوگوں یعنی مسافروں کا فائدہ و نفع اٹھانا بیان کر دیا۔ فارسی اور اردو میں لفظ ”فندق بستن“ کے استعمال کی طرف توجہ نہ گئی اور یہ حماقت کر بیٹھے۔

یہاں سائل ”فندق بستن“ کے استعمال سے انگلیوں کے پوروں (سر انگشت) میں مہندی لگانے کے شرعی حکم کو مرد کے لیے پوچھ رہا ہے۔ جس کا صحیح شرعی جواب یہ تھا کہ مرد کے لیے جائز نہیں۔

سائل کے سوال میں لفظ مردوں چونکا دینے کے لیے کافی تھا۔ مفتی صاحب مذکور کو چاہیے تھا کہ وہ فارسی اور اردو زبان کے مُسلّم استادوں کی طرف رجوع کر کے اس کے معنی پر حکم شرع بیان کرتے۔

فغانی خمرچی کہتا ہے۔

تا کہ سر انگشت گل کردہ بس لعبے ‏ ‏ ‏ ‏ کبود چمن پر نگار دست چنار

(دستِ چنار مہندی لگے ہاتھ کو کہتے ہیں)

ذوقؔ مرحوم کہتے ہیں:

کسی کی فندقیں یاد آ گئی ہیں دستِ مژگاں پر ‏ ‏ ‏ ‏ نمایاں قطرۂ خون جگر ایسے نہ ہوتے تھے

ان کا دوسرا شعر اور واضح تر ہے۔

فندق پائے نگاریں کا ہوں میں سوختہ ‏ ‏ ‏ ‏ قطرۂ خون بھی نہ ہوا لوک نشتر سے جدا

(پائے نگاریں وہ پاؤں جس میں مہندی لگی ہیں)

حقیقت یہ ہے کہ فندق اس پھل کو کہتے ہیں جو بیر (کنار) کے برابر انگلیوں کے پوروں کی طرح ہوتا ہے اور اس کا رنگ سرخ ہوتا ہے۔ فارسی و اردو کے شعرا نے اسے محبوب کی مہندی لگی ہوئی سر انگشت کے لیے حجم و رنگ کی مناسبت پر خون کی رعایت سے منقول کیا ہے۔ چنانچہ ”فندق“ مہندی لگے ہوئے سر انگشت کے لیے اور فندق بستن یا فندق کردن مہندی لگانے کے معنی میں اساتذہ کے یہاں مستعمل ہونے لگا۔

اعلیٰ حضرت امام بریلوی قدس سرہ نے اسی لیے صحیح فرمایا ہے کہ تجربہ دار حکم شرع بیان کرنے میں جب عربی زبان کے الفاظ اردو میں استعمال کیے جا رہے ہوں تو صرف عربی لغات پر تکیہ نہ کرنا بلکہ یہ دیکھنا کہ اردو یا کسی دوسری زبان میں یہ عربی لفظ کس معنی میں استعمال کیا جاتا ہے جس کے لیے اس زبان کے مُسلّم اساتذہ کی طرف رجوع کرنا چاہیے۔

اعلیٰ حضرت قدس سرہ کے مقام ولایت اور علوم و فنون میں مہارت کی عظمت و جلالت کا جن میں اعلیٰ اردو ادب کی حیثیت ، ا ، ب ، ت ، ث ، کی ہے حضرت محدث اعظم ہند نے جس گہرائی سے تحریری، زبانی مطالعہ و مشاہدہ فرمایا ہے وہ تو یہ اقرار فرما گئے کہ علما میں ان کا نشان تک نہیں ملتا۔ اردو ادب میں اعلیٰ حضرت کی زبان دانی کے بارے میں حضرت محدث اعظم ہند علیہ الرحمۃ کا قول اعلیٰ حضرت کی ہمہ گیر اور عالی وسعت دانی کے اعلیٰ مقام پر مہر لگا رہا ہے۔

(بقیہ: صفحہ 80 پر)

ڈاکٹر "شرر مصباحی" کے نام

شرافت حسین رضوی ایم اے نورالاسلام کالج گوونڈی، ممبئی

ڈاکٹر صاحب کا پورا نام "مفضل الرحمن" ہے۔ اپنے عہد کے ادیب و شاعر ہیں۔ شرر تخلص ہے۔ جامعہ اشرفیہ مبارکپور سے فارغ ہیں۔ اسی نسبت سے "مصباحی" ان کے نام کا لاحقہ ہے۔ مبارکپور ہی کے متوطن بھی ہیں۔ دہلی یونی ورسٹی کے ایک "طبیہ کالج" میں استاذ رہ چکے ہیں۔ شعر و ادب، نقد و نظر، ان کا خاص میدان ہے۔ رضویات سے بھی شغف ہے۔ ان کا ایک کام جو اہم مانا جاتا ہے وہ "حدائق بخشش" کی تصحیح و تقدیم ہے۔ چالیس پچاس صفحے کا ایک تنقیدی کتابچہ "محاسبہ" بھی دہلی سے چھپ چکا ہے۔ وہ چار تنقیدی مضامین کے کاتب و قلم کار بھی ہیں۔ خاص بات یہ ہے کہ ان کی تحریر جو بھی ہو، جہاں ان کی بصیرت و فراست اور علم و آگہی کا پتہ دیتی ہے، وہیں ان کی خدا شناسی، علم و تنقید اور نقد و تشریح کی طرف بھی اشارہ کرتی ہے۔

حال ہی میں ان سے مولانا خوشتر نورانی نے انٹرویو لیا ہے۔ جو "جام نور" شمارہ اگست ۲۰۰۶ء کی زینت ہے۔ یہ انٹرویو سنسنی خیز بھی ہے، فکر انگیز بھی، سوقیانہ بھی ہے، کل انقلابی بھی۔ اسے ہم کل کھوری بھی کہہ سکتے ہیں اور کیتیوں کے میٹھے منتروں پر آگے بھاڑ جھنکار بھی، یہ شہد بھی ہے اور شہد کے پردے میں حنظل کا کچا پن بھی۔ یہ ایسا عکس ہے جس میں تصویریں جتنی اجلی دکھائی دیتی ہیں۔ اس کے عقب میں اتنی ہی اجاڑ صورت مستور بھی۔ اس میں اگر بالشت بھر بچنے کی کوشش کی گئی ہے، تو گز بھر پھاڑنے کی جرأت بھی دکھائی گئی ہے۔ اس لیے یہ انٹرویو ہند و پاک میں محبت و مذمت کی نظر سے پڑھا گیا، دیکھا گیا۔ "جام نور" کے اگر دس قارئین خوش ہوئے ہوں تو ہوئے ہوں، دوسرے قارئین کو ضرور برا لگا ہوگا۔ لہٰذا یہ انٹرویو خوشی و غمی، تحسین و تحقیر، قبول و رد کی دلدل میں ڈوبتا، ابھرتا اور الجھتے سلجھاتا سا مطالعہ کی میز پر رہا۔

جب ظاہر ہے کہ یہ انٹرویو نہ کل کے کل خوش گوار ہے، نہ تمام کے تمام گوارا، تو ضروری ہے کہ اس کا منصفانہ تجزیہ کیا جائے، تو اس کے کئی رخ کی صورتیں سامنے آتے ہیں۔ ان کی تحریر کا ایک رخ تو یہ ہے کہ ہمارے یہاں تحریر و تقریر میں، زبان و قلم میں، عقیدت و محبت کے اظہار و بیان میں جو بے راہ روی، بے اعتدالی اور ناہمواری ہے، اس پر قدغن لگانا اشد ضروری تھا اور ہے۔ شعر و ادب اور تحریر و صحافت میں یہ فریضہ ناقد ہی انجام دیتا ہے۔ سو یہ کام شرر صاحب سر انجام دیتے ہیں۔ جی بھی چاہتا ہے کہ ہم یہاں "شرر" صاحب کو مبارکباد پیش کریں۔

اس کا ایک پہلو یہ بھی ہے کہ ہمارے یہاں بے جا جو کچھ بولا یا لکھا جاتا ہے۔ اس کی پرکھ بہر صورت ہونی چاہیے، تاکہ اغیار کے سامنے ہمیں سرنگوں نہ ہونا پڑے۔ قلم کار اگر مریض ہیں تو ناقد طبیب ہے۔ مگر طبابت و جراحت کے لیے جو حذاقت و ذکاوت، مہارت و ممارست مطلوب ہے۔ اہل نظر خوب جانتے ہیں۔ بہر نوع شرر صاحب کی اس تنقیدی گفتگو نے جہاں اہل مدرسہ کے لکھنے والوں کو چوکس کر دیا ہے وہیں تو

واعظان تحریر و قلم کو بھی چوکنا کر دیا ہے۔ اب ہمارے محرر و مقرر کامل غور و فکر سے زبان و قلم چلائیں گے۔ یہ روک ٹوک بھی ضروری تھا۔ یہ بھی ایک خوش آیند بات ہے۔

مگر شرؔر صاحب نے جو یہ لکھ فرمایا ہے کہ ع مستند ہے میرا فرمایا ہوا

کا مظاہرہ لیے ہوئے ہے۔ اس میں ہر چند کہ وہ جذبہ شامل ہے، جو کسی نفرت، عداوت یا بغاوت کا شاخسانہ ہوتا ہے، تاہم ان کی تحریر کو غیر مہذب معاندانہ کہلانے میں رکھا نہیں جا سکتا۔ در اصل ہم سب کی ایک کمزوری یہ ہے کہ جو بات پل میں بن سکتی ہے، جو قضیہ بدون مخاصمہ حل ہو سکتا ہے، وہ ہر بار آ کر بھی حل ہو نہیں پاتا۔ بات وہیں کی وہیں رہ جاتی ہے اور بات کا جھگڑا ہو کر یا تو ہم اپنے ہاتھوں سے رسوائی خرید لیتے ہیں یا پھر غیروں کو بارود و اسلحہ فراہم کر دیتے ہیں۔ ماضی و حال میں اس کی کئی مثالیں ہیں، جن سے صحیح تجربہ ہوا۔ لیکن ان علمی جھگڑوں سے ملت کا کتنا بھلا ہوا؟ سب جانتے ہیں۔

مشاجرات صحابہ سامنے ہیں، یہ کیا ہے کسی مسلمان میں جرأت کہ کھل کر نظر اٹھا سکے۔ اہل علم میں اختلاف رائے کوئی نئی بات نہیں، یہ تو امت کے حق میں عین رحمت ہے۔ زحمت تو جب ہے کہ تعصب، عناد، نفسانیت اور اڑیل پن کا عمل دخل ہو۔ "حسان الہند اور فن شاعری" منظر عام پر آئی، جس کو مولانا عبد الستار ہمدانی نے محنت سے لکھی، محبت سے چھاپی۔ ہند و پاک میں بھرپور پذیرائی ہوئی۔ لیکن دہلی کے شرؔر صاحب اور ہری پور ہزارہ پاکستان کے حضرت قاضی عبدالدائم صاحب نے اپنی فن کارانہ صلاحیت و قابلیت سے مصنف کو بری طرح کھدیڑ دیا۔ شرؔر صاحب نے تو کمال ہی کر دیا کہ سید محمد اشرف میاں مارہروی کو تو بچا لیا، ان پہ وہ وار کر ہی نہیں سکتے تھے۔ مگر اسی خانوادہ کی ایک صاحب علم و قلم برگزیدہ شخصیت حضرت حسنین میاں نظمی کو پہچاننے سے انکار کر دیا۔ یہ اظہار خیال انتہائی توہین آمیز ہے۔ بہر کیف شرؔر صاحب اور قاضی صاحب دونوں کو چاہیے تھا کہ ہمدانی صاحب کی کتاب کا فنی و ادبی جو آپریشن ہوا ہے، دونوں حضرات ہمدانی صاحب کو اصلاح کا ایک موقع دیتے اور تمام اغلاط کی نشاندہی کر کے صحیح نامہ بنا کر مصنف کو بھیج دیتے، تو کوئی وجہ نہیں تھی کہ ہمدانی صاحب قبول نہ کرتے۔ بصورت دیگر شرؔر صاحب "جام نور" دہلی میں اور قاضی صاحب "معارف رضا" کراچی میں اپنی عروض دانی کا امتحان سجا دیتے، خوب یہ لطف رہتا۔

اب پھر شرؔر صاحب نے اس تازہ تحریر میں ہمدانی صاحب سمیت کئی اہل علم کو نشانۂ تنقید بنایا ہے، جو سب کے سب بلحاظ علم و فن، فکر و نظر، نقد و ادب، عہدہ و منصب، اثر و رسوخ، دینی و سماجی حیثیت، خدمت علم و فن اور اشاعت مذہب و ملت میں شرؔر صاحب سے قطعاً پیچھے نہیں، بلکہ آگے اور اہم ہیں۔ قریب سو رسائل رضویہ کا گجراتی زبان میں ترجمہ ہوا ہے اور پورے گجرات میں تقسیم عام ہوا ہے۔ اردو میں درجنوں کتب ہیں جو کمیت و کیفیت ہر دو اعتبار سے اہم و مہم ہیں، مرکز برکات رضا کے پلیٹ فارم سے صدہا کتب جو کئی کئی جلدوں پر مشتمل ہیں، کی طباعت و اشاعت، تصنیف و تحقیق، تخریج و ترجمہ اور عربی انگلش میں لٹریچر فراہم کر کے پورے ملک کے تجارتی و ثقافتی ناشرین کو خوش گوار حیرت میں ڈال دیا ہے۔ اس کے علاوہ تقریری و مناظرتی میدان

میں بھی انہوں نے اپنے وجود کا احساس دلایا ہے۔

ڈاکٹر صابر سنبھلی صاحب ضعیف العمر ہیں، علم و تجربات کی گہرائی ہی ان کی خاص پہچان ہے۔ ادبی و مذہبی ہر دو حلقوں میں وہ اعتماد و استناد کا درجہ رکھتے ہیں۔ اردو املا و انشا، کہاوت و محاورہ، زبان دانی، عروض و قوافی اور تحقیق و تنقید میں ان کے مقالے ادبی جرائد میں شائع ہوتے رہے ہیں۔ جن سے اردو کے بڑے اداروں نے شعور و آگہی کی روشنی کشید کی ہے۔ اس وصف میں ان کی کئی کتابیں خود راقم کے پاس موجود ہیں۔ مذہبی تحریروں کی جو خوبی ہے، مذہبی طبقہ اچھی طرح جانتا ہے۔

شرر صاحب نے لکھا ہے کہ صابر صاحب نے کنز الایمان پر مضمون لکھ کر علمی دنیا میں اپنا وقار کھو دیا ہے۔ ہم یہ سمجھنے سے قاصر ہیں، علمی دنیا سے شرر صاحب کی مراد اگر شبلی نعمانی کی علمی دنیا ہے جس سے متاثر ہو کر انہوں نے "سیرت النبی" لکھی تھی، تو اہل علم نے اسے کب تسلیم کیا؟ کیا شرر صاحب نہیں جانتے، علمی دنیا نے اسے مسترد کر دیا ہے اور اگر ان کی مراد کوئی اور "فرضی علمی دنیا" ہے تو شرر صاحب کے اندر اگر بحث و وکالت اور دفاع کی قوت و بصیرت نہیں، تو وہ احمقانہ ادبی اڑان کیوں اڑ رہے ہیں۔ شرر صاحب کو اعتراف ہے۔ مفتی مطیع الرحمن رضوی شعر و ادب پر گہری نظر رکھتے ہیں۔ جو شرر صاحب کی کل پونجی ہے۔ یہ تو مفتی صاحب کی اضافی خوبی ہے۔ ان کا اصل کمال تو دینی علوم و اصول میں اشتغال و انہماک ہے۔ اس لیے شرر صاحب ان کو بکھیرنے سے گریز کر گئے ہیں۔

الغرض صاحب قلم کوئی بھی ہو، انسان ہے۔ یہ بھی جگ ظاہر ہے، تحقیق کا کوئی کنارہ نہیں۔ قلم کار جب قلم اٹھاتا ہے، تو اس کی سوچ کا ایک خاص کینوس ہوتا ہے، مخصوص ذہن ہوتی ہے۔ جس میں وہ سیر کرتا ہے۔ ایک طے شدہ ذہنی فضا ہوتی ہے۔ جس میں وہ پرواز کرتا ہے۔ اس کی سیر و پرواز میں جب اگر کہیں شرعی، شعری یا فنی سہو و سقم واقع ہوتا ہے۔ جو ذہول ذہن یا زلت قلم سے در آتا ہے۔ تو ایسی صورت میں مصنف ہمدردی کا مستحق ہے، نہ کہ دیوان عام میں ذلت و خواری کا۔ ہمدانی صاحب ہوں، صابر صاحب ہوں، شرر صاحب ہی کیوں نہ ہوں۔ اصلاحی نکات اولاً مصنف کو آگاہ کرنا چاہیے۔ بحث و مذاکرہ کا نیا محاذ کھولنا باعتبار شرعی و اخلاقی کسی طرح روا نہیں اور پھر کون بدبخت ہے جو راست اصطلاحات کو قبول نہ کرے۔ اسے ایسی رجوع و قبول تو اہل علم کا طرۂ امتیاز ہے۔ طغرائے افکار ہے۔

صابر صاحب نے جس ذہنی فضا میں "کنز الایمان" پر مقالہ قلم بند کیا ہے، اس کی صراحت و وضاحت مذکورہ مضمون اور اسی "جام نور" کے اپنے انٹرویو میں کر دی ہے۔ اگر شرر صاحب ایک بار بھی غور سے پڑھ لیتے تو یہ الزام نہ لگاتے کہ "کنز الایمان کا لسانی جائزہ" لکھتے وقت 'معارف القرآن' کو شامل کیوں نہیں کیا گیا، یا شاہ عبد القادر دہلوی کے ترجمہ کو کیوں چھیڑا گیا۔ یہ بات بالکل لا تو ہم محض ہے۔ "حقیقت محمدیہ کی کمس پیٹھ" کا الزام بھی غلط ہے۔ نقد و تبصرہ بغرض اصلاح مع الاعتذار ہو تو وہ بلا شبہ صالح ہے، محمود و مستحسن ہے۔ معیوب و مذموم نہیں۔ اس کا اجر ناقد کو ضرور ملے گا۔ جراحت آمیز تنقید سے نہ مقصود حل ہوتا ہے نہ ناقد مستحسن گردانا جاتا ہے۔

خطیب اعظم حضرت مولانا محمد شفیع اوکاڑوی کا

23 واں سالانہ عرس مبارک اور عالمی یوم خطیب اعظم

جماعت اہل سنت کے بانی خطیب اعظم حضرت مولانا محمد شفیع اوکاڑوی رحمۃ اللہ علیہ کا 23 واں سالانہ دو روزہ مرکزی عرس مبارک جامع مسجد گلزار حبیب، گلستان اوکاڑوی (سولجر بازار) کراچی میں حسب سابق ماہ رجب کی تیسری جمعرات و جمعہ بمطابق 17-18 اگست 2006ء کو مولانا اوکاڑوی اکادمی (العالمی) اور گلزار حبیب ٹرسٹ کے زیر اہتمام والہانہ عقیدت و احترام سے منایا گیا۔ اس موقع پر سالانہ یادگاری مجلہ "الخطیب" شائع ہوا۔ مرکزی فاؤنڈیشن (ٹرسٹ) کے سید رفیق شاہ نے بھی ایک کتابچہ شائع کرکے تقسیم کیا۔ عرس مبارک کی دو روزہ تقریبات کے دنوں کراچی شہر میں طوفانی بارش اور بجلی کی عدم فراہمی کے باعث مختلف علاقوں میں صورت حال ناگفتہ بہ تھی اور سواریاں بھی میسر نہ تھیں، اس کے باوجود ملک اور بیرون ملک سے علما و مشائخ اور عقیدت مند حضرات و خواتین کی خاصی تعداد نے شرکت کی۔ متعدد خانقاہوں، درس گاہوں، سنی تنظیموں اور حلقوں کی طرف سے حضرت خطیب اعظم علیہ الرحمہ کے مرقد اقدس پر چادر پوشی و گل پاشی کی گئی۔ حضرت سیدنا داتا گنج بخش اور حضرت شیر ربانی میاں صاحب شرقپوری رحمۃ اللہ علیہ کے مزارات سے بھیجی گئی خصوصی چادروں کو علامہ کوکب نورانی اوکاڑوی نے اپنے بھائیوں ڈاکٹر محمد سبحانی اوکاڑوی، صاحب زادہ حامد ربانی اوکاڑوی، علما و مشائخ اور عقیدت مندوں کے ہمراہ اپنے والد گرامی علیہ الرحمہ کے مرقد مبارک پر چڑھا کر عرس مبارک کی تقریبات کا آغاز کیا۔ چادر پوشی کے وقت نعت شریف، ذکر اسم الٰہی اور صلوٰۃ و سلام کا ورد کیا گیا۔ (علامہ کوکب نورانی اوکاڑوی ہر سال اعلان کرتے ہیں کہ عرس مبارک کے موقع پر حضرت داتا گنج بخش علیہ الرحمہ کے مزار شریف سے خصوصی چادر آتی ہے اور وہی چادر حضرت خطیب اعظم کے مزار شریف پر چڑھائی جاتی ہے۔ ان کا کہنا ہے کہ تمام اہل عقیدت مزار شریف پر زیادہ چادریں چڑھانے کی بجائے حضرت خطیب اعظم کے ایصال ثواب کے لیے مستحق افراد کو پوشاکیں فراہم کریں)۔ جنوبی افریقا سے مفتی اعظم مولانا محمد اکبر ہزاروی، اوکاڑا سے صاحب زادہ مولانا محمد فضل الرحمٰن اشرفی، راول پنڈی سے مولانا قاری مظہر عباس نے خصوصی شرکت کی۔ ٹرینوں کی کراچی آمد معطل ہونے کے باعث بہت سی شخصیات عرس مبارک میں شریک نہ ہوسکیں۔ اجتماع سے خطاب کرتے ہوئے راول پنڈی سے مہمان خطیب مولانا محمد حنیف قریشی نے کہا حضرت مولانا محمد شفیع اوکاڑوی اپنے عہد میں بے بدل اور بے مثل علمی روحانی انقلابی ہستی تھے وہ اہل سنت کے قائد، امام اور محسن تھے اور انہوں نے مختصر مدت میں اس قدر اور اتنی عمدہ خدمات انجام دیں کہ عالم اسلام کو ان پر ناز اور فخر رہے گا اور ان کا سب سے بڑا اعزاز یہ ہے کہ انہیں بارگاہ مصطفیٰ ﷺ میں مقبولیت اور محبوبیت حاصل تھی۔ وہ حق و صداقت کے ترجمان اور بے علم بردار تھے ان کی بدولت کروڑوں کے ایمان و اعمال کی اصلاح ہوئی۔ مفتی اعظم افریقہ مولانا محمد اکبر ہزاروی نے والہانہ عقیدت پیش کرتے ہوئے کہا کہ سنتوں میں آج 23 برس کا عرصہ گزر جانے کے بعد بھی حضرت خطیب اعظم کے نام اور کام کی دھوم ہے اور آج بھی ان کے فیضان

سے لاکھوں استفادہ کر رہے ہیں۔ انہوں نے دین و ملت کے لیے تجدیدی اور انقلابی کارہائے نمایاں انجام دیے۔ صاحب زادہ مولانا محمد فضل الرحمٰن اشرفی نے کہا کہ مسلکِ حق کے لیے حضرت مولانا اوکاڑوی کی جدوجہد ناقابلِ فراموش رہے گی اور اہلِ سنت پر ان کے احسانات کا فیضان جاری رہے گا۔ ان کی بنائی ہوئی جماعتِ اہلِ سنت نے پچاس برس مکمل کر لیے ہیں اور یہ تنظیم بھی ان کا صدقۂ جاریہ ہے۔ مولانا قاری علی اکبر نعیمی نے کہا کہ حضرت خطیبِ اعظم کی عظمت اور استقامت کا ہر کوئی معترف ہے اور ان کی طرزِ خطابت کو مثالی مقبولیت حاصل ہوئی جسے اپنانے والے بھی کامیاب ہوئے۔ وہ عالمِ اسلام کے سچے اور بے باک مجاہد اور قافلہ سالار تھے۔ اجتماع سے مولانا ابرار احمد رحمانی، مولانا قاری مظہر عباس اور آخر میں علامہ کوکب نورانی اوکاڑوی نے بھی خطاب کیا۔ شہدائے جلسہ میلاد شریف کے قاتلوں کو گرفتار نہ کرنے کے خلاف قرارداد منظور کی گئی اور کہا گیا کہ پر ممکنہ حد تک زیادہ اپنے وطن کو سازشوں سے بچایا جائے۔ اجتماع میں ایصالِ ثواب کرتے ہوئے سات ہزار پانچ سو چھپن (7556) ختماتِ قرآن کریم اور 11 کروڑ 61 لاکھ مرتبہ (11,61,000,00) درود شریف، تین لاکھ مرتبہ کلمہ طیبہ (300,000) اور بے شمار کے مختلف متعدد اوراد کے وظائف ہدیہ پیش کیا گیا۔ درود شریف کے ہدیے میں مجلسِ خواتین گل زار حبیب کا حصہ نمایاں تھا۔ اختتامی دعا علامہ کوکب نورانی اوکاڑوی نے کی۔ جمعہ 18 اگست 2006ء کو دنیا بھر کے 30 ممالک میں عقیدت و احترام سے مساجد و مراکزِ اہلِ سنت میں یومِ خطیبِ اعظم منایا گیا اور اجتماعی طور پر ایصالِ ثواب کے لیے فاتحہ خوانی ہوئی۔

مرکزی عرس شریف کی تقریبات میں حضرت الحاج پیر شوکت حسن خاں نوری، لاہور سے مرزا محمد ارشد مغل، گوجراں والا سے جناب صوفی محبت اللہ، پاک پتن شریف سے صوفی صوبہ خاں، پیر محل سے الحاج شیخ محمد اشرف، ان کے بھائی اور فرزند، الحاج مرزا محمد ایوب، پیر محمد اسلم رضا، پیر جی محمد شفیع، انجمن مجاہدین مصطفیٰ کے محمد اکبر نقش بندی، بزمِ فیضانِ وارثیہ کے سید عبدالماجد، سید محمد ساجد شیخ احباب، مولانا قاری تاج بہادر خاں، مولانا غلام نورانی صدیقی، الحاج سید احتشام الحق، الحاج شیخ محمد نعیم نقش بندی، الحاج شیخ خالد رشید نقش بندی، جناب شیخ جاوید اقبال، شیخ محمد آفتاب، الحاج اکرام الدین، مولانا صوفی محمد حبیب الرحمٰن شمسی، جناب عبدالغفار داؤد، مولانا محمد شریف نقش بندی، سید محمد رفیق شاہ، مولانا ریاض الدین قادری اور متعدد معززین نے خصوصی شرکت کی۔ انجمن نوجوانانِ اہلِ سنت اور بزمِ فیضانِ وارثیہ نے اپنے مراکز میں عرس شریف کی تقریبات منعقد کیں۔ روزنامہ جنگ کراچی اور روزنامہ نوائے وقت کراچی نے یومِ خطیبِ اعظم کے موقع پر خصوصی مضامین شائع کیے۔ حضرت خطیبِ اعظم کا 24 واں سالانہ عرس مبارک ماہِ رجب کی تیسری جمعرات و جمعہ 3-2 اگست 2007ء کو منایا جائے گا۔

(رپورٹ: حمید اللہ قادری / احمد علی قادری)

تبصرۂ کتاب

کتاب "عاشقِ رسول ﷺ امام احمد رضا" ایک جائزہ

مبصر: محمد شریف رضا عطاری

مدیر ماہنامہ "جہانِ حمد" محترم جناب طاہر سلطانی صاحب کا نام علمی و ادبی شخصیات میں اب تعارف کا محتاج نہیں رہا، آپ کی علمی و ادبی کاوشات کے سبب، جیسا کہ محترم محمد وجدانی صاحب آپ کے متعلق تحریر فرماتے ہیں: "کچھ لوگ ایسے ہوتے ہیں جو معاشرتی زندگی کے کسی نہ کسی شعبہ کو اپنا مقصدِ حیات بنا لیتے ہیں۔ پھر ان کی تمام جدوجہد اپنے اسی مقصد کی تکمیل میں گذرتی ہے اگر وہ مقصد نیک ہوتا ہے تو اللہ تعالیٰ بھی قدم قدم پر ان کی مدد اور رہنمائی فرماتا ہے اور وہ اسباب پیدا کر دیتا ہے، جو ان کی مقصد برآوری میں معاون ہوتے ہیں اور انہیں کے حوالے سے ان کی شہرت ہوتی ہے۔ لوگوں کی نگاہوں میں ان کی قدر و منزلت بڑھ جاتی ہے۔"

﴿ماہنامہ مہرِ اہلسنت، لاہور جولائی ۲۰۰۶ء صفحہ ۲﴾

حال ہی میں آپ کی ایک نمایاں کتاب "عاشقِ رسول (ﷺ) امام احمد رضا" کے نام سے اشاعت پذیر ہوئی ہے، جس کے اندر وافر علمی خزینے سموئے ہوئے ہیں، جو کہ اسکالرز حضرات و محققینِ رضویات و اردو ادب سے دلچسپی رکھنے والے طلبا کے لیے ایک نعمت سے کم نہیں۔ کتاب کے متعلق روایتی تعریفانہ و توصیفانہ الفاظ لکھنا "سورج کو چراغ دکھلانے کے مترادف ہوگا" کہ کتاب جس ہستی کے متعلق ہے وہ خود آفتابِ زمانہ کی مانند آج تک درخشندہ ہے۔ اس لیے کتاب کا اندرونی جائزہ لینا زیادہ مناسب ہوگا۔

موصوف نے اس کتاب کو پانچ ابواب میں منقسم کیا ہے۔

بابِ اوّل ...... اس باب میں حمدِ باری تعالیٰ، مناجات، نعتِ رسول ﷺ اور جناب طاہر سلطانی صاحب کا "شاہ کی ساری امت پہ لاکھوں سلام" کی سرخیوں سے مزین و پُر اثر ابتدائیہ جو کہ عشقِ رسول ﷺ سے ڈوبے ہوئے قلم سے لبریز ہے، نہایت ہی روح سوز ہے۔ شروع میں "امام احمد رضا کے ماہ و سال" کے ساتھ ساتھ امام احمد رضا علیہ الرحمہ کی چند اہم تحریریں بھی شاملِ کتاب ہیں، جو اس کتاب کی خوبصورتی و مواد کی جاذبیت میں مزید نکھار پیدا کرتی ہیں۔

جن میں میلادِ مصطفیٰ (ﷺ)، عظمتِ صحابہ رضی اللہ عنہ، والدین پر اولاد کے حقوق، بارہ امام کی تحقیق، وجودِ آسمان، زمین متحرک نہیں، تشریح افلاک...... علمِ توقیت، وصایا شریف موجود ہیں۔

تحریرات کے انتخاب میں موصوف نے نہایت باکمال ترتیب کو ملحوظ رکھا ہے، جن میں اعلیٰ حضرت کی حضور ﷺ سے محبت، صحابہ کی حرمت کا پاس، سائنسی نظریات و علمِ توقیت وغیرہ وغیرہ کو اجاگر کرنے کی ایک احسن کوشش کی گئی ہے۔

باب سوم ...... امام احمد رضا کی نعت نگاری اہل علم و دانش کی نظر میں۔

اس ضمن میں ممتاز مقالہ نگاروں کی "امام احمد رضا کی نعت نگاری" پر قلمی کاوشوں کو حسن ترتیب سے مزین کیا گیا ہے۔ جن میں ہر تحریر کو بطور فہرست متعارف کرانے کا ذیلی تبصرہ ازروئے طوالت متقاضی نہیں۔ اس لیے چند چیدہ چیدہ مقالات کا اجمالی تعارف پیش کیا جاتا ہے۔

ڈاکٹر فرمان فتح پوری کا مضمون "مولانا احمد رضا خاں، منفرد نعت گو شاعر" اعلیٰ حضرت کی نعتیہ شاعری پر نہایت ہی دلچسپ مضمون ہے۔ موصوف اعلیٰ حضرت کی شاعری کے متعلق فرماتے ہیں۔

"شاعری، خواہ اس کا موضوع کچھ بھی ہو، شاعر کے جذبے کی شدت اور پاکیزگی کا مطالبہ کرتی ہے۔ جذبے کی شدت اور پاکیزگی سے مراد یہ ہے کہ شاعر اپنے موضوع سے مخلص ہو، گہرا لگاؤ رکھتا ہو اور اپنی لگن میں سچا ہو، سچائی اور لگن کو غالب نے دل گداختہ کا نام دیا ہے، اقبال نے خون جگر کہا ہے اور بعض نے شاعر کے خلوص سے تعبیر کیا ہے۔ جس نسبت سے شاعر کے جذبات سچے اور گہرے ہوں گے اسی نسبت سے اس کی شاعری سچی، موثر اور گہری ہوگی۔ یوں سمجھ لیجیے کہ جذباتی صداقت کے بغیر منطقی یا عملی صداقت کے زور پر اعلیٰ درجے کی شاعری جنم نہیں لے سکتی۔ کسی شخص کا علمی تجربہ، اس کا تفکر اور مشاہدہ' مطالعہ ممکن ہے بلند پایہ تصنیف و تالیف کے لیے مددگار ثابت ہو۔ لیکن تخلیق شعر میں معاون نہیں ہوسکتا۔ خاص طور پر نعتیہ شاعری علم و فکر کے ساتھ ساتھ شعر کے جذبات محبت کا ایسا ارتعاش و التہاب چاہتی ہے جو مولانا احمد رضا خان صاحب بریلوی کی طرح اس بات پر والہانہ یقین رکھتا ہو کہ آنحضرت کی ذات گرامی کائنات میں بے مثال ہے نہ ماضی میں اس کی مثال نظر آتی ہے نہ حال میں، اور نہ مستقبل میں اس کی مثال کا امکان ہے۔ کہنے کا مطلب یہ ہے کہ جب تک شاعر پورے وثوق، مکمل یقین اور پوری شدت جذبات کے ساتھ یہ عقیدہ نہ رکھتا ہو کہ

لم یات نظیرک فی نظر مثل تو نہ شد پیدا جانا
جگ راج کو تاج تورے سر سو ہے تجھ کو شہ دوسرا جانا (صفحہ ۹۳)

اسی طرح اسی روایتی انداز کو برقرار رکھتے ہوئے دیگر وقیع مضامین کے ساتھ، ممتاز مقالہ نگار شہزاد احمد صاحب کا مضمون "سلام رضا کی تضمین نگاری" اس باب کی رونقوں میں سے ہے۔ اس مقالہ میں موصوف نے معروف شعرا کی سلام رضا پر مشتمل تضمینات پر بہترین خامہ فرسائی کی ہے۔ جن کا مختصر سا خاکہ پیش قارئین ہے۔

مصرعہ اولیٰ:۔ مصطفیٰ جان رحمت پہ لاکھوں سلام

تضمین نگار: ملک مجیرہ

دو جہاں کی حقیقت پہ لاکھوں سلام مقصد محور قدرت پہ لاکھوں سلام

آیۂ حسنِ فطرت پہ لاکھوں سلام — مصطفیٰ جانِ رحمت پہ لاکھوں سلام

تضمین نگار : صابر القادری بریلوی

حق نما نورِ وحدت پہ لاکھوں سلام — مرحبا شانِ رحمت پہ لاکھوں سلام
دل فزا بزمِ فرحت پہ لاکھوں سلام — مصطفیٰ جانِ رحمت پہ لاکھوں سلام

تضمین نگار: شمس بریلوی

دورِ تکوین و خلقت پہ لاکھوں سلام — باعثِ تاجِ قدرت پہ لاکھوں سلام
مرجعِ حسنِ صنعت پہ لاکھوں سلام — مصطفیٰ جانِ رحمت پہ لاکھوں سلام

تضمین نگار :. سید حبیب نقشبندی

حق نمائے وحدت پہ لاکھوں سلام — دلربا نورِ طلعت پہ لاکھوں سلام
تجلیِ شانِ قدرت پہ لاکھوں سلام — مصطفیٰ جانِ رحمت پہ لاکھوں سلام

نیز دیگر تضمین نگاروں کی کاوشیں بھی نہایت ہی خوب سے خوب تر ہیں، جن میں عبدالسلام شکیل، اسلم بستوی، عزیز حاصل پوری، حسان نقشبندی نمایاں ہیں۔ اسی طرح اس باب میں ڈاکٹر غلام مصطفیٰ خان نقشبندی کا مقالہ "مولانا احمد رضا کی نعتیہ شاعری"، ڈاکٹر عبدالنعیم عزیزی کا مضمون "مولانا احمد رضا خاں کی نعت گوئی کا علمی رخ"، ڈاکٹر طلحہ رضوی برق کا مضمون "واصفِ شاہِ ہدیٰ"، طاہر سلطانی صاحب کا "امام نعت گویان اردو کی شاعری حمد و مناجات" اور ڈاکٹر احتشام الحق کوثر کا "امام احمد رضا کی فارسی نعتیہ شاعری" وغیرہ بھی اپنی اپنی خصوصیات و موضوع منفرد کے اعتبار سے نمایاں ہیں۔

باب سوم ...... اس باب میں اعلیٰ حضرت کے نعتیہ کلام "حدائق بخشش" سے چند منتخب کلام پیش کیے گئے ہیں، مزید اس میں اعلیٰ حضرت رضی اللہ عنہ کا ایک منظوم فتویٰ بھی پیش کیا گیا ہے۔

جیسا کہ کتاب کے صفحہ نمبر ۲۲۷ میں درج ہے۔

﴿امام احمد رضا کا منظوم فتویٰ﴾

مستفتی نواب صاحب محلہ بہاری پور بریلی

عالمانِ شرع نے کیا حکم ہے اس میں دیا — گر کسی نے ٹھیکہ دکانوں کا مالک سے لیا
لے کے ٹھیکہ دکانوں کا پھر یہاں سے انتظام اپنا کیا — سب دکانوں کا کرایہ اس نے زائد کر لیا
پس یہ زائد جو اسے حاصل ہوا ہے اس سے زر — اس کے استعمال میں ہے فائدہ یا کچھ ضرر
اور اگر اس شخص کو ٹھیکہ سے کم آمدنی — اور پوری کر دی اس نے پاس سے اپنی کمی
اس کمی کا لینا کیا مالک کو جائز ہو گیا — اس میں جو حکم شریعت ہو لکھے دیجئے تا

نام کتاب: مقالات شارح بخاری (جلد اوّل)

تبصرہ نگار: ڈاکٹر محمد اشرف انصاری، بریلی شریف

مصنف: شارح بخاری علامہ مفتی محمد شریف الحق امجدی علیہ الرحمہ

مرتب: مولانا محمد ارشاد احمد رضوی، سابق استاذ جامعہ اشرفیہ مبارک پور

ناشر: دائرۃ البرکات، کریم الدین پور، گھوسی ضلع مئو

اہل علم کے مقالات ہمیشہ ارباب فکر و دانش کے لیے سامان بصیرت رہے ہیں اور ایک عرصے سے ان کی جانب توجہ کی گئی۔ بعض محققین کے مقالات ۲۰،۲۰ جلدوں میں مرتب اور شائع ہوئے۔ شبیر غوری مرحوم کے علمی اور تحقیقی مقالات خدا بخش لائبریری پٹنہ، بہار نے تقریباً ۱۵/جلدوں میں شائع کیے ہیں۔

شارح بخاری حضرت علامہ مفتی محمد شریف الحق امجدی علیہ الرحمہ کی ذات گرامی علمی اور فقہی دنیا میں محتاج تعارف نہیں۔ فقہ و تحقیق کے میدان میں آپ کا نام اب حوالہ کے طور سے لیا جاتا ہے۔ نزہۃ القاری اور ہزاروں فتاوی کے بعد "مقالات شارح بخاری" آپ کی وقیع علمی یادگار ہے۔ عرصہ ہوا مرتب کے قلم سے مضمون کی شکل میں اس مجموعے کا ابتدائی تعارف سہ ماہی افکار رضا ممبئی میں پڑھا تھا۔ آج اس کے مطالعہ سے شرف یاب ہو رہا ہوں۔ اس کی مکمل جلد میز پر موجود ہے۔ خوبصورت گیٹ اپ، اچھی طباعت اور دیدہ زیب کمپوزنگ کے ساتھ اس مجموعے کی جلد اوّل ۲۰۰۶ء کے عرس شارح بخاری میں منظر عام پر آئی۔

اس مجموعے میں حضرت امین ملت پروفیسر سید محمد امین قادری برکاتی اور شرف ملت سید محمد اشرف قادری برکاتی کی گراں قدر تقریظیں ہیں۔ فاضل مرتب کا مقدمہ ہے۔ مولانا نفیس احمد مصباحی کے قلم سے حضرت مصنف علیہ الرحمہ کا تفصیلی تعارف ہے اور حضرت مصنف کے بڑے صاحب زادے ڈاکٹر محب الحق قادری نے "پیش گفتار" کے عنوان سے اشاعتی مراحل کا تذکرہ کیا ہے۔ یہ جلد تین ابواب میں تقسیم ہے: ۱۔ تفسیرات و تشریحات۔ ۲۔ تواریخ و سیر۔ ۳۔ تحقیقات فقہیات مقالات کی تعداد تیرہ ہے۔ تفسیرات و تشریحات کے ذیل میں یہ مقالات درج ہیں:

۱۔ تفسیر سورۂ فاتحہ و بقرہ ۲۔ ارض مقدس اور یہودی تسلط ۳۔ یہود کے بارے میں ایک آیت کی تشریح ۴۔ خلائی سفر اور قرآن ۵۔ حدیث جبرئیل ۶۔ حضرت عائشہ کی پاک دامنی اور حدیث افک۔ ان مقالات کے تناظر میں باب کا مذکورہ عنوان موزوں نہیں۔ اگر آخر کے دو مضامین حذف کر دیے جائیں تو باب کا عنوان ہونا چاہیے: "قرآنیات" اور دونوں مضامین تحقیقات کے زیر عنوان درج کیے جائیں۔ یا پھر عنوان ہونا چاہیے: "کتاب و سنت کی تشریحات"

دوسرا باب ہے "تواریخ و سیر" اس میں چار مقالات درج ہیں:

۱۔ تاریخ ولادت نبوی ۲۔ عید میلاد النبی ۳۔ سیرت نبوی کی بنیادی کتابیں ۴۔ مسلمانوں کے فرقے۔ ان میں تاریخ کے موضوع پر کوئی مقالہ نہیں۔ تاریخ ولادت نبوی خالص تحقیقی مضمون ہے۔ تاریخی

کیں۔ اسے تحقیقات میں شامل ہونا چاہیے۔ زیادہ سے زیادہ اسے سیرت کے ذیل میں لایا جاسکتا ہے۔ "مسلمانوں کے فرقے" علم کلام سے متعلق ہے۔

تیسرا باب ہے: تحقیقات فقہیات۔ حیرت ہے اس میں صرف تین مقالے درج ہیں جبکہ حضرت شارح بخاری علیہ الرحمہ کا اصل میدان تحقیق و افتا ہی ہے۔ اس کے برخلاف دوسری جلد کی فہرست میں دسوں مقالات ایسے درج ہیں جن کا تحقیق اور افتا سے خاص تعلق ہے۔ پتہ نہیں انھیں فاضل مرتب نے تنقیدات و تعقبات کے باب میں کیسے شامل کرلیا۔ ایسی غیر مربوط اور نامعقول ترتیب تو مولانا ارشاد احمد رضوی مصباحی صاحب سے متوقع نہیں تھی جو بیسیوں کتابوں کے مصنف اور وسیع النظر عالم دین ہیں۔

اس کتاب میں دیگر تضادات بھی ہیں۔ مجموعۂ مقالات میں تینوں جلد کی فہرست دی گئی ہے جس میں مضامین کی تعداد نوے ہے جبکہ اس سے پہلے فاضل مرتب نے اپنے ایک مضمون میں جو افکار رضا مئی ۲۰۰۵ء کے شمارے میں شائع ہوا تھا، مقالات کی تعداد غالباً ۸۹ بتائی تھی۔ اس مضمون میں انھوں نے اس بات کا شکوہ کیا تھا کہ ان کے جمع کردہ مقالات کوئی صاحب اپنے نام سے شائع کرنا چاہتے ہیں۔ مطبوعہ جلد اول میں ڈاکٹر محب الحق صاحب لکھتے ہیں کہ یہ مجموعہ پہلے مولانا ارشاد احمد رضوی صاحب نے مرتب کیا تھا لیکن اس کی ترتیب ناموزوں تھی اور بہت سے مقالات شامل ہونے سے رہ گئے تھے۔ بعد میں تین چار علما کی ٹیم نے جس کی سربراہی مولانا عبدالحق مصباحی صاحب فرمارہے تھے، ان مقالات کو از سر نو ترتیب دیا اور بہت سے مقالات کا اضافہ کیا۔ ترتیب کی موزونیت کا سوال ہے، مجھے تو یہ موجودہ ترتیب بھی کسی طور سے موزوں نظر نہیں آئی۔ افسوس کہ افکار رضا کا وہ شمارہ میرے پاس محفوظ نہیں ورنہ میں دونوں ترتیب کا تقابلی مطالعہ پیش کرتا اور عرض کرتا کہ کون سی ترتیب علمی تقاضے پورے کرتی ہے۔ رہ گیا مضامین کا اضافہ تو جہاں تک میری یادداشت کام کرتی ہے، غالباً مولانا ارشاد صاحب نے ۸۹؍ مقالات کا تذکرہ کیا تھا اور مطبوعہ جلد میں دی گئی فہرست میں نوے مقالات کے عناوین درج ہیں۔ یعنی صرف ایک مضمون کا اضافہ ہوا ہے اور حیرت ہے کہ یہ کارنامہ چار علما کی ٹیم نے مل کر انجام دیا ہے جو اہل سنت کی مرکزی درسگاہ کے فاضل اساتذہ ہیں۔ کہیں ایسا تو نہیں کہ مولانا ارشاد صاحب کی صراحت کے مطابق اس علمی خیانت اور مرتب کی حیثیت سے مولانا عبدالحق صاحب کے نام کی شمولیت کو جائز ٹھہرانے کے لیے یہ سراسر گڑھا گیا ہے۔ اگر ایسا ہے تو علمی دنیا میں یہ بات سخت قابل مذمت ہے۔

دوسرا تضاد جو اس علمی خیانت کی تصدیق کرتا ہے اور ڈاکٹر محب الحق صاحب کے بیان کی تغلیط کرتا ہے، یہ کہ اندرونی سرورق پر ترتیب کے ذیل میں مرتبین (مولانا عبدالحق رضوی اور مولانا ارشاد احمد رضوی صاحب) مذکور ہے اور اندرون کتاب کی جگہ صرف "مرتب" مرقوم ہے۔ تیسری خاص بات یہ ہے کہ اس کتاب کے تقریظ نگار حضرات امین ملت اور شرف ملت مدظلہما نے اپنی تحریروں میں مولانا عبدالحق صاحب کا کہیں تذکرہ نہیں کیا۔ دونوں بزرگوں نے مولانا ارشاد صاحب کی ترتیبی کاوشوں کو سراہا اور انھیں دعائیں

دی ہیں۔ کہیں ایسا تو نہیں کہ کتاب کی کمپوزنگ کے وقت ناشر کی نیت درست ہو۔ اس لیے کتاب کے اندرونی صفحات میں صرف "مرتب" درج کیا مگر بعد میں نیت بگڑی اور ٹائٹل پیج نے اس بد دیانتی کا حوصلہ دیا۔ میں نے اسی تناظر میں اپنے تبصرے میں مرتب کی حیثیت سے صرف مولانا ارشاد احمد رضوی مصباحی صاحب کا نام درج کیا اور وہی اس کے مستحق بھی ہیں۔ افکار رضا ممبئی اور رفاقت پٹنہ میں ان کی فریاد کناں تحریر شائع ہو چکی ہے اور ماہ نور دہلی کے کسی شمارے میں بھی ان کی جانب سے ان کی مرتب کردہ "مقالات شارح بخاری" کی جلد اشاعت کا اعلان شائع ہو چکا ہے۔ اور سب سے بالا ہمارے ان دو سادات بزرگوں کی یہ تحریریں مولانا کی اس منفرد کاوش کی تحسین کرتی ہیں جن میں ان کو بلا شرکت غیر مرتب تسلیم کیا گیا ہے۔

مخدوم اہل سنت امین ملت پروفیسر سید امین قادری برکاتی دامت برکاتہم القدسیہ صاحب سجادہ خانقاہ عالیہ برکاتیہ مارہرہ شریف تحریر فرماتے ہیں: ''تحریرات کی روش بھی عام طور سے جداگانہ ہے۔ انہیں مرتب کے ابتدائی اضافوں نے مزید نکھار دیا ہے۔ آئے مقالات کے اس مجموعے کو بڑی کاوش سے عزیزم مولانا ارشاد احمد رضوی مصباحی ساحل سہسرامی (علیگ) نے مختلف لائبریریوں کو چھان بین کے بعد دو سال میں جمع کیا ہے۔ یہ ان کی سعادت اور فقیہ اعظم سے نیاز مندی کا ثبوت ہے۔ یہ فقیر برکاتی انہیں سعادت مندانہ کاوش پر دل کی گہرائیوں سے مبارک باد پیش کرتا ہے۔'' (مقالات شارح بخاری۔ جلد اول)

مخدوم گرامی شرف ملت حضرت سید محمد اشرف قادری برکاتی دامت برکاتہم القدسیہ اپنے "شرف نامہ" میں رقم طراز ہیں: ''مقالات شارح بخاری'' کا یہ مجموعہ بہر طور وارثان علم و فن کے لیے اہمیت رکھتا ہے جو عزیزم علامہ ارشاد احمد رضوی ساحل سہسرامی (علیگ) کی ہمت مردانہ اور سعی جاں گدازانہ سے منظر عام پر آرہا ہے۔ علامہ ساحل نے جامعہ اشرفیہ مبارک پور کے دوران قیام ان چندہ سو صفحات کو ہزاروں صفحات کی ورق گردانی کے بعد کشید کیا ہے جن کی خوشبوؤں سے تادیر اہل ذوق کے مشام جاں معطر ہوتے رہیں گے۔ وہ اس کاوش پر بہر طور تحسین اور تبریک کے مستحق ہیں یہ فقیر برکاتی دل کی گہرائیوں سے انہیں مبارک باد پیش کرتا ہے کہ اللہ رب العزت انہیں اپنی توفیقات سے سرفراز رکھے۔'' (ایضاً۔ پشت ورق)

اس طرح علمی خیانت مولانا عبدالحق صاحب کو قطعاً زیب نہیں دیتی۔ ■ جامعہ اشرفیہ کے معتبر استاذ ہیں اور سنا ہے کہ مولانا ارشاد صاحب ان کے شاگرد ہوتے ہیں۔ استاذ کا شاگرد سے حسد اور حسد کے اظہار کا یہ فروتر طریقہ؟ یاللعجب!

بہر کیف یہ مجموعہ ترتیبی نقائص کے باوجود اپنے مشمولات کے اعتبار سے بے حد تحقیقی، معلوماتی اور قابل قدر ہے۔ حضرت شارح بخاری علیہ الرحمہ جیسے محقق سے ان تحریروں کا انتساب ہی اس کی اہمیت کے اظہار کے واسطے کافی ہے۔ اہل علم اس مجموعے کی جتنی پذیرائی کریں، کم ہے۔ کتابت و طباعت معیاری ہے اور ٹائٹل بھی دیدہ زیب ہے۔ قیمت درج نہیں، امید ہے وہ بھی معقول ہوگی۔ اس مجموعے کے مرتب اور ناشر کو دل کی گہرائیوں سے مبارکباد!

میرے رضا کا پاکستان (قسط چہارم)

از: محمد زبیر قادری

برادرم صبیح رحمانی کے دوست جناب وقار ہاشمی صاحب نے مجھ سے پہلی ملاقات میں ہی ان سے کہا تھا کہ بھائی زبیر قادری صاحب کے اعزاز میں ایک استقبالیہ رکھا جائے۔ اور انھوں نے کچھ دن بعد ہی صبیح صاحب کے ساتھ مل کر یہ پروگرام منعقد کر ہی دیا۔ مجھے بتائے بغیر ایک دن طے کرلیا گیا اور اپنے مخصوص احباب کو اس میں شرکت کی دعوت دی۔ یہ استقبالیہ جناب وقار ہاشمی کی رہائش گاہ پر منعقد کیا گیا تھا۔ اس دن میں ادارۂ تحقیقات امام احمد رضا کے دفتر کچھ اہم کتابوں کے فوٹو اسٹیٹ لینے گیا تھا۔ سید وجاہت صاحب نے دوپہر کا کھانا آفس میں منگوا کر ہی ضیافت کی۔ صبیح صاحب نے سید صاحب کو شام استقبالیہ کی دعوت پہلی دی تھی۔ اس لیے جب دوپہر ۲ بجے ڈاکٹر مجید اللہ قادری صاحب کا فون آیا کہ زبیر قادری صاحب کے اعزاز میں ایک استقبالیہ رکھا گیا ہے آپ کو بھی چلنا ہے۔ تو کچھ پس و پیش کے بعد وہ ساتھ چلنے پر آمادہ ہو گئے۔ یہ طے پایا کہ ڈاکٹر مجید اللہ صاحب اپنی کار سے کر ادارہ کے آفس آجائیں اور وہیں سے ہم اس پروگرام میں شرکت کرنے روانہ ہو جائیں۔

نماز مغرب کے بعد ہم وقار ہاشمی صاحب کی رہائش گاہ پہنچے۔ یہ جہانگیر روڈ پر واقع ایک وسیع و عریض بنگلہ تھا۔ جس کے کھلے لان میں کرسیاں رکھ کر شرکا کی نشست کا اہتمام کیا گیا تھا۔ ہم وہاں پہنچے تو دیکھا کہ کئی مہمانان کرام پہلے سے ہی تشریف فرما ہیں۔ ہماری نشست کے بعد کچھ اور مہمانان بھی تشریف لے آئے۔

"رحمانی قاعدہ" کے مؤلف خاور شجاع آبادی کے صاحب زادے نے نہایت ہی خوش الحانی سے تلاوت قرآن کریم سے پروگرام کا آغاز کیا۔ پھر وقار ہاشمی صاحب کے دو بچوں نے حمد و نعت پیش کی۔

اس تقریب میں علامہ کوکب نورانی صاحب اوکاڑوی، سید وجاہت رسول قادری، ڈاکٹر مجید اللہ قادری، سید صبیح رحمانی، کیو ٹی وی اناؤنسر صاحب زادہ تسلیم صابری، معروف مذہبی و سماجی رہنما حاجی حنیف طیب، رضا کونز بک کے مرتب شکیل اوج، ارشاد قریشی، مولانا غلام غوث اور دیگر معروف مذہبی و سماجی شخصیت شریک بزم تھیں۔

برادرم وقار ہاشمی صاحب نے احقر کے حوالے سے تحریک فکر رضا کی خدمات کا تعارف کرایا۔ پھر یکے بعد دیگرے علامہ کوکب نورانی اوکاڑوی، سید وجاہت رسول قادری، ڈاکٹر مجید اللہ قادری، سید صبیح رحمانی سے تحریک فکر رضا کی خدمات پر روشنی ڈالنے کو کہا۔ اور تمام حضرات نے نہایت عمدہ انداز سے افکار رضا کی خدمات کو سراہا، خوب حوصلہ افزائی کی اور کلمات تحسین سے نوازا۔ درمیان میں برادرم صبیح رحمانی نے نعت

پیش کر کے اہلِ بزم کو شاد کام کیا۔

پروگرام کے اختتام پر ایک پُر تکلف ڈنر کا اہتمام کیا گیا تھا۔ پھر احباب نے رات دیر گئے بچے گھر تک رخصت کیا...... بعد میں اس تقریب کی رپورٹ مختلف اخباروں میں بھیجی گئی جو کئی اخباروں میں شائع ہوئی۔ یہ نمونہ اخبار "جنگ" کراچی میں اس طرح شائع ہوئی۔

"تحریک فکر رضا کے سربراہ زبیر قادری کے اعزاز میں استقبالیہ

کراچی ـــــ تنظیم ادب کے جریدے "سخت رنگ" کے زیر اہتمام ممبئی سے آئے ہوئے تحریک فکر رضا کے بانی و سربراہ اور سہ ماہی افکار رضا کے مدیر اعلیٰ محمد زبیر قادری کے اعزاز میں نشست ہوئی، جس میں علامہ کوکب نورانی اوکاڑوی، حاجی محمد حنیف طیب، سید صبیح رحمانی، مولانا سید وجاہت رسول قادری، ڈاکٹر مجید اللہ قادری اور دیگر نے شرکت فرمائی۔ علامہ کوکب نورانی نے کہا کہ زبیر قادری نے اعلیٰ حضرت کے پیغام کی اشاعت میں اہم کردار ادا کیا ہے۔"

(روزنامہ جنگ، کراچی، ۱۳؍ ستمبر ۲۰۰۵ء)

پاکستان میں دینی خدمت کرنے والوں کی بڑی پذیرائی اور خوب حوصلہ افزائی ہوتی ہے۔ اس سے کام کرنے والوں میں مزید کام کرنے کی لگن اور جذبہ پیدا ہوتا ہے۔ احقر کو یہ سعادت اعلیٰ حضرت امام احمد رضا رحمۃ اللہ کے فیض سے یہاں میسر آئی۔ اس سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ وہاں کے لوگوں کے دلوں میں اعلیٰ حضرت کی محبت بے حد راسخ ہے۔ وہ اعلیٰ حضرت سے اپنی وارفتگی محبت کا ثبوت کسی نہ کسی طرح پیش کرتے رہتے ہیں۔ بلا شبہ اس میں کوئی دو رائے نہیں کہ جتنے ادارے رضویات پر پاکستان میں کام کر رہے ہیں یا جتنا کام آج تک وہاں ہو چکا ہے اس کا نصف بھی یہاں ہند میں نہیں ہو سکا۔ جب کہ یہاں اعلیٰ حضرت کا خاندان، خلفا، فیض یافتگان، وابستگان، علما و مشائخ کی تعداد پاکستان کے مقابلہ میں بے انتہا زیادہ رہی ہے۔ اسی کمی کے احساس نے ہی **تحریک فکر رضا** کو وجود بخشا اور ہم بھی اس راہ کے مسافر بن گئے۔ گو کہ اب تک ہم کوئی بڑا کارنامہ تو انجام نہیں دے سکے، پھر بھی چیونٹی کی رفتار سے کام کرتے کرتے کچھ تو ذخیرہ کر ہی لیا ہے۔

امام احمد رضا پر کام کے حوالے سے احقر کو دیار غیر میں یہ سعادت نصیب ہوئی ورنہ یہاں ہند میں صرف زبانی یا تحریری طور پر سراہنا کرنے والوں کی تعداد محدود سے چند لوگوں مشتمل ہے۔ الحمد للہ تحریک فکر رضا چودہ سال سے فکرِ رضا کو عام کرنے کی سعی پیہم میں لگی ہوئی ہے۔ اور بارہ سال سے اپنے آرگن "افکار رضا" کے ذریعے رضویات و دیگر اہم موضوعات پر تحقیقی مواد فراہم کیا ہے کہ جس کی نظیر ہندستان میں بہت کم ملے گی۔ رضویات پر شائع ہونے والے دیگر جرائد کی بہ نسبت افکار رضا اپنے ایک۔ ایک شمارہ میں اس قدر مواد فراہم کرتا ہے جتنا کہ دیگر رسائل تین مہینے میں فراہم نہیں کر پاتے۔ لیکن ان سب کاوشوں

کے باوجود یہاں ہند میں آج تک کسی بھی سُنّی رسالے میں افکار رضا پر تبصرہ یا تذکرہ شائع نہیں کیا گیا، رضویات کے حوالے سے بھی تحریک فکر رضا کا نام نہیں لیا گیا۔ اس کے برعکس ہفت روزہ نئی دنیا دہلی، ماہ نامہ اردو بک ریویو دہلی سہ ماہی انقلاب مستی وغیرہ جن پر سُنّیت کا لیبل بھی نہیں لگا ہے، میں تبصرے آچکے ہیں۔ جب کہ ہمارا مقصد صرف اور صرف دین و سُنّیت کی اشاعت ہے، تجارت نہیں۔

برسبیل تذکرہ یہ باتیں اس لیے آگئیں کہ دیار غیر کے لوگ تو آپ کے کام کی وجہ سے اہمیت دیں اور وطن میں لوگ ذکر میں بھی بخل سے کام لیں۔ خیر ہمیں نہ کسی سے صلے کی تمنا ہے نہ مال و زر اور شہرت کی۔ ہمارے کام سے اللہ اور اس کا رسول راضی ہوجائیں تو اسی میں دنیا و آخرت کی کامیابی ہے۔ اللہ رب العزت کا فضل، رسول کریم ﷺ کا کرم اور اعلیٰ حضرت کا فیضان ہے جو ہم سے یہ کام لے رہا ہے۔ جب اللہ رب العزت ہم سے خدمت لے رہا ہے تو بدلے میں اجر سے بھی ضرور نوازے گا۔

ایک دو دن بعد علامہ کوکب اوکاڑوی صاحب کی کوششوں سے مولانا شہزاد ترابی قادری صاحب مدیر اعلیٰ "تحفظ" نے احقر کا انٹرویو بھی لیا جو "تحفظ" کراچی کے شمارہ اکتوبر۔ نومبر ۲۰۰۵ء میں شائع ہوا۔ برادرم شہزاد ترابی، علامہ شاہ تراب الحق صاحب کے مرید ہیں۔ وہ کئی کتابوں کے مصنف، بے دار مغز صحافی اور نہایت فعال دین کے خادم ہیں۔ ان کی کچھ مشہور کتابوں میں گردہ حج، منتخب مصطفیٰ اور جدید سائنس، قرآن مجید اور سو حقائق معروف ہیں۔

انہی دنوں وہاں کراچی سے "کیو ٹی وی" نام کا ایک نیا ٹی وی چینل شروع کیا جا رہا تھا۔ برادرم شکیل رحمانی نے بتایا کہ یہ "تحفظ" کا ہی چینل ہے اور اس کے نگراں مشہور نعت گو صدیق اسماعیل صاحب ہیں۔ ان دنوں کراچی میں اس چینل کے ٹیسٹ ٹرانسمیشن چل رہے تھے۔ یعنی دن بھر میں چند گھنٹوں کی نشریات دکھائی جا رہی تھیں۔ جس پر وقفہ وقفہ سے شکیل صاحب کی آواز میں ان کی ایک نعت "کعبے کی رونق کعبے کا منظر اللہ اکبر اللہ اکبر" نشر کی جا رہی تھی، جو بطور خاص 'کیو' کے لیے ہی ریکارڈ کی گئی تھی۔

ایک دن جناب ارشاد قریشی و شکیل رحمانی نے چینل کے عہدے داران کو چینل کی شروعات کرنے کے سلسلے میں مبارک باد پیش کرنے کے لیے جانے کا پروگرام بنایا۔ احقر کو بھی ساتھ شامل کرلیا گیا۔ راستے میں قریشی صاحب نے مٹھائی خریدی۔ پھر کافی طویل ڈرائیونگ کے بعد 'خیابان اتحاد' علاقے کی ایک عمارت کے قریب گاڑی روکی، جس میں 'کیو' کا دفتر واقع تھا۔ اسی عمارت میں اس چینل کا مختصر سا اسٹوڈیو بھی تھا، جہاں پروگرام ریکارڈ کیے جاتے تھے۔

وہاں دفتر میں صدیق اسماعیل صاحب، ان کے صاحب زادے سلمان صدیقی اور دیگر افراد موجود تھے۔ وہاں آفس میں بھی ایک ٹی وی پر "کیو ٹی وی" کی نشریات جاری تھیں۔ ارشاد قریشی صاحب نے مٹھائی پیش کرتے ہوئے مبارک باد دی۔ پھر ہمارا آپس میں تعارف کرایا گیا۔ چونکہ کیو ٹی وی پر سُنّیوں کے

علاوہ غیر سنّیوں کے پروگرام بھی دکھائے جاتے ہیں۔ اسی لیے احقر نے صدیق اسماعیل صاحب سے بھی دریافت کیا کہ آپ کا چینل کس مسلک کی نمائندگی کرے گا؟

میرے اس سوال پر پہلے تو انھوں نے بالکل سیکولر جواب دیا کہ ہمارا چینل اسی مسلک کی نمائندگی کرے گا جو اللہ و رسول کو ملے ...... وغیرہ وغیرہ۔ پھر جب میں نے وضاحت کی کہ جس طرح کیو ٹی وی پر ڈاکٹر ذاکر نائیک، ڈاکٹر اسرار احمد وغیرہ جیسا صاحب کے پروگرام دکھائے جاتے ہیں اور عوام کی اکثریت سنّی چینل ہونے کی وجہ سے انھیں بھی سنّی سمجھ کر دیکھتی ہے اور گمراہ ہوتی ہے۔ اگر آپ کا چینل بھی ایسا ہی کرے گا تو سنّیوں کو کیا فائدہ ہوگا؟ یہ سن کر فوراً انھوں نے اپنا دفاع کرتے ہوئے کہا کہ بدمذہبوں کے مقابل ہم مفتی منیب الرحمن، علامہ کوکب نورانی اوکاڑوی، پروفیسر ریاض احمد جامعی و دیگر کو لا رہے ہیں۔ ان شاء اللہ کسی کو شکایت کا موقع نہیں دیا جائے گا۔

پھر انھوں نے اپنے ایک کارکن سے کہا کہ انھیں اپنا اسٹوڈیو دکھا دیں۔ احقر نے دیکھا کہ وہاں مختلف کمروں میں پروگرام ریکارڈنگ کی تمام سہولیات مہیا کی گئی ہیں۔ پروگرام وہیں سے بن کر آن ایئر نشر کیے جاتے ہیں۔ ایک کمرہ میں کسی پروگرام کی تیاری بھی چل رہی تھی۔ مجھے بتایا گیا تھا کہ جلد ہی چینل شب برأت سے مکمل طور پر شروع کر دیا جائے گا۔ غرض اس چینل کے اسٹوڈیو کی سیر کرکے احقر فارغ ہوا تو ہم وہاں سے رخصت ہوئے۔

ہمارے بعض قارئین اس روداد یا سرگزشت کو سفرنامے پر محمول کرتے ہوئے کبھی کبھی معترض ہو جایا کرتے ہیں۔ ان سے عرض ہے کہ احقر نے بہت پہلے ہی یہ واضح کر دیا تھا کہ اسے سفرنامہ نہ سمجھیں کیونکہ احقر سفرنامہ جیسی صنف لکھنے کے آداب و رموز سے ناواقف ہے۔ اس تحریر کا مقصد صرف پاکستان میں سنّیت کے کاموں کی نشر و اشاعت اور طریقۂ کار کو اجاگر کرنا ہے۔ چونکہ وہاں اہل سنّت کے کام کی رفتار یہاں کی نسبت کافی آگے ہے۔ شاید کسی کے دل میں اتر جائے میری بات تو یہ 'روداد' کسی کام آ جائے۔

بحمدہٖ تعالیٰ ان دنوں ماہ شب برأت بھی آ موجود ہوئی۔ اس دن یہاں بے شمار پروگرام ہوتے ہیں۔ الحمد للہ اس موقع پر کئی پروگرام میں احقر کو بھی شرکت کا موقع ملا۔ بھائی عارف چاؤلی صاحب نے اس سلسلے میں بھرپور تعاون کیا۔ اور اپنی موٹر سائیکل پر ہر جگہ ساتھ لے گئے۔ سب سے پہلے ہم حضرت مسعود ملت ڈاکٹر مسعود احمد صاحب کے والد صاحب، حضرت مفتی محمد مظہر اللہ دہلوی علیہ الرحمہ کے عرس پاک میں شرکت کے لیے گئے۔ ان کا عرس ہر سال ۱۵؍ شعبان المعظم کو منایا جاتا ہے۔ عرس کی یہ تقریب پی ای سی ایچ سوسائٹی علاقے کے ایک ہال میں منعقد کی گئی تھی۔ جہاں حضرت مسعود ملت کی رہائش گاہ واقع ہے۔ ہال کے باہر پروفیسر ڈاکٹر مسعود احمد صاحب کی کتابوں کا اسٹال لگا ہوا تھا۔ تمام کتب نہایت ہی بھاری رعایت پر دی جا رہی تھیں۔ پروگرام کا ابھی آغاز ہی ہوا تھا۔ لہٰذا ہم وہاں تھوڑی دیر ٹھہر کر اگلے پروگرام میں شرکت

کے لیے آگے بڑھ گئے۔

تھوڑے ہی فاصلے پر واقع رحمانیہ مسجد بمقام طارق روڈ، میں پروفیسر ڈاکٹر محمد طاہر القادری کا پروگرام جاری تھا۔ یہ پروگرام براہ راست مقامی ٹی وی پر نشر کیا جارہا تھا۔ اللہ تعالیٰ نے پروفیسر صاحب کو اعلیٰ خطیبانہ صلاحیتوں سے نوازا ہے۔ ان کی تقریر میں بیٹھنے والے باخواندہ حضرات بھی بیان لکھ لیتے ہیں اور دنیاوی گریجویٹ حضرات بھی بھرپور استفادہ کرتے ہیں۔ احقر نے یہ دیکھا ہے کہ بہت سے علما اُن کے بیانات سے مواد حاصل کرکے اپنی تقاریر کو سنوارتے ہیں۔ لیکن یہ حضرت بہت جلد اپنے متضاد بیانات و رجحانات سے متنازعہ فیہ بن گئے۔ بہت سے اجماعی مسائل میں انہوں نے جماعت اہل سنت کے اکابر علما سے اختلاف کرکے اپنی الگ روش چلی۔ اور "تحریک منہاج القرآن" کے نام سے اپنے مشن کا آغاز کیا۔ اور بہت جلد دنیا کے بے شمار ممالک میں ان کا کام پھیل گیا۔ بظاہر تو ان کے کام سے سنیت کو تقویت پہنچتی محسوس ہوتی ہے لیکن بتایا جاتا ہے کہ یہ حضرت باطل قوتوں کے ایجنٹ بن گئے ہیں۔ ہمارے اکابر علما نے بھی ان کے خلاف ضلال و مضل کا فتویٰ جاری کیا ہے۔ ان کی مذہبی حیثیت تو متنازعہ ہے ہی، اُن کے کردار کی دورنگی نے ان کی سیاسی و سماجی حیثیت بھی متنازعہ فیہ بنادی ہے۔ ان کے خلاف وہاں کے صحافی و دانش ور حضرات کی تحریریں جو وقتاً فوقتاً اخبارات میں شائع ہوتی رہی ہیں، کا ایک مجموعہ کتابی شکل میں "متنازعہ ترین شخصیت" کے نام سے شائع ہو چکا ہے۔ جبکہ پروفیسر طاہر القادری کے معتقدین انہیں "مجدد" مانتے ہیں اور انہیں "شیخ الاسلام" کے ٹائٹل سے بھی نوازا ہے۔

مسجد کے حرم میں قبلہ کی پشت کی طرف اسٹیج جیسا اونچا منبر بنا کر رکھا گیا تھا، جس کے آگے کرسی پر بیٹھ کر پروفیسر صاحب اپنا لیکچر دے رہے تھے۔ حرم شریف میں ویڈیو کیمرہ پروگرام کی ریکارڈنگ کرکے براہ راست مقامی ٹی وی پر نشر کررہے تھے۔ پوری مسجد لوگوں سے کھچاکھچ بھری ہوئی تھی۔ اس لیے باہر کے ناظرین کے دیکھنے کے لیے مسجد کے دروازے پر ایک بڑی سی اسکرین لگی ہوئی تھی۔ مسجد کے باہر تحریک منہاج القرآن کا اسٹال لگا ہوا تھا۔ جہاں پروفیسر طاہر القادری کی کتابیں اور ان کا ماہنامہ "منہاج القرآن" دستیاب تھا۔ ایک اور اسٹال پر پروفیسر صاحب کے بیانات کی ویڈیو سی ڈیز اور کیسٹس بک رہی تھیں۔

وہاں سے ہم اگلے پڑاؤ، نشتر پارک کی سمت چلے۔ جہاں نعت خوانی کی محفل کا انعقاد تھا۔ نشتر پارک ایک بہت وسیع و عریض میدان ہے جہاں بیک وقت ایک لاکھ سے زیادہ افراد بیٹھ سکتے ہیں، جس کا استعمال اکثر سیاسی، سماجی و مذہبی پروگراموں کے لیے کیا جاتا ہے۔ جب ہم نشتر پارک پہنچے تو وہاں پارک کے باہر بھی بے حد رش تھا۔ اندر میدان میں فرشی نشست کا اہتمام تھا۔ رش تو بے حد تھا مگر بیٹھنے کے لیے کافی جگہیں خالی تھیں۔ شب برأت کے موقع پر پورے کراچی میں بے شمار تقاریب کا انعقاد ہوتا ہے اس وجہ سے عوام مختلف جگہوں پر بٹ جاتی ہے۔ ہم پچھلی طرف ہی بیٹھ گئے۔ اس پروگرام کی بھی ریکارڈنگ

ہو رہی تھی اور براہ راست (Live Telecast) کیو ٹی وی کے ذریعے دنیا بھر میں دکھایا جا رہا تھا۔ شب برأت کی مناسبت سے غم گین نعتیں پڑھی جا رہی تھیں۔ عظیم الشان اسٹیج پر بہت سارے نعت خواں جن میں محمد اویس قادری، سید فرقان قادری، سید ریحان قادری، حافظ طاہر وغیرہم اسٹیج پر جلوہ افروز تھے۔ حلیم صابری صاحب بھی بطور اناؤنسر موجود تھے۔ یہاں بھی ہم تھوڑی دیر بیٹھ کر اپنی اگلی منزل ڈاکٹر مجید اللہ قادری صاحب کے بنگلہ کی طرف روانہ ہوئے۔ ڈاکٹر صاحب کا معمول ہے کہ ہر بڑی رات کو اپنے مریدین، متعلقین و محبین کو جمع کر کے نعت و بیان کی محفل سجاتے ہیں۔

ان کا بنگلہ کراچی یونی ورسٹی کے مقابل گلستان جوہر پر واقع ہے۔ جب ہم وہاں پہنچے تو ڈاکٹر مجید اللہ قادری صاحب ایک کرسی پر تشریف فرما، تقریر فرما رہے تھے۔ ایک طرف پردہ [illegible] کر خواتین کے بیٹھنے کا اہتمام کیا گیا تھا۔ احقر وہاں پہنچ کر جب درمیان میں بیٹھ گیا تو حضرت نے بے حد اصرار کر کے اپنے قریب رکھی کرسی پر بٹھا لیا اور لوگوں سے احقر کا تعارف بھی کروایا۔ تھوڑی ہی دیر میں تقریر کا سلسلہ ختم ہو گیا۔ جب سحری اور فجر کی نماز کے بعد ہم بھی فارغ ہو کر واپس لوٹ آئے۔

احقر کا پروگرام لاہور کے احباب سے ملاقات اور ملتان شریف میں دعوت اسلامی کے اجتماع میں شرکت کا بھی تھا۔ اس سلسلے میں عارف جامی صاحب نے کافی مدد کی۔ وہ صرف احقر کے ساتھ کے لیے لاہور اور ملتان آنے پر راضی ہوئے۔ اس دوران خورشید سعیدی صاحب۔ اسلام آباد، خلیل رانا صاحب۔ جہانیاں، پیرزادہ اقبال فاروقی صاحب۔ لاہور، سید صابر حسین شاہ بخاری صاحب۔ اٹک شریف سے مسلسل فون آ رہے تھے اور وہ حضرات میری لاہور آمد کی تاریخ جاننا چاہ رہے تھے۔

ہم نے قراقرم ایکسپریس ٹرین کی ۲۳ ستمبر ۲۰۰۵ء کی بکنگ کروالی۔ یہ ٹرین وہاں کی سب سے تیز رفتار ٹرین مانی جاتی ہے۔ اور چین سے بن کر پاکستان آئی ہے۔ اس کا کرایہ بھی سب سے زیادہ ہے۔ وقت مقررہ پر ہم اسٹیشن پہنچے۔ لیکن یہاں کی قابل تعریف اور تیز رفتار ٹرین پلیٹ فارم پر وقت سے ایک گھنٹہ لیٹ تشریف لائی۔ یہ ٹرین خوب صورت اور صاف ستھری، ایئر کنڈیشن تھی۔ کمپارٹمنٹ میں ٹی وی بھی [illegible] ہوا تھا۔ اگر آپ کو آواز سننا ہے تو کرایہ پر مائیک لے کر سن سکتے ہیں۔ اس قدر زیادہ کرایہ لے کر وہ صرف ایک کپ چائے سے آپ کا سواگت کرتے ہیں۔ جب کہ تکیہ، چادر، پانی ہر چیز کی قیمت مسافروں سے وصول کرتے ہیں، جو کہ ناانصافی ہے۔

تاخیر سے آنے والی نے ہمیں حسب توقع تاخیر سے لاہور پہنچایا۔ میں نے اپنی آمد کی اطلاع احباب کو پہلے دے دی تھی۔ ٹرین کے تاخیر سے لاہور اسٹیشن پہنچنے کی وجہ سے ہمارے خلیل رانا صاحب انتظار کر کے واپس لوٹ گئے۔ تب ہم رکشہ کر کے پیرزادہ اقبال احمد صاحب فاروقی کے مکتبہ نبویہ پر پہنچے۔

(باقی آئندہ ــــ ان شاء اللہ)

رضا نامے

☆ علامہ محمد عبدالمبین نعمانی قادری، المجمع الاسلامی، ملت نگر مبارک پور، اعظم گڑھ

افکار رضا بابت ماہ اپریل۔جون ۲۰۰۶ء (جلد ۱۲ شمارہ ۲) نظر نواز ہوا، سبھی مضامین نظر سے گزرے اور پسند آئے۔ بالاستیعاب تبصرہ کا وقت نکالنا تو میرے لیے بہت دشوار ہے چند باتیں اختصار کے ساتھ عرض کر رہا ہوں، جو آپ کے اور قارئین کے حوالے ہیں۔

آپ نے اداریہ بہت اچھا لکھا ہے وقت کی ایک اہم ضرورت کی طرف مسلمانوں کی توجہ مبذول کرائی ہے اس کے تدارک کی تدبیریں کی جانی چاہئیں۔ میری نظر میں پہلا کام یہ ہے کہ مسلمان بچیاں مخلوط تعلیم گاہوں میں نہ بھیجی جائیں، ان کے لیے علیحدہ مسلم گرلز اسکول، کالج قائم کیے جائیں۔ جہاں پردے کا خاص اہتمام ہو۔ اہل ثروت حضرات دیگر کالج یونی ورسٹی میں جو لیے لیے اخراجات کرتے ہیں وہ اگر ذرا سی توجہ اس طرف دیں تو یہ مسئلہ کوئی مشکل نہیں۔ مشکلے نیست کہ آساں نشود

ہاں البتہ جو لوگ پورے طور سے مذہب بیزار اور آزاد ہو چکے ہیں ان کو اپنی بہو بیٹیوں کے تعلق سے ذرا بھی غیرت نہیں ہے۔ اپنے کو بالکل انگریزی یا اباحیت پسند ماحول میں سیٹ کر چکے ہیں۔ ان کو سمجھانا آسان نہیں اور ایسے ہی لوگ مرد ہوں یا عورتیں گاہے بگاہے اسلام اور شریعت اسلامیہ کے خلاف زہر اگلتے رہتے ہیں، اسلام کو فرسودہ اور ناقابل عمل قرار دیتے رہتے ہیں۔ اور انہیں کے اقوال اسلام دشمن عناصر کو بڑی مدد پہنچاتے ہیں۔ ظاہر ہے ایسے لوگ پہلے ہی سے اسلام سے بیزار ہیں اور ان کا اسلام سے رشتہ صرف نام کا ہے کہ وہ کسی مسلمان گھر میں پیدا ہو گئے ہیں اور بس۔ ان کی لڑکیاں کہاں جا رہی ہیں، کس سے رشتہ جوڑ رہی ہیں، جب انہیں ہی اس کی کچھ فکر نہیں تو ہم آپ کیا کر سکتے ہیں۔ البتہ جو لوگ اس حد تک نہیں پہنچے ہیں ان کو بچانے کی ضرور کوشش ہونی چاہیے۔

واللہ الھادی وھو یھدی السبیل

فتاویٰ رضویہ کی صحیح اشاعت کے تعلق سے نیں شکر تو تھا ہی جناب خورشید احمد سعیدی صاحب کے مضمون نے اور زیادہ ہی فکر مند بنا دیا۔ ابھی قدیم نسخے ہی کی تصحیح کی طرف کوئی پیش رفت نہیں ہو رہی ہے، جدید ایڈیشن جو مزید کئی گنا محنت کا طالب ہے اس کا خدا حافظ۔ آج اعلیٰ حضرت کے نام پر لاکھوں لاکھ روپے خرچ کرنے والے اداروں اور تنظیموں کو ذرا سی توجہ اس طرف بھی مبذول کرنی چاہیے۔ اگر ہند و پاک میں امام احمد رضا کانفرنسوں پر آنے والے اخراجات کا ۱۰/۱ حصہ بھی اس مد میں خرچ کر دیا گیا تو کام بہت آسانی سے انجام کو پہنچ سکتا ہے۔ رضا اکیڈمی ممبئی، ادارہ تحقیقات امام احمد رضا کراچی، رضا فاؤنڈیشن لاہور یہ ایسے ادارے ہیں کہ اگر چاہیں تو یہ کام بخوبی پایۂ تکمیل کو پہنچ سکتا ہے۔ اور انہیں سے امیدیں بھی وابستہ ہیں اور بھی بعض ادارے ہوں گے۔ جو اپنے اندر وسائل کی بڑی وسعت رکھتے ہیں وہ بھی آگے آ سکتے ہیں یا معاون بن سکتے ہیں۔ میری مذکورہ اداروں کے ذمہ داروں سے گزارش ہے کہ سعیدی صاحب کا مضمون جو افکار رضا اپریل۔ جون ۲۰۰۶ء کے ص ۹ پر شائع ہوا ہے ضرور بغور پڑھ لیں تاکہ کام کی اہمیت کا پورا پورا احساس ہو سکے۔

علاوہ ازیں فتاویٰ رضویہ کے قلمی نسخوں کی حفاظت و صیانت بھی ایک اہم مسئلہ ہے۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ چند سالوں کے بعد یہ سرمایہ بھی کیڑوں کی نذر ہو جائے۔ کیوں کہ قدیم نسخے بھی اول دوم کے علاوہ بھی اغلاط سے پُر ہیں۔ اول دوم کی اشاعت غالباً حضرت صدر الشریعہ اور سرکار مفتی اعظم ہند علیہما الرحمۃ والرضوان کے اہتمام سے ہوئی تھی، اور پانچویں کی جدید اشاعت (حصہ ثانی) حضرت مولانا حسنین رضا خاں علیہ الرحمہ برادر زادہ اعلیٰ حضرت کے اہتمام سے ہوئی تھی۔ وہ حصہ بھی کمال صحیح کا نمونہ ہے۔ باقی تمام حصص بڑی توجہ کے طالب ہیں۔

"محفل نعت میں حاضری کے آداب" (ص۱۷) از مولانا شہزاد مجددی، بھی بڑا عمدہ مضمون ہے اور کام کی باتیں آ گئی ہیں۔ خاص طور سے اس مضمون میں "منتظمین محافل نعت" کے تعلق سے جو ہدایات دی گئی ہیں وہ از حد قابل توجہ ہیں۔ ان کو بار بار شائع ہونا چاہیے اور بار بار پڑھنا چاہیے۔

"تعلیم و تعلم اور امام احمد رضا" کے عنوان سے غلام مصطفیٰ قادری، مالیگاؤں کا مضمون معلومات افزا ہے، نام کے ساتھ "مالی گاؤں" چھپا ہے اب معلوم نہیں مضمون نگار نے ہی اس طرح لکھ کر بھیجا ہے یا کمپوزنگ کی خامی ہے، اس کو علیحدہ کر کے لکھنا تھا تو "مالے گاؤں" لکھنا تھا یا ملا کر "مالیگاؤں"۔ اس مضمون کی دوسری سطر میں ایک لفظ "قابل رد" استعمال ہوا ہے جو بالکل بے موقع ہے۔ ایسا لگتا ہے کہ قلم کار نے اس لفظ کا معنی ہی نہیں سمجھا۔ ملاحظہ ہو" قرآن مقدس میں تعلیم و تعلم کے قابل رد بہت سے مضامین آئے ہیں"۔

یوں ہی ص۲۲ سطر ۱۹ کی عبارت ملاحظہ ہو۔ "سعودی دور آرائش و نمائش کا ہے جہاں چکا چوند دکھائی دیا دل ادھر ہی کھنچے چلے جاتے ہیں" یہاں بھی ایسا لگتا ہے کہ "چکا چوند" کے معنی پر توجہ نہیں رہی۔

اسی صفحے پر سطر ۲۱ میں ہے "کسی علم کو وجہ ■" جب کہ جزو کوئی معنی نہیں رکھتا "ء" کو زیر کے ساتھ ہونا چاہیے یعنی وجہ ■۔

ڈاکٹر صابر سنبھلی کا مضمون "علامہ خیر آبادی کا خواب کے جھاڑ" بڑا پُر مغز اور مدلل ہے۔ میرا خیال ہے کہ عرشی صاحب اور مالک رام کو اب تک اتنا بھرپور جواب کسی نے نہیں دیا ہوگا۔ سنبھلی صاحب نے بڑی باریک بینی اور ژرف نگاہی سے دونوں حضرات کا تعاقب کیا ہے۔ جزاہ ■ تعالیٰ خیر الجزاء

"تذکرہ رضا کا پاکستان قسط (۳)" بڑا معلومات افزا ہے اور اس کی بعض باتیں بڑی حیران کن بھی ہیں، آیندہ قسط کا انتظار ہے۔

خورشید احمد سعیدی صاحب کا صحیح نامہ دیکھ کر حیرت ہوئی۔ اس قدر غلطیاں نہ ہوا کریں تو اچھا ہے۔ آپ سے گزارش ہے کہ کسی ایسے اہل علم کی خدمات حاصل کریں جو بنظر غائر مضامین کی تصحیح کیا کرے۔ اور عربی و فارسی سے اس کو ضرور لگاؤ ہو ورنہ خاطر خواہ تصحیح نہ ہو سکے گی۔ البتہ یہ عرض ہے کہ صحیح نامے کا خط رسالے کے عام خط سے باریک رکھیں تو کچھ صفحات ■ جائیں گے۔ جیسے اس شمارے کے صحیح نامے کو بہ آسانی دو صفحے میں چھاپا جا سکتا ہے جب کہ یہ تین صفحات پر پھیلا ہوا ہے اور کافی جلی ہے۔ خورشید صاحب نے جس عرق ریزی سے افکار رضا کے گزشتہ شمارے کا جائزہ لیا ہے اس کے لیے وہ مبارک باد کے مستحق ہیں۔

علاوہ شہداء وغیرہ کے املا کے تعلق سے خورشید صاحب کا امر و فکر علی کے قابل ہے اور یہ کوئی ایسا اہم

مسئلہ بھی نہیں۔ اگر کوئی ہمزہ سے لکھتا ہے وہ عربی قاعدے سے صحیح ہے مگر اردو رسم ■ میں ایسے اسما پر ہمزہ نہیں

لگاتے۔ فتاویٰ رضویہ جلد اوّل جو اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ والرضوان کے زمانے میں حضرت صدر الشریعہ علیہ الرحمہ نے

شائع فرمائی اور پریس کا سارا اہتمام خود اپنے ہاتھ میں رکھا۔ اس میں تقریباً ہر جگہ اولیا، علما، شہدا، ابتدا، انتہا، اجتہاد، دعا، ثنا

وغیرہ الفاظ بغیر ہمزہ ہی کے مطبوع ہیں۔ جب کہ اس وقت اردو قواعد لکھنے والے شاید خال خال دو چار افراد ہی

رہے ہوں گے۔ یوں ہی "بہار شریعت" جو صدر الشریعہ نے خود اپنے اہتمام سے چھپائی اس میں بھی ہر جگہ ان الفاظ

کو بغیر ہمزہ ہی کے لکھا۔

قضیہ (اردو) اور قضیہ (عربی) حروف کے اعتبار سے اگرچہ یکساں ہیں مگر دونوں کا تلفظ جدا جدا ہے لہٰذا

اس کو کسی طرح دلیل نہیں قرار دیا جا سکتا۔ دیکھیے لفظ "سحر" تلفظ کے اعتبار سے بھی فارسی و اردو میں یکساں ہے، مگر

معنی میں زمین آسمان کا فرق ہے، اور آج بھی بعض اردو کی کتابوں میں سحر بمعنی صبح مستعمل ہے۔ اسی طرح کی

مثالیں بہت پیش کی جا سکتی ہیں۔ اس لیے میری ناقص رائے ہے کہ اس بحث کو اب ختم کر دینا چاہیے۔ البتہ قرآنی

آیات کے رسم خط کے تعلق سے موصوف نے جو کچھ لکھا ہے وہ سو فیصد صحیح ہے۔ اس میں کسی کلام کی گنجائش نہیں۔

عربی زبان کے بارے میں بھی موصوف نے جو ارشاد فرمایا ہے میں اس سے بھی کلیۃً متفق ہوں۔

دعوت اسلامی کے شعبۂ تحقیق المدینۃ العلمیہ کی تفصیلات جان کر بڑی مسرت ہوئی اور دل سے دعا نکلی

کہ مولائے قدیر اس کے اراکین و کارکنان کو مزید کام کرنے کی توفیق مرحمت فرمائے اور بہتر سے بہتر اجر دے۔

آمین بجاہ حبیبک سید المرسلین علیہ وآلہ والصلاۃ والتسلیم۔

ہندوستان میں شائع ہونے والے سنّی رسائل کے تحت آپ نے تمام رسائل کو سمیٹ لیا ہے، البتہ خشش ماہی

"کلام احمد رضا" سنگر پور، برہمن گنج، بستی، کا نام رہ گیا جو ڈاکٹر محمد قاسم اعظمی کی ادارت میں نکل رہا ہے۔ غالباً دو یا

تین شمارے آچکے ہیں۔ ہفت روزہ "مسلم ٹائمز" بستی کو بھی شامل ہونا چاہیے۔

ہندی اور گجراتی رسائل کی فہرست بھی شائع ہونی چاہیے، بروقت میری یادداشت میں ہندی کے یہ رسائل

شائع ہو رہے ہیں۔ "کنز الایمان" دہلی "ماہ طیبہ" جودھپور، راجستھان "نیک خاتون" جودھ پور، "صراط مستقیم" اودے

پور، "فیس" راجستھان۔ گجراتی میں "ماہ طیبہ" احمد آباد بہت قدیم رسالہ ہے شاید اب بھی نکل رہا ہے۔ اس کے علاوہ

بھی گجراتی میں کئی رسائل نکل رہے ہیں۔ گجرات سے تعلق رکھنے والے حضرات توجہ دیں تو مکمل فہرست شائع ہو سکتی ہے۔

یوں ہی میں نے عربی کے رسائل کو بھی ترک کر دیا ہے۔ ماہنامہ مجلہ "الصوت الاسلامی" کے نام سے دار العلوم

علیمیہ جمدا شاہی، بستی سے نکل رہا ہے کئی شمارے منظر عام پر آچکے ہیں۔ "الثقافۃ" مرکز الثقافۃ السنیہ کالی کٹ

کیرالا سے کئی سال سے شائع ہو رہا ہے، البتہ حالیہ دنوں اس کا کوئی شمارہ نظر سے نہیں گزرا۔

(۱) سہ ماہی "پیام حشمتی" (اردو) خانقاہ نقشبندیہ مریاد اعظم گڑھ (۲) ماہنامہ "جامعہ الجامعۃ الاسلامیہ

رونا ہی، فیض آباد کے چند شمارے بھی سال گزشتہ نظر سے گزرے تھے اب معلوم نہیں جاری ہیں یا بند ہو گئے۔ (۳)

ماہنامہ "غوث العالم" جامع اشرف، کچھوچھہ مقدسہ، امبیڈکر نگر سے باضابطہ کئی سالوں سے نکل رہا ہے۔ ابھی ماہ

رواں میں اس کا ضخیم "سرکار کلاں نمبر" بھی شائع ہوا ہے۔ یہ تو ہر طرح فہرست میں شامل ہونا چاہیے تھا شاید آپ کی

نظر سے نہ گزرا ہو۔

اس شمارے کے "ڈاک باکس" میں آپ نے اہم تحریر کے طور پر خواجہ حسن نظامی کا ایک اقتباس نقل فرمایا ہے لیکن اس میں شروعات سے آخر تک کوئی حوالہ نہیں ہے کہ یہ تحریر آپ کو کہاں سے ملی یا خواجہ حسن نظامی کی کس کتاب سے آپ نے لیا ہے۔ امید کہ آئندہ شمارے میں اس کی نشان دہی ضرور کریں گے بلکہ ایسی چیزیں اصل سے جوڑ کر شائع کی جائیں تو بہتر ہے۔

☆ ڈاکٹر صابر سنبھلی، سیف خاں سرائے، سنبھل مراد آباد

محترم خورشید احمد سعیدی (کراچی) کے مراسلے بہت طویل، مسلسل اور عالمانہ ہوتے ہیں۔ اس بار بھی موصوف کا مراسلہ تقریباً ۱۲ صفحات پر پھیلا ہوا ہے۔ ان میں سے چار پانچ صفحات میں ان کا روئے سخن اس فقیر حقیر کی جانب ہے۔

اس مراسلے میں دو اقتباس عربی کے بھی ہیں۔ میں ان کے علم و فضل کی تعریف کرتا ہوں تو انہیں شاید اچھا نہیں لگتا؛ مگر یہ کہے بغیر نہیں رہ سکتا کہ موصوف سب کو اپنی طرح ہی ذی علم سمجھتے ہیں جب ہی تو انہوں نے عربی اقتباس دیے اور ان کا ترجمہ نہیں کیا۔ میں نہایت عاجزی سے عرض کرتا ہوں کہ میں عربی بالکل نہیں جانتا۔ ویسے بھی مجھے آتا ہی کیا ہے۔ بس اردو شعر و ادب کا طالب علم رہا ہوں۔ ایک ماہ کے قریب فارسی پڑھی تھی تو کام چلاؤ آگئی تھی۔ اب اس سے کام نہیں پڑتا تو دھیرے دھیرے بھولتا جا رہا ہوں۔ جو کچھ تھوڑی بہت تعلیم ہے وہ اسکول کالج میں ہوئی ہے۔ مدرسے میں ایک دن نہیں پڑھا۔ عربی سیکھنے کی تین بار الگ الگ طریقوں سے کوشش کی؛ مگر ناکام رہا۔ اس محرومی پر کڑھتا رہتا ہوں۔ سوئے اتفاق کسی ایسے شخص تک بھی میری رسائی نہیں ہو سکی جس سے ان عربی عبارتوں کا ترجمہ کرا لیتا۔ اس لیے یہ عبارتیں سر سے گزر گئیں۔

ہاں! اتنا ضرور معلوم ہو گیا کہ خورشید صاحب عربی زبان کی فضیلت ثابت کرنا چاہتے ہیں۔ مجھے معاف فرمائیں کہ مجھے بھی اس سے انکار نہیں ہے۔ جس زبان میں قرآن مجید ہو اور احادیث نبوی ﷺ کے ذخائر ہوں اس کی فضیلت میں شک کیسے کیا جا سکتا ہے۔ قرآن کریم کی وجہ سے یہ زبان اتنی طویل مدت سے زندہ ہے کہ تاریخ لسانیات کے مطالعے سے کسی دوسری زبان کو اتنی طویل عمر ملنے کا ثبوت نہیں ملتا۔ مگر میں کسی زبان کو ذلیل نہیں سمجھتا۔ فارسی کو فضیلت حاصل نہ ہو مگر مثنوی معنوی اور [illegible] کی وجہ سے اس کو بھی تھوڑی بہت عزت تو دینی ہی ہوگی۔ اردو بھی نعتہائے رضویہ اور حدائق بخشش کی زبان ہے۔ ہرچند کے فارسی کو آتش کدوں اور اردو کو صنم کدوں کا ماحول ملا، مگر اس میں ان زبانوں کا کیا قصور۔ عربی کے بارے میں جو ریمارک میرے قلم سے نکل گیا وہ جواب آں غزل تھا۔ ہو سکتا ہے وہ غلط ہو۔

میں عربی نہیں جانتا؛ اس لیے عربی زبان و ادب کی تاریخ بھی نہیں پڑھی۔ ماہرین لسانیات کی لکھی ہوئی کتابوں سے مجھے یہ معلوم ہوا تھا کہ عربی عبرانی سے نکلی ہے۔ اس لیے یہ بات لکھ دی تھی۔ اگر لسانیات کے محققین کی یہ تحقیق غلط یا مبنی بر نفسانیت ہے تو میں اس سے بے زاری کا اظہار کرتا ہوں اور اپنے قول سے توبہ کرتا ہوں۔ اللہ رب العزت معاف فرمائے۔ آمین۔ (واضح ہو کہ اس سے میرے موقف پر کوئی اثر نہیں پڑتا۔)

جناب خورشید احمد سعیدی نے یہ بات بڑے پتے کی اور دل لگتی کی کہ عربی املا جس رسم الخط میں لکھی جاتی

عربی رسم الخط میں کوئی متحرک حرف ایسا نہیں ہوتا جس پر اعراب (بہ شکل ہمزہ) نہ لگے ہوں۔ اس لیے
اس کو پڑھنے میں غلطی کا امکان کم رہتا ہے۔ اردو میں اعراب کا چلن بہت ہی کم ہے۔ ہم لوگ بغیر اعراب کے
پڑھنے کے عادی ہیں۔ مگر اصولی بات یہ ہے کہ جس لفظ کے تلفظ میں غلطی کا امکان ہو اس پر ضروری اعراب ضرور
لگانے چاہئیں۔ "شہدا" کو جب بغیر اعراب کے لکھا جائے گا تو کوئی کم سواد اس کو کسی طرح بھی پڑھ سکتا ہے۔ اگر
"ہا" پر فتحہ ہوتا تو اس کو غلط کیوں پڑھا جاتا اور بغیر ہمزہ کے بھی یہ "شہید" کی جمع ہی رہتا۔ یہ قاری کی نہیں، کاتب یا
کمپوزر کی غلطی ہے۔ "شہداو کرام" کے بجائے "شہدائے کرام" لکھنا چاہیے۔ یہی درست ہے۔

خورشید صاحب تحریر فرماتے ہیں: "وجہ اور دلیل یہ بتائی گئی ہے کہ ہمزہ آخر تلفظ میں نہیں آتا۔ ہمزے کا
تلفظ میں نہ آنا ہمزے کے اختیار میں ہے یا قارئین کے اختیار میں؟"

میں عرض کروں کہ زبان کا دھارا کسی کی کوشش سے اپنی راہ نہیں بدلتا۔ چند حضرات یا قارئین اگر ہمزہ کا
تلفظ کریں بھی تو اس سے وہ تلفظ اردو کا نہیں ہو جائے گا؛ بلکہ عربی کا ہی رہے گا۔ ہاں اس وقت ذہن میں ایک سوال
لے اور سر اٹھا کر حرف "ہمزہ" کو خورشید بھائی نے دوبار "ہمزے" لکھ کر کہیں اس لفظ کا مذکر تو نہیں کر دیا۔

○ محمد صادق رضا مصباحی، شعبہ تصنیف و تالیف، الجامعۃ الاسلامیہ، مبارک پور، یوپی

اپریل تا جون ۲۰۰۶ کا شمارہ جنت نگاہ ہوا۔ حسب روایت سر ورق پر امام احمد رضا کے حوالے سے خواجہ حسن نظامی کے
ریمارکس ملاحظہ کیے۔ کاش نظامی صاحب کے پیروکار ان کے اس مذہب فکر سے وابستہ ہو جائیں تو امام احمد رضا کے
خلاف پھیلائی گئیں غلط فہمیاں ہمیشہ کے لیے دفن ہو جائیں۔ نظامی صاحب کا یہ اقتباس تو ہم نے پڑھ لیا لیکن یہ نہ
معلوم ہو سکا کہ یہ کہاں سے ماخوذ ہے۔ اس سے پہلے بھی سر ورق کے اقتباسات کا شاید حوالہ نہیں دیا گیا۔ ہم زبیر قادری
صاحب سے عرض کرتے ہیں کہ آپ ماخذ کی نشان دہی ضرور فرمایا کریں۔ مولانا سید اطہر صاحب کی منقبت سے حظ
اندوز ہوا۔ موصوف نے اپنی عقیدت کو جو شعری پیرہن عطا کیا ہے وہ لائق تعریف بھی ہے اور حقیقت کی عکاس بھی۔

اس شمارہ میں زبیر قادری صاحب کا اداریہ پڑھنے سے تعلق رکھتا ہے آپ کے پیش کیے گئے نظریات سے
میں صد فی صد اتفاق کرتا ہوں۔ اتنا اچھا اداریہ لکھنے پر آپ بلاشبہ تہنیت کے مستحق ہیں۔ البتہ دو تین مقامات پر
کچھ تراکیب کی خامیاں در آئی ہیں۔ آخر سطور میں زبیر صاحب رقم طراز ہیں "غیر مسلموں میں اسلام پھیلانے سے
کہیں آسان کام مسلمان کو "مسلمان" بنائے رکھنا ہے۔" ویسے تو ہم ارباب علم و دانش کے ایوان میں قدم رکھنے کے
لائق نہیں اور نہ ہی "مفید مشوروں" کے اہل ہیں لیکن اپنی ناقص رائے سے آگاہ ضرور کر سکتے ہیں کہ مسلمانوں کے
موجودہ حالات کے تناظر میں مسلمانوں کو مسلمان بنائے رکھنا آسان کام نہیں ہے۔ دھیرے دھیرے یہ مشکل ترین
ثابت ہوتا جا رہا ہے، بلکہ اب بہت مشکل ہو رہا ہے۔ عوام کا کیا رونا بعض اصحاب علم و فضل بھی دنیا داری میں گلے
گلے تک ڈوبے ہوئے ہیں۔ اگر ہمارے اس نظریے پر طعن و تشنیع کے پیکان نہ برسائے جائیں تو بے تکلف ہم یہ
عرض کرتے ہیں کہ عصر رواں میں مذہب اسلام کو بے لگام علماء، قائدین اور مذہبی طبقے کی غلط روش سے بے انتہا
نقصانات پہنچے ہیں اور آج بھی اس کا سلسلہ تھما نہیں ہے۔ یہ کتنا بڑا المیہ ہے کہ اسلام کو ہر دور میں غیروں سے زیادہ
اپنوں سے نقصان اٹھانا پڑا ہے۔ شاید اس موقع کے لیے کسی شاعر نے کہا ہے:

کیا ضروری ہے کہ ہر گھر کو جلائے دشمن + کچھ مکاں اپنے چراغوں سے بھی جل جاتے ہیں

سردست میری نظر میں اسلام کا فکری و عملی دفاع کرنے کے لیے دو چیزیں ناگزیر ہیں۔ تصوف اور شعور جدیدیت، یعنی قدیم صالح اور جدید نافع۔ اتفاق سے دعوت و تبلیغ کی بساط پر آج اکثر وہی لوگ براجمان ہیں جو ان دونوں بنیادی چیزوں سے محروم ہیں۔ آج حالات ایسے بن چکے ہیں کہ مسلمان بھی شریعت کے احکام اپنی عقل کی میزان پر تولتے ہیں۔ اس لیے اگر معاشرہ کو صالح مزاج بنانا ہے، ہر طرف سے مغربی تہذیب کو گھیر گھار کر اس کا جینا حرام کرنا ہے اور لوگوں کے ذہنوں میں اسلام کے سلسلہ میں منتشر ری غلط فہمیوں کو بھگانا ہے تو ایسے حضرات کو تبلیغ و دعوت کی شمع روشن کرنی ہوگی، جو دینی اور عصری دونوں تعلیم سے لیس ہوں اور کردار و عمل کی شائستگی اس پر مستزاد۔ مثلاً دیگر یوں کہہ لیجیے کہ ان کی زندگی کے دامن پر تصوف کا نہایت گہرا رنگ چڑھا ہوا ہو اور وہ اسلام کا پیغام پہنچانے میں عقلی دلائل کا سہارا لیں۔ اگر میری ان گزارشات کو عمل کا لباس پہنا دیا گیا تو اسلامی فکر و عقیدے کا دائرہ وسیع ہوتے دیر نہیں لگے گی اور مسلم معاشرہ میں صالح انقلاب کی دھمک ہم ماتھے کی آنکھوں سے دیکھیں گے۔

جناب خلیل احمد رانا صاحب افکار رضا کے تقریباً ہر دستر خوان پر اپنی موجودگی کا احساس کراتے ہیں اور متنوع موضوعات سے قارئین کی ضیافت کا سامان کرتے ہیں۔ اس مرتبہ وہ امام احمد رضا بریلوی کی کسی کتاب سے ماخوذ "درود شریف کے متعلق ایک نفیس نکتہ" لے کر حاضر ہوئے ہیں۔ ان کی اس "ترتیب" کا خیر مقدم کرتے ہیں۔ کیا ہی اچھا ہوتا اگر رانا صاحب مشکل اور دقیق الفاظ کی تشریح بھی فرما دیتے تو اس "کاوش" کی وقعت میں چار چاند لگ جاتے۔

"افکار رضا" کے حلقے میں خورشید احمد سعیدی صاحب اب کسی تعارف کے محتاج نہیں رہے۔ وہ افکار رضا کی بزم میں شرکت کرنے والوں کی "تلاشی" لیتے ہیں۔ اس بار انھوں نے "فتاویٰ رضویہ (جدید)" کی بھی تلاشی لے ڈالی۔ ان کی فہرستِ الفاظ سے ہم ایک لمحے کے لیے یہ سوچنے پر مجبور ہو گئے کہ یہ "افکار رضا" پر تبصرہ ہے یا فتاویٰ رضویہ پر۔ میں اسے ہرگز "افکار رضا کے صفحات کا ضیاع" قرار نہیں دوں گا لیکن یہ کہے بغیر ایک قدم بھی آگے نہیں بڑھوں گا کہ سعیدی صاحب نے افکار رضا کے مضمون نگاروں کی طرح ایک دو کمپوزنگ کی خامیوں کو رضا فاؤنڈیشن لاہور کے اراکین کے سر منڈھنے کی کوشش کی ہے۔ بہر حال "فتاویٰ رضویہ (جدید)" سے استفادہ کرنے والوں کے لیے یہ مضمون پڑھنا ناگزیر ہے اور رضا فاؤنڈیشن کو اس کی تصحیح بھی لازمی۔ قلمیں کی شاعری کے حوالے سے یہ مضمون بڑا وقیع ہے، اس کی قدر کی جانی چاہیے۔ اس کے لیے سعیدی صاحب ہم سب کے شکریے کے مستحق ہیں۔

"محفل نعت میں حاضری کے آداب" کے سلسلہ میں مولانا شہزاد مجددی کا مضمون وقت کی ضرورت ہے۔ ایسے مضامین کو زیادہ سے زیادہ عام کیا جانا چاہیے۔ ویسے تو یہ مضمون ماہنامہ "سوئے حجاز" لاہور میں چھپ چکا ہے لیکن زبیر قادری صاحب نے وقت کی ضرورت کے پیش نظر اسے دوبارہ افکار رضا کی مجلس میں شرکت کی اجازت دی ہے۔ یہ مضمون مجددی صاحب کی اچھی کاوش ہے لیکن کہیں کہیں انھوں نے حوالہ مکمل نہیں دیا ہے اس کا التزام کرنا چاہیے۔

اس بار علامہ سید احمد سعید کاظمی علیہ الرحمہ کا خطاب "وسیلہ قرب الٰہی" کے عنوان سے شاملِ اشاعت ہے۔ یہ تین لوگوں کے مشترکہ تعاون سے قارئین کی خدمت میں پیش کیا گیا ہے اس میں بھی رانا صاحب شامل ہیں۔ کاظمی صاحب کی تقریروں کے بارے میں کیا کہنا، ان کی تقریریں تو بڑی معلوماتی ہوتی ہیں اور عوام کے ذہن سے بہت

قریب۔ حقی دلائل سے اس قدر لیس ہوتی ہیں کہ اعتراضات اور غلط فہمیوں کی ہوائیاں اڑنے لگتی ہیں اور وہ سرپٹ دوڑنے ہی میں عافیت محسوس کرتے ہیں۔ افادیت، ادبیت اور مقصدیت کے آمیزے سے تیار ان تقریروں کا جام اگر عوام الناس پی جائیں تو کبھی بھی بے جا اعتراضات اور غلط فہمیاں ان کے قریب نہ پھٹکنے پائیں۔ رانا صاحب سے ہم گزارش کرتے ہیں کہ کاظمی صاحب کی ایسی تقریروں کو افکار رضا میں اشاعت پذیر ہونے کے ساتھ ساتھ کتابی شکل میں بھی شائع فرمادیں۔ اس سے ایک بہت بڑا طبقہ مستفید ہو سکے گا۔

"تعلیم و تعلم اور امام احمد رضا" کے عنوان پر غلام مصطفیٰ قادری (بلیا) کا مضمون ہے۔ غلام مصطفیٰ قادری صاحب خوب لکھتے ہیں اور لکھاڑ قسم کے آدمی معلوم ہوتے ہیں۔ ان کی دو تین کتابیں بھی زیور طبع سے آراستہ ہو چکی ہیں۔ ان کا یہ مضمون ہمیں پسند آیا اللہ کرے زور قلم اور زیادہ۔ البتہ ایک دو جگہوں پر ہماری "تنقیدی نظر" ٹھہر گئی، لکھتے ہیں ---- "جب کہ علوم وفنون کا یہ مرجع نہ تو کسی کالج و یونی ورسٹی میں پڑھا تھا کسی ماہر فن کے حضور زانوئے تکیہ تہ کیا۔" حالانکہ صحیح جملہ یوں ہے۔ "جب کہ علوم وفنون کے اس مرجع نے نہ تو کسی کالج اور یونی ورسٹی میں پڑھا اور ----" اب تک تو ہم زانوئے تلمذ کی ترکیب سے ہی آشنا تھے اس لیے "زانوئے تکیہ" کی ترکیب ہم کو بڑی عجیب لگی۔ صفحہ ۶۸ پر ایک جگہ لفظ "نادراں" کا استعمال محل غور ہے۔ میرے خیال سے 'نادرہ' زیادہ صحیح ہے۔ مضمون کے آخری پیراگراف میں تحریر ہے "جہاں جا چاند دکھائی دیا----" یہاں دکھائی دی صحیح ہے۔

اسے حسن اتفاق کہیے کہ ایک دوسرے غلام مصطفیٰ صاحب بھی 'افکار رضا' کی محفل میں حاضر خدمت ہیں۔ ان کے نام کے ساتھ بھی قادری کا لاحقہ موجود ہے۔ ان دونوں میں یہ مشترک خصوصیات ہم نے ڈھونڈ نکالی ہیں۔ دو تین کتابوں کی اشاعت سے پہلے بھی اپنی کلاہ افتخار میں چار چاند لگا چکے ہیں۔ رسائل و جرائد کی فائلوں میں اپنا نام آویزاں کرنے کا انھیں بڑا شوق ہے اور نئے نئے عناوین پر اپنا سمند قلم دوڑانا یہ خوب جانتے ہیں۔ زیر نظر مضمون "مفتی اعظم ہند کا شعر محبت: مدینہ منورہ" بھی ایک نئے عنوان پر لکھا گیا ہے۔ یہ مضمون انھوں نے بڑی محنت سے لکھا ہے لیکن ان کا سمند قلم کہیں کہیں چلتے چلتے پھسل بھی گیا ہے۔ ۵۹ پر ایک شعر میں "سنگ دہ جاناں" کو "سنگ در جاناں" لکھ دیا ہے اور ایک شعر میں "زاہد" کی جگہ "زائد" ممکن ہے کہ یہ حضرت کمپوزر کی کرم فرمائی ہو۔ ص ۶۰ پر ۳ اشعار کو امام احمد رضا کے کلام میں شمار کرنے کی شعوری کوشش کی گئی ہے حالانکہ یہ تینوں اشعار حضور مفتی اعظم ہند کے ہیں۔ بڑی ناانصافی ہوگی اگر میں ایک "قادری" کے ساتھ دوسرے "قادری" کے لیے بھی "زور قلم میں زیادتی" کی دعا نہ کروں۔ ہمیں یقین ہے کہ یہ دونوں قادری صاحبان اپنے تحقیقی و تنقیدی سفر سے تھک کر نہیں بیٹھیں گے۔

یہ شاید پہلا موقع ہے کہ "کنز الایمان کا لسانی جائزہ" کی تکمیل کے بعد ڈاکٹر صابر سنبھلی صاحب ایک اہم تحقیقی مضمون لے کر "افکار رضا" کے اسٹیج پر تشریف لائے ہیں۔ مذہبی اور ادبی حلقوں میں ڈاکٹر صاحب بڑی دور سے پہچانے جاسکتے ہیں۔ "مولانا فضل حق خیرآبادی اور ۱۸۵۷ء کا فتوائے جہاد" کے حوالے سے ان کی یہ تحقیق بڑی قابل قدر ہے۔ مولانا امتیاز علی خاں عرشی اور مالک رام کا ڈاکٹر موصوف نے جس طرح سے تعاقب فرمایا ہے اس سے ان دونوں کا مسموم ذہن پوری طرح واضح طور پر سامنے آگیا ہے۔ مقام حیرت ہے کہ علامہ فضل حق خیرآبادی کی جنگ آزادی میں جن کی خدمات چڑھتے سورج کی طرح روشن ہیں آج ملک میں ہمیں امتیاز علی خاں عرشی اور

'نائٹ رام' ہیں جو ان کی بلند پایہ خدمات پر عصبیت اور جانب داری کا غبار ڈالنے کی کوشش کر رہے ہیں۔ لیکن بھلا ہو ڈاکٹر صاحب کا انھوں نے اس غبار کو اپنے تنقیدی قلم کی نوک سے کھرچ کھرچ کر علامہ کی خدمات و مساعی کو حقیقت و واقعیت سے ہم آہنگ کیا ہے۔ میری کیا بساط کہ میں ڈاکٹر صاحب کی تحریر میں تنقیدی نگاہ پھیروں لیکن میں تبصرہ نگاری کا خون نہیں کرنا چاہتا۔ اپنے مضمون کے پہلے ہی صفحہ پر ڈاکٹر صاحب نے علامہ فضل حق خیرآبادی کی کتاب "الثورة الهندية" (باغی ہندوستان) کو مولانا عبدالشاہد خاں شیروانی کی کتاب بتایا ہے حالانکہ شیروانی صاحب کے بارے میں بس اتنا ہی کہا جاسکتا ہے کہ وہ اس کتاب کے مرتب ہیں۔

محمد شریف رضا عطاری صاحب نے "انٹرنیٹ اور مسلک اہل سنت و جماعت کی نشر و اشاعت" کے موضوع پر بڑا اچھا مضمون لکھا ہے۔ پہلے انھوں نے انٹرنیٹ اور ویب سائٹ کا مختصر تعارف کرایا ہے پھر انٹرنیٹ پر مسلک اہل سنت کی نشر و اشاعت کے سلسلہ میں موصوف نے چند اہم نکات کی نشاندہی بھی فرمائی ہے اور سب سے اہم کام انھوں نے یہ کیا ہے کہ اہل سنت کی متعدد سائٹس کا تعارف کرایا ہے ان "سائٹس" پر اسلام کا مطالعہ کرنے والوں کے لیے یہ ایک اہم تحفہ ہے۔ ہمارے مذہبی حریفوں کے مقابلے میں یہ سائٹس نہایت کم ہیں لیکن جو بھی ہیں غنیمت ہیں۔ مزید سائٹس کو منظر عام پر لاکر اسلام کا پیغام دنیا کے ہر ذہن تک پہنچانا وقت کا ضروری تقاضا ہے۔ شریف رضا صاحب سے امید ہے کہ وہ اس طرح کے مضامین لکھ کر قارئین کی معلومات میں اضافہ کرتے رہیں گے لیکن اس سے پہلے اپنے مذکورہ مضمون میں ایک مقام پر "نیز" کے ساتھ "بھی" کے استعمال پر نظر ثانی ضرور فرمائیں۔

نور قادری صاحب جب بھی پاکستان تشریف لے جاتے ہیں تو واپسی پر ایک عدد سفرنامہ ضرور تحریر کرتے ہیں پھر اپنے قارئین کو اس کے استفادے سے محروم بھی نہیں کرتے۔ پچھلے دو تین سفرناموں کی بہ نسبت یہ سفرنامہ ہمیں پسند آیا۔ نور قادری صاحب نے اس میں پچھلے سفرناموں کا کفارہ ادا کردیا ہے۔ نور صاحب یقین جانیے اس قسط کو پڑھنے کے بعد اگلی قسط کے انتظار کا گراف بڑھتا جارہا ہے۔ اس سفر کو ایک سال مکمل ہوچکا ہے ۲۶ رجب المرجب ۱۴۲۶ھ کو نور صاحب کیو ٹی وی کے اسٹوڈیو میں تشریف لے گئے تھے۔ ان کی یہ قسط اکثر وہیں کے حالات کا احاطہ کرتی ہے۔ کیو ٹی وی کے پلیٹ فارم سے میوزک لا ذکر کے ساتھ گھر گھر میں نعت رسول مقبول ﷺ کا اُجالا پھیلانے والے نعت خوانوں کے سلسلہ میں آپ کی یہ تحریر صرف تصویر کا ایک رخ پیش کرتی ہے۔ نعت جیسی مقدس چیز کے ساتھ میوزک کے استعمال کو ہرگز پسند نہیں کیا جاسکتا اور بعض قابل گرفت کاموں کو تو بہر حال بند کیا جانا چاہیے۔ کیو ٹی وی کے ان نعت کے پروگراموں سے نئی نسلوں میں نعت سننے سنانے کے جذبات پروان چڑھ رہے ہیں اور فطور کا دائرہ بھی وسعت اختیار کرتا جارہا ہے۔ گو اس پروگرام سے شرعی آئینے پر ہلکی سی خراش بھی آرہی ہے۔ آپ اسے چاہیں جتنے سے موسوم کریں یا کچھ اور لیکن اب اسے روک پانا نہایت مشکل ہے۔ مبارک پور سے بریلی تک کی مفتیان کرام اس کے خلاف اپنی رائے ظاہر فرماچکے ہیں اب دیکھیے کیا ہوتا ہے۔

"رضا نامے" کے کالم میں خورشید احمد سعیدی صاحب کے ساتھ اس مرتبہ تین نئے چہرے اور ہیں جو اپنے اپنے تنقیدی تبصرے لے کر حاضر ہوئے ہیں۔ ان میں ایک تو یہی غریب صادق رضا مصباحی ہے اور وہ جامعہ اشرفیہ مبارک پور کے طالب علم۔ یہ وقت میرے لیے بڑی آزمائش کا ہے کہ میں اپنے تبصرہ کو تنقید کے راستے سے گزار کر

اپنی غیر جانب داری کا بھرم رکھوں یا خود کو جانب دار کہلانے پر تیار ہو جاؤں۔ اس سے پہلے کہ سعیدی صاحب اپنے تنقید کی تلوار سے میری اس تحریر کا گلا کاٹیں یہ اعتراف کر لینے ہی میں اپنی عافیت محسوس کرتا ہوں کہ ایک جگہ میں نے "املا" کو مؤنث استعمال کیا ہے حالانکہ یہ مذکر ہے۔

دوسرا تبصرہ قطب الدین رضا صاحب کا ہے۔ موصوف نے (اکتوبر تا دسمبر ۲۰۰۵ء) کے شمارے پر ۲ صفحات میں تبصرہ کیا ہے ان کا تبصرہ ہمیں پسند آیا۔ ان کے دوست ساجد رضا صاحب کا بھی (جنوری تا مارچ ۲۰۰۶ء) کے شمارے پر تبصرہ زینت شمارہ ہے۔ ان کا بھی تبصرہ ہم نے پسندیدگی کی نگاہ سے پڑھا۔ یہ دونوں حضرات بساط صحافت پر تازہ وارد ہوئے ہیں۔ ہمیں امید ہے کہ یہ تازہ واردان تحریر، صحافت کی شمع فروزاں رکھنے میں جد و جہد کرتے رہیں گے۔

اس مرتبہ خورشید احمد سعیدی صاحب کا تبصرہ خاصا طویل ہو گیا۔ اس تبصرہ میں سعیدی صاحب نے اپنے موقف کی حمایت میں ڈاکٹر صابر سنبھلی صاحب کو مطمئن کرنے کے لیے پورا زور قلم صرف کر دیا ہے۔ معلوم ہوتا ہے علما وغیرہ کے ہمزہ کے سلسلہ میں آستین چڑھا کر میدان میں کود پڑے ہیں اور ہمزہ کی حمایت کرنے والوں سے دو دو ہاتھ کرنے کو تیار ہیں۔ ساحل الفرقان کا حوالہ تسلیم کرنے میں کسے انکار ہو سکتا ہے لیکن ہم سعیدی صاحب سے صرف ایک بات پوچھنا چاہتے ہیں کہ وہ اردو کو مستقل زبان کی حیثیت سے مانتے ہیں یا نہیں؟ اگر نہیں مانتے تو سرے سے اردو کے وجود ہی کا انکار کر دیجیے اور اگر مانتے ہیں تو پھر اردو کے بڑے بڑے نامور محققین متقدمین کے نظریات پر خط تنسیخ کھینچ کر اپنی "حتمی تحقیق" کی مہم کیوں چلائی جا رہی ہے؟ یہ بتانے کی قطعا ضرورت نہیں کہ اردو نے متعدد زبانوں کے باغات سے پھول چنے ہیں۔ اس کے اکثر و بیشتر الفاظ ایسے ہیں جب وہ دوسری زبان کا حصہ تھے تو ان کے معنی اور املا دونوں دوسرے تھے۔ لیکن جب وہ اردو کے دامن میں آگئے تو ان کا املا بھی بدل گیا اور معنی بھی۔ سعیدی صاحب اگر ہلکی سی توجہ فرمائیں تو وہ اپنی گفتگو میں ایسے بہت سے الفاظ یقینا استعمال کرتے ہوں گے جن کا املا اور معنی اپنے اصل معنی اور املا سے بالکل مختلف ہے لیکن ان اہل حقائق کے باوصف سعیدی صاحب کا ایسے الفاظ کے سلسلہ میں "اصلی معنوں میں استعمال کرنے" (ص ۱۰۵، ص ۳۳) کا نظریہ پیش کر کے حقائق کی گردن پر چھری رکھنا نہیں تو اور کیا ہے؟ ہو سکتا ہے کہ سعیدی صاحب اس غریب کم علم کی اس گفتگو کو "ایک دیوانے کی بڑ" سے زیادہ توجہ نہ دیں اس لیے اپنی گفتگو کو باوزن بنانے کے لیے ہم اردو کے متقدمین و متاخرین کی آرا پیش کرتے ہیں۔

مولانا سید سلیمان ندوی لکھتے ہیں:

"لفظ خواہ کسی قوم و ملک کے ہوں مگر جب وہ دوسری قوم اور ملک کی زبان میں چلے جاتے ہیں تو ان کی مثال ان لوگوں کی سی ہے جو پیدا کہیں ہوتے ہوں، لیکن جب کسی دوسرے ملک کی رعایا بن جاتے ہیں تو اس دوسرے ملک کے قاعدے اور قانون ان پر چلا کرتے ہیں، اس وقت یہ نہیں دیکھا جاتا کہ ان کی پیدائش کہاں کی ہے اور یہ پہلے کس کی رعایا تھے۔" (نقوش سلیمانی ص ۳۳۲، بحوالہ زبان اور قواعد، ص ۱۳ مصنفہ رشید حسن خاں۔ مطبوعہ قومی کونسل برائے فروغ اردو زبان، دہلی)

زبان کی شستگی کے سلسلہ میں مولانا الطاف حسین حالی لکھتے ہیں:

"لیکن فی الحقیقت یہ ایک غلطی ہے جو اکثر ہمارے عربی دانوں کو علم لسان کی ناواقفیت سے ہوتی

آتی ہے اس کو یہ معلوم نہیں کہ ایک زبان کے الفاظ دوسری زبان میں منتقل ہو کر بھی اپنی اصل صورت پر قائم نہیں رہ سکتے۔ واللہ اعلم۔" (مقدمہ شعر و شاعری، اشاعت اول، ص ۱۰۹، ۱۱۰ بحوالہ مذکورہ)

ایک مقام پر یوں رقم طراز ہیں:

"... بات یہ ہے کہ ایسے لفظوں کو جو عربی یا فارسی یا انگریزی سے اردو میں لے گئے ہیں اور اصل وضع کے خلاف میں مستعمل ہوتے ہیں یہ سمجھنا ہی غلطی ہے کہ وہ موجودہ صورت میں عربی یا فارسی یا انگریزی کے الفاظ ہیں نہیں، بلکہ ان کو اردو کے الفاظ سمجھنا چاہیے، جو اصل کے لحاظ سے عربی یا فارسی یا انگریزی سے ماخوذ ہیں۔ ایسے لفظوں کو غلط کہہ کر ترک کرنا اور ان کو اصل کے مطابق استعمال کرنے پر مجبور کرنا، بعینہ ایسی بات ہے کہ "کول ٹمٹی" کے بولنے سے لوگوں کو منع کیا جائے اور "جینٹلمین" بولنے پر مجبور کیا جائے "یا کمرا" بولنے سے روکا جائے اور "کمٹا" بولنے کی تاکید کی جائے۔" (ایضاً ص ۱۱۲)

سید انشا صاحب کی سنیے:

"جاننا چاہیے کہ جو لفظ اردو میں آیا، وہ اردو ہو گیا، خواہ وہ لفظ عربی ہو یا فارسی، ترکی ہو یا سریانی، پنجابی ہو یا پوربی، اصل کی رو سے غلط ہو یا صحیح، وہ لفظ اردو کا لفظ ہے۔ اگر اصل کے موافق مستعمل ہے تو بھی صحیح اور اگر اصل کے خلاف ہے تو بھی صحیح۔ اس کی صحت اور غلطی، اس کے اردو میں رواج پکڑنے پر منحصر ہے کیونکہ جو کچھ اردو کے خلاف ہے وہ غلط ہے گو اصل میں صحیح ہو اور جو اردو کے موافق ہے وہی صحیح ہے خواہ اصل میں صحیح نہ بھی ہو۔" (ترجمہ دریائے لطافت ص ۴۴۲ بحوالہ مذکورہ ص ۱۵)

اگر بار خاطر نہ ہو تو بابائے اردو مولوی عبدالحق کی بھی سن لیجیے:

"... اور غیر زبان کے جن الفاظ نے بگڑ کر یا گھس پس کر یا اختلاف لہجہ یا دوسرے اسباب سے ایک خاص صورت اختیار کر لی ہے وہ اب اردو کے الفاظ ہو گئے ہیں۔ انھیں اصل زبان سے کچھ تعلق نہیں رہا۔ کچھ حضرات ابھی تک ان عربی و فارسی الفاظ کو، جو اردو میں مستعمل ہیں، اصلی صورت میں لکھنا اور بولنا صحیح اور فصیح سمجھتے ہیں اور اس کے خلاف غلط اور غیر فصیح۔ تو گویا وہ اپنی اردو زبان کو زبان ہی نہیں سمجھتے۔ اس اصول کو اگر مدنظر رکھا جائے اور ہر اردو لفظ کو اس کی اصلی صورت میں (یعنی جس زبان سے وہ آیا ہے) لکھنا اور بولنا شروع کریں تو اردو زبان کوئی زبان ہی نہ رہے گی ... اردو زبان مستقل زبان اسی وقت ہوگی جب وہ ان زبانوں کے الفاظ لے کر انھیں اپنا کر لے اور جہاں وہ اپنے ہوئے، ان کی شکل و صورت، وضع قطع، رنگ ڈھنگ میں ضرور فرق آئے گا۔ مگر ہم میں سے بعض نازک دماغ اور مشکل پسند حضرات کو ان غیر ملکیوں کی یہ بے تکلفی ہرگز نہیں بھاتی ... انھیں اپنانا نہیں چاہتے، بلکہ انھیں دھکیل کر اپنے حدود سے باہر نکالنا چاہتے ہیں۔" (مقدمہ ترجمہ دریائے لطافت ص ب، ج، د بحوالہ مذکورہ ص ۱۵، ۱۶)

ملک تحقیق کی سیر کرتے کرتے ایک جگہ ان کا رہوار قلم بھٹک گیا ہے۔ حاصل عمرہ کی [illegible] کا اس حد ان پر طاری تھا کہ ان کو پتا ہی نہیں چلا کہ ان کا سمند قلم کہاں آ پہنچا ہے۔ افکار رضا کے ایک شمارہ کا حوالہ دیتے

ہوئے لکھتے ہیں: "اس سطر میں "شہدا کرام" کی ترکیب میں موجود قرآنی لفظ "شہداء" کو ہمزے کے بغیر لکھ دیا گیا ہے۔ فیروز اللغات اردو جامع میں "شہداء" کے یہ معنی لکھے ہیں (۱) لچا، بدمعاش، غنڈہ، (۲) غریب، مسکین، اب خود ہی غور فرمالیجیے" یہ غریب ناقص العلم اور کم سواد محترم سعیدی صاحب کی جناب میں عرض پرداز ہے کہ یہ دونوں الگ الگ زبانوں کے دو مختلف لفظ ہیں ایک لفظ "شُہدا" (بسکون حرف دوم) ہے جس کے معنی لچا، بدمعاش وغیرہ کے ہیں اور یہ ہندی الاصل ہے۔ (نوراللغات) اور دوسرا لفظ "شُہَداء" (بفتح حرف دوم) ہے جو شہید کی جمع اور عربی زبان کا لفظ ہے۔ فیروز اللغات کے جس مقام کا سعیدی صاحب نے حوالہ دیا ہے وہیں "شُہدا" کے بالکل اوپر "شُہَدا" بھی لکھا ہے اور دونوں میں حرکات بھی لگی ہوئی ہیں لیکن اپنے موقف کو ثابت کرنے کے لیے مقدم الذکر کا حوالہ دیا گیا اور موخر الذکر کو ترک کر دیا گیا ہے۔ یہ تحقیق کے طریقے کے خلاف اور جانب داری پرمبنی ہے۔

☆ **محمد عبدالعلیم رضوی**، خادم تدریس دارالعلوم نوریہ، بڑوالی چھکی، اندور (ایم پی)

راقم الحروف بعنوان "امام احمد رضا بحیثیت مفسر قرآن" پی ایچ ڈی کر رہا ہے، اجمالی خاکہ کی نقل ارسال ہے۔ اس سلسلے میں تعاون کی درخواست ہے۔ اگر سہ ماہی "افکار رضا" کی فائل مل جاتی تو شاید بہت کچھ مواد مل جاتا۔ خصوصاً جن شماروں میں ڈاکٹر صابر سنبھلی صاحب کا مقالہ "کنزالایمان کا لسانی جائزہ" قسط وار شائع ہوا ہے وہ کافی اہم ہے۔ ڈاکٹر صاحب سے رابطہ کیا تو انہوں نے آپ سے رجوع کرنے کو کہا ہے۔

اجمالی خاکہ برائے مقالہ پی ایچ ڈی بعنوان "امام احمد رضا بحیثیت مفسر قرآن"

باب اوّل: تفسیر قرآن، تعارف، اصول و ضوابط

باب دوّم: اردو میں تفسیر قرآن کا آغاز و ارتقا

باب سوم: امام احمد رضا کی مفسرانہ حیثیت

باب چہارم: امام احمد رضا کے تفسیری امتیازات

باب پنجم: تفسیرات امام احمد رضا کا تقابلی مطالعہ

باب ششم: محاکمہ

ماخذ و مراجع

☆ **مفتی ولی محمد رضوی**، باسنی، ناگور شریف، راجستھان

بعد سلام سنت خیریت طرفین نیک مطلوب۔ دیدہ زیب رسالہ نظر نواز ہوا، صوری و معنوی حسن لیے ہوئے دل و جگر کے لیے راحت بخش ہوا۔ آپ نے ہمت مردانہ کا ثبوت دیا ہے کہ اس سہ ماہی کا تسلسل قائم کر کے پامردی دکھائی ہے۔ آپ کی ہمت کو ہر قدر داں داد دیے بغیر نہیں رہے گا۔ مسلک حق کے آپ ترجمان، مشن امام احمد رضا کے آپ نگہبان ہیں۔ مولیٰ تعالیٰ آپ کی کاوشوں کو قبول کرے اور ترقی مزید عطا کرے۔ آمین

رضا کا پاکستان کا سفرنامہ خوب تر ہے نیز جدید نعت خوانی مشابہ موسیقی پر آپ کا تبصرہ و جائزہ آپ کے گہرے فکر اور دینی صلابت کی دلیل ہے۔ مولیٰ تعالیٰ ان جدید نعت خواں حضرات کو ادب و احترام نعت شریف کی

توفیق سے نوازے۔ اس پر آپ کو مبارک باد ہے۔ آپ کی بروقت رہنمائی سود مند ثابت ہوگی۔ ٹائٹل پر خواجہ حسن نظامی دہلوی کی امام اہل سنت کی علم و تحقیق پر تاثرات و خیالات بڑے زبردست الفاظ میں ہیں۔ ہم ان کو ایک کتاب میں نقل کر رہے ہیں جو کتاب اعلیٰ حضرت کے بے جا اتہامات کا جواب ہوگی۔ ان شاء المولیٰ۔ دعا کریں کہ ہم سب مخلصانہ دین وسنیت کی خدمت کریں۔

☆ خورشید احمد سعیدی، اسلام آباد، پاکستان

مجلہ افکار رضا کے ایک شمارے (اپریل تا جون ۲۰۰۶ء/صفر المظفر تا ربیع الآخر ۱۴۲۷ھ) پر مختصر تبصرہ حاضر ہے۔ زبیر بھائی! آپ کی بہت مہربانی اور شکریہ جزاک اللہ خیرا کہ آپ نے اس بار مجھے غلط نگی کی طویل فہرست بنانے سے بچا لیا کیونکہ اب کی بار یہ پہلو نظر انداز کر دینے کی حد تک کم ہے۔ اس لیے آپ اور تمام بے لاگ معاونین خصوصی مبارک باد کے مستحق ہیں۔ آپ نے مجلے کے داخلی حسن کو بھی خارجی حسن کے ہم پلہ بنا دیا ہے۔ کاغذ اور پرنٹنگ کے اعلیٰ معیار کے ساتھ ساتھ اگر کمپوزنگ اور فکری غلطیوں سے پاکیزگی برقرار رہی تو کئی فوائد سامنے آئیں گے۔ آپ کا مجلہ ان مجلات سے منفرد و ممتاز ہے جو علمی مقالات کو اخبارات کی اتباع میں کالموں کی صورت میں شائع کرتے ہیں۔ السلھم زد فزد۔ میرا خیال ہے کہ اب اس میں حوالہ دینے کا انداز یکساں ہونا چاہیے۔ مثلاً [۱] اور ۱ کے دو مختلف طریقوں کی بجائے ایک ہی طریقہ اختیار کرنا چاہیے۔ میرے خیال میں موخر الذکر انداز بہتر ہے کیونکہ تحقیقی اور علمی اداروں میں اول الذکر کا استعمال نہیں ہوتا۔ ان کے ہاں بڑی بریکٹیں کسی اور مقصد کے لیے استعمال ہوتی ہیں۔

۱۔ آپ نے اداریے میں مسلمانوں کے سنجیدہ مسائل سے جاندار بحث کی ہے۔ مکالمہ بین المذاہب اور اتحاد بین المذاہب کے بانیوں، داعیوں اور خادموں نے اپنا کام شروع کیے ایک صدی سے زیادہ عرصہ گزر چکا ہے۔ اسلام دشمن ان عصری تحریکات کے سرپرستوں کو کچھ ثمرات بھی ملنے شروع ہو گئے ہیں لیکن ہماری دینی قیادت نے شاید ابھی تک اس سلسلے میں اپنی ذمہ داریوں کا ادراک نہیں کیا۔ اس لیے نہ تو ان تحریکات کے موجودہ اغراض و مقاصد کا جامع مطالعہ اہلِ علم کی تحریروں کی شکل میں سامنے آیا ہے اور نہ ہی اس کے متاثرین کی نجات و بحالی کے بارے میں کوئی منصوبہ بنایا گیا ہے۔ آپ کو یاد ہوگا کہ میرے دوست طیب خان کا ترجمہ کردہ اسی سلسلے میں ایک مقالہ آپ کو ارسال کیا گیا تھا جسے بہت تاخیر سے افکار رضا (جولائی تا ستمبر ۲۰۰۵ء، ص 51-66) کے صفحات میں جگہ ملی لیکن اس کی اہمیت اور افادیت کا اندازہ اس بات سے لگائیں کہ محترم ڈاکٹر نور احمد شاہتاز صاحب نے کراچی سے اپنے موقر جریدے "فکر اسلامی" کے ماہ اگست ۲۰۰۶ء کے شمارے میں اس مقالے کو دوبارہ شائع فرمایا ہے۔ کہنے کا مقصد یہ ہے کہ اس سلسلے میں طلبا کی طرف سے تو کچھ نہ کچھ کیا جا رہا ہے لیکن اکابرین و قائدین کی جانب سے ابھی تک ہمیں انتظار ہی کروایا جا رہا ہے۔ اللہ تعالیٰ آپ کو جزائے خیر عطا فرمائے کہ آپ نے اس سلسلے میں کچھ اظہار خیال کیا ہے۔

عصری درس گاہوں میں مسلم طالبات کے حوالے سے بھی آپ نے مسائل کو لائق ستائش انداز میں پیش کیا ہے۔ کاش کہ ہمارے اصحاب ثروت امراء، محافل نعت، گیارہویں وغیرہ کو ثانوی حیثیت دیتے ہوئے ان

تقریبات پر اٹھنے والے اخراجات کو آئندہ نسلوں کی مطلوبہ علمی تربیت کے لیے استعمال کرنے کا سوچتے اور اپنی ہاں کے بعد یونی ورسٹیاں قائم کرتے۔ دنیا میں اعلیٰ حضرت کے محبین، مریدین اور متعلقین کی تعداد کوئی کم تعداد نہیں ہے وہ مل کر آپ علیہ الرحمہ کے تعلیمی اصولوں کے مطابق کم از کم ایک "کلیات دار العلوم الاسلامیہ العالیہ" قائم کر دیں جو کسی بھی عصری یونی ورسٹی سے کم نہ ہو۔ جس میں طلباء اور طالبات کے لیے اعلیٰ تعلیم (ایم اے، ایم فل، پی ایچ ڈی اور پوسٹ ڈاکٹریٹ) کے شعبے علیحدہ علیحدہ ہوں تو یہاں کے لیے ناممکن نہیں ہے۔ اللہ کرے نصیب پر صبح آئیں۔ آمین

میڈیا کی مختلف شکلوں میں سے ایک الیکٹرانک بھی ہیں۔ اسلام اور مسلمانوں کے خلاف چلائی جانے والی فلموں کا ذکر بھی آپ نے اداریے میں کیا ہے لیکن ہمارے دینی قائدین بداخلاقی کو پروان چڑھانے والے اس قسم کے اداروں اور ان کی مصنوعات پر کوئی بات کرنے اور مسلمان نسلوں کو دور حاضر کی آلودگیوں سے بچانے کا کم ہی سوچتے ہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ ہم نے ابھی تک اپنے ان ہی مسائل اور مشکلات کو جمع اور حل کرنے کے لیے کوئی موثر لائحہ عمل وضع ہی نہیں کیا۔ اللہ تعالیٰ ہم پر کرم فرمائے۔ اللہ کرے آپ کی آواز صدا بصحرا ثابت نہ ہو۔ آمین۔

۲۔ خلیل احمد رانا زید مجدہ اعلیٰ حضرت کے متعلق میں سے ہیں۔ وہ ہر بار کوئی نہ کوئی تحریر ارسال لاتے ہیں۔ ان کے مرتب کردہ مضمون سے متعلق دو باتیں عرض ہیں۔ اگرچہ ان کی خدمت میں پہلے بھی بذریعہ تحریر اور فون گزارش کر چکا ہوں لیکن معلوم نہیں کیوں وہ اس غلطی کا بار بار ارتکاب کرتے ہیں۔ ان کے مضمون کی پہلی اور آخری سطر میں "شیئ، شئی" لکھا ہے۔ اگر اس کلمے کے حروف کو الگ الگ اسی ترتیب سے لکھیں تو وہ یوں ہوگا: "ش ی ئ"۔ حالانکہ یہ قرآنی اور عربی کلمے "شیء" کے خلاف ہے۔ اصل میں ہمزہ آخر میں ہے جبکہ وہ اسے درمیان میں لکھ دیتے ہیں۔ دوسری بات صفحہ ۷ پر مذکور حدیث کے ترجمے سے متعلق ہے۔ اس حدیث میں حضور نبی کریم ﷺ کی محبت کے مقابلے میں "والدہ و ولدہ والناس اجمعین" یعنی والدین، اولاد اور سب لوگوں کا ذکر ہے۔ اس حدیث کے ترجمے میں انہوں نے اولاد کا ذکر چھوڑ دیا ہے۔ معلوم نہیں کیوں؟

۳۔ "مکمل نسخہ میں حاضری کے آداب" محترم چوہدری صاحب کا مضمون بہت اچھا ہے۔ اللہ تعالیٰ انہیں ہمارے عصری اور فکری مسائل پر اسی طرح مزید رہنمائی کی توفیق عطا فرمائے۔

۴۔ "**وسیلۃ قرب الٰہی**" مرشد گرامی مجلس برہ والا سائی کا خطاب لاجواب ہے جسے پہلے میرے محترم و مکرم حضرت قاضی محمد فرحت زید مجدہ (جو اس وقت مہتمم ہیں مدرسہ انوار القرآن الکریم، بہاولپور کے) نے سپرد قرطاس کی زینت بنایا تھا۔ اب خلیل احمد رانا صاحب نے ترتیب نو کے ساتھ افکار رضا کے قارئین کے مطالعے کے لیے پیش کیا ہے۔ اس میں "اولیاء اللہ" کی بجائے "اولیا اللہ" لکھ کر زیادتی کس نے کی ہے؟ اللہ اعلم بالصواب۔ قرآن مجید کی قریباً ۲۴۳ آیات میں کلمہ "اولیاء" ہمزہ کے ساتھ ہے جن میں سے سورۂ یونس: ۶۲ اور الاحزاب: ۶ میں "اولیاء اللہ" کی ترکیب بھی ہے۔ حضور ﷺ نے اسے ہمزے کے ساتھ لکھوایا، صحابہ کرام علیہم الرضوان نے بھی یہی سیکھا اور پڑھایا، اولیائے کرام کے پیغامات نے شعوری طور پر اپنی محبت کے خصوصی جام پلائے، جو انہیں قرآن سے ملا۔ مگر اللہ تعالیٰ کی طرف سے انہیں عطا کردہ لقب "اولیاء اللہ" کے ساتھ اب کیا ہو رہا ہے؟ "افکار رضا" میں نہ صرف اس لقب میں

تحریف کا ارتکاب کیا گیا ہے بلکہ یہ قرآنی ترکیب کے بھی سخت خلاف روش کا آغاز ہو سکتا ہے۔

۵۔ "تعلیم و تعلم اور امام احمد رضا" کے عنوان سے محترم جناب غلام مصطفیٰ قادری زید علمہٗ کا مقالہ ایک شاندار مقالہ ہے۔ انہوں نے اچھے طریقے سے علوم آلیہ اور علوم عالیہ دونوں کی اہمیت کو واضح کیا ہے۔ اسی طرح ڈاکٹر صابر صاحب زید مجدہا کا مقالہ بعنوان "مولانا فضل حق خیر آبادی اور وہابیہ کا فتوائے جہاد" بہت معلوماتی ہے لیکن بعض جگہ انتخاب الفاظ میں احتیاط کی ضرورت کو ملحوظ خاطر نہیں رکھا گیا۔ مثلاً صفحہ 55 پر مولانا عرشی کی تیسری دلیل کا رد کرتے ہوئے لکھتے ہیں: "اس میں شک نہیں کہ مولانا فضل حق از اول تا آخر اپنی بے گناہی ثابت کرنے میں لگے رہے۔ وہی کیا ہر مجرم یہی کرتا ہے۔" گویا مولانا فضل حق رحمۃ اللہ علیہ ڈاکٹر صابر کی نظروں میں بھی مجرم تھا!

۶۔ انٹرنیٹ سے متعلق محمد شریف عطاری کا مضمون بہت معلوماتی ہے مگر اس میں چند ویب سائٹس کے ایڈریس غلط درج ہو گئے ہیں۔ صحیح اس طرح ہیں: www.yarasool.net, www.noorenabi.net اور www.ziaetaiba.net نام سے ویب سائٹ کام نہیں کر رہی ہے۔

۷۔ تبصرۂ کتب کے تحت جن کتب کا تعارف کروایا گیا ہے وہ بہت اچھی محسوس ہوتی ہیں۔ یہ ایک خوش آیند بات ہے کہ سنی علما بھی معاصر مسائل اور سلگتے ہوئے قضایا پر غور کر کے اپنا حاصل مطالعہ پیش کرنا شروع ہو گئے ہیں۔

۸۔ "میرے رضا کا پاکستان" کی دوسری قسط میں آپ نے بڑے خوبصورت انداز میں معلومات اور اپنے تاثرات کو پیش کیا ہے۔ آپ خود تو مختلف جگہوں پر ذاتی طور پر گھومے پھرے مگر اپنے دلکش انداز بیان سے قاری کو بھی ان مقامات کی سیر کرا دیتے ہیں۔ بارک اللہ فیہ

۹۔ محمد صادق رضا مصباحی صاحب زید علمہٗ کا تبصرہ مجموعی طور پر ذرا مناسب ہے مگر ابھی انہیں بہت سے تجربات کرنے ہیں پھر کہیں جا کر وہ اپنی ان فروگزاشتوں پر قابو پا سکیں گے جو ان سے آغاز کار سے سرزد ہونا شروع ہو گئی ہیں۔ ان کی نظر میں مزید ہوشیاری اور پختگی پیدا کرنے کے لیے چند مثالیں پیش ہیں۔ وہ لکھتے ہیں: "محمد طیب خاں نے ڈاکٹر احمد بن عبدالرحمٰن القاضی کی ایک کتاب کا اردو ترجمہ کیا ہے" (ص 86)۔ عاجز طیب خان نے میرے ہی کہنے پر اس مقالے کا اردو ترجمہ کیا تھا جسے میں نے ایک عربی رسالے میں دیکھا اور انہیں بتایا، انہوں نے یونیورسٹی جا کر اس کی فوٹو کاپی لی، ترجمہ کیا اور مجھے دکھایا۔ پھر میں نے ان کے ترجمے پر نظر ثانی بھی کی اور کمپیوٹر میں کمپوزنگ کے لیے مدد بھی کی۔ کسی غلط فہمی سے بچنے کے لیے ترجمے کے شروع میں ایک باکس میں میرے لکھے تعارف میں صراحتاً یہ ذکر ہے کہ مضمون کہاں سے لیا گیا ہے۔ اس کے باوجود محمد صادق زید علمہٗ مصنف کا یہ جملہ لکھیں تو تعجب ہوتا ہے کہ افکار رضا کے مشمولات کے مطالعے کے وقت وہ اپنی توجہ ایک مضمون کے آغاز سے اختتام تک برقرار کیوں نہ رکھ سکے؟

محترم محمد صادق صاحب زید علمہٗ نے اپنے تبصرے میں سب سے زیادہ طویل تبصرہ محمد فقیر کی معروضات پر کیا ہے۔ ان کی ہر بات کو زیر بحث لانا شاید مفید نہیں ہوگا مگر تین باتوں کی طرف ان کی توجہ مبذول کرانا چاہوں گا۔

الف۔ وہ فرماتے ہیں: "خورشید صاحب نے ایسی بہت سی غلطیوں کو جو کمپوزنگ کی مرہون منت ہوتی ہیں بڑی آسانی

سے مضمون نگار کے کلمات میں ڈال دی ہیں۔اس لیے ان کو مضمون نگاروں کے سر منڈھنا قطعی طور پر غلط ہے۔" (ص 88-87)

اس سلسلے میں صادق بھائی سے ایک گزارش ہے۔ وہ اس سوال کا جواب عطا فرمائیں کہ غلطیاں کس نے کیں؟ مضمون نگار نے، یا کاتب نے، یا کمپوزر نے جیسے کہ نعیم صاحب فرمایا کرتے ہیں، یا کمپوزنگ سے جیسے کہ آپ فرماتے ہیں؟ آخری دو میں سے کسی کا نام لینا قطعاً درست نہیں ہے کیونکہ یہ دونوں مضمون نگار یا کاتب کے کنٹرول میں ہوتے ہیں۔ باقی رہے دو۔ ان میں سے کون ذمہ دار ہے؟ اس کا صحیح علم تو محترم مدیر صاحب کو ہوگا۔ اس لیے کسی کا نام لیے بغیر میں نے کالم میں غلط اور صحیح کا ذکر کر دیا۔ اس لیے ان کا یہ فرمانا "قطعی طور پر غلط ہے" (ان کے یہ الفاظ واپس ان کی خدمت میں حاضر ہیں) کہ اس فقیر نے انہیں "مضمون نگاروں کے سر منڈھ" دیا ہے۔ آیندہ اگر وہ تھوڑا سا غور فرما لیا کریں گے تو ان کے تبصرے میں وقعت پیدا ہوگی۔

ق۔ انہوں نے مجھ فقیر کے تبصرے میں سے دو اردو جملوں میں غلطیوں کی نشاندہی فرمائی ہے۔ مجھے پتہ تو علم نہیں کہ اردو صادق بھائی کی مادری زبان ہے یا نہیں لیکن ان کی اس نشاندہی سے یہ واضح ہے کہ انہیں اردو سے محبت اور ہمدردی بھی ہے۔ اسی لیے میرے جملوں میں وارد غلطیوں سے انہیں کچھ نہ کچھ تکلیف ضرور پہنچی ہے۔ لہٰذا وہ خاموش نہیں رہ سکے۔ میرے یہ جملے نہ تو قرآن کے کلمات ہیں اور نہ ہی حدیث نبوی کے۔ اردو میں واقع ہونے والی غلطیوں پر وہ خاموش نہیں رہ سکے لیکن اگر میں فقیر قرآن اور حدیث کے کلمات کے ساتھ جاری زیادتیوں کی نشاندہی کروں اور خاموش نہ رہوں تو انہیں "سخت حیرت" (ص 88) ہوتی ہے!!! اللّٰھم ھدایۃ الحق والصواب۔ ایسا لگتا ہے کہ انہیں نبی کریم، قرآن اور اہل جنت کی زبان عربی سے اتنی محبت اور ہمدردی نہیں ہے جتنی اردو زبان سے ہے۔ خدا وہ توازن برقرار رکھے۔

■ صادق بھائی! یہ صرف زبان کی بات نہیں محبت رسول اور اساس محبت رسول کی بات بھی ہے۔ آپ ﷺ کا ارشاد گرامی ہے: "احبوا العرب لثلاث، لانی عربی والقرآن عربی وکلام اھل الجنۃ عربی"۔

(المستدرک علی الصحیحین، شعب الایمان للبیہقی، المعجم الکبیر، المعجم الأوسط للطبرانی)

جاتے جاتے سیدی اعلیٰ حضرت کا ارشاد ملاحظہ فرماتے جایئے۔ آپ فرماتے ہیں: "ہیأت نظم قرآنی کو نہ بدلا جائے، معروف کا منصوص منصوص کا معروف نہ بنایا جائے۔" (فتاویٰ رضویہ، رضا فاؤنڈیشن لاہور، فروری ۲۰۰۵ء، ج ۲۳، ص ۳۵۵)

اسی بات پر مزید زور دینے کے لیے آپ علیہ الرحمہ تیسیر شرح جامع صغیر سے ایک عبارت نقل فرماتے ہیں۔ اس کا ترجمہ ملاحظہ فرمائیں: "مسلمانوں میں فاسق وہ لوگ ہیں جو قرآن مجید کی تلاوت اور ادائیگی میں کمی بیشی کرتے ہیں یعنی الفاظ و حروف گھٹا یا بڑھا دیتے ہیں اور ایسا کرنا بالاتفاق حرام ہے۔" (حوالہ مذکور، ص ۳۶۱)

آپ کہہ سکتے ہیں کہ یہ تو تلاوت قرآن سے متعلق بات ہے۔ ہاں مگر آپ کی بات صرف اس وقت درست ہوگی جب زیر بحث کلمات کو اردو میں استعمال کے وقت ان کی قرآنیت اور عربیت کو نظر انداز کرتے ہوئے ان کے اصل معنوں میں استعمال نہ کیا جائے۔ مذکورہ کلمات معدود ہیں جن میں سے بعض قرآنی ہیں۔ ان کا ہمزہ گھٹا کر وہ کام کیا جا رہا ہے جو اعلیٰ حضرت کی نظر میں بالاتفاق حرام ہے۔ ہاں مگر اس قلب و نظر کا کیا علاج جو طلب حق ◀

اعلیٰ حضرت کی اتباع کی بجائے 'صدر الشریعہ' کی اتباع کو ترجیح دے؟؟؟

iii۔ صادق صاحب نے قرآنی اور عربی کلمات کے شکلے کو جائز ثابت کرنے کے لیے اپنے موقف کی صحت پر صدر الشریعہ علیہ الرحمۃ اور آپ کی کتاب بہار شریعت کا حوالہ بھی دیا ہے کہ اسے "حضرت نے خود اپنے اہتمام سے شائع فرمایا تھا"۔ مگر میں انہیں مزید دعوتِ فکر دیتا ہوں۔ پہلے تو وہ سیدی اعلیٰ حضرت کے محولہ بالا ارشاد پر غور فرمائیں۔ امید ہے ان کا شرح صدر ہو جائے گا۔ اگر ایسا نہ ہو سکے تو پھر وہ اس بات پر منظر گہری توجہ فرمائیں کہ کیا صدر الشریعہ علیہ الرحمۃ نے بہار شریعت کی کمپوزنگ کی آخری شکل کے بعد پریس میں جانے سے پہلے اس کے ایک ایک لفظ پر خود غور فرمایا تھا؟

اپنی تنقید میں محترم صادق صاحب نے "وسیع المطالعہ" اور "انگریزی زبان وادب میں خاصی مہارت" کے الفاظ سے جو میری تعریف و توصیف بیان فرمائی ہے وہ محض حسنِ ظن پر مبنی ہے۔ علمائے دین متین کو یہ دعوے زیب نہیں دیتے۔ میں فقیر تو صرف ایک ادنیٰ طالب علم ہوں اور بس۔ ہاں صحت سے پہلے اللہ کریم نواز دے تو یہ محض اس کا کرم ہوگا۔

١٠۔ رضا نامہ میں شامل میرے تبصرے سے متعلق کچھ باتیں قابل ملاحظہ ہیں۔ منیر بھائی! آپ نے اپنی طرف سے لکھا: "خورشید احمد سعیدی، اسلام آباد انٹرنیشنل یونی ورسٹی، اسلام آباد، پاکستان"۔ آپ کو یہ نہیں لکھنا چاہیے تھا۔ اگر آپ نے لکھنا ہی تھا تو صرف "خورشید احمد سعیدی، اسلام آباد" لکھنا کافی تھا تاکہ قارئین تک غلط معلومات نہ پہنچیں۔ مثلاً اسلام آباد میں "اسلام آباد انٹرنیشنل یونی ورسٹی" نام کی کوئی یونیورسٹی نہیں ہے۔ اس کے علاوہ ایک غلطی بھی سامنے آئی ہے اور اس کا سبب مجھے معلوم نہیں۔ صفحہ 97 پر نیچے سے چوتھی سطر میں المتکلمۃ 'المشکلمۃ' بن گیا ہے جو کہ غلط ہے۔ اسی طرح صفحہ 98 کی دوسری سطر میں 'آخری' کو آپ نے 'OBخری' لکھ دیا ہے۔ آپ کو احتیاط کرنی چاہیے۔

١١۔ اخبار رضا کا سلسلہ بہت مفید ہے۔ رضویات سے دلچسپی رکھنے والے احباب تازہ ترین تحقیقات و تخلیقات سے متعارف ہو جاتے ہیں۔ ہندوستان سے شائع ہونے والے سنی جرائد کے ذکر سے آپ نے اس سلسلے کے افادے کو وسعت دے دی ہے۔ ہاں ان میں سے جن کی ویب سائٹس اور ای میل ایڈریس ہیں ان کو بھی اگر آپ پیش کرتے تو بہت ہی اچھا ہوتا۔

١٢۔ تنظیم ابنائے اشرفیہ کے زیرِ اہتمام میڈیا سیمینار کا ذکر بہت خوش کن ہے۔ اللہ کرے اس میں پیش کیے گئے مقالات کسی مؤثر لائحہ عمل کی بنیاد ثابت ہوں۔ کیا یہ مقالہ جات شائع بھی ہوئے ہیں؟؟ اگر جواب ہاں میں ہے تو ان کا حصول کیسے ممکن ہے؟ [illegible] والله اعلم بالصواب

○ **محمد شریف رضا عطاری، کراچی، پاکستان**

آپ کا رسالہ افکارِ رضا مع دیگر کتب کے موصول ہوا۔ پچھلے شماروں کی مانند اس بار بھی آپ نے قارئین کے ذوقِ مطالعہ کو پیشِ نظر رکھتے ہوئے خوب سے خوب تر مقالات کا انتخاب کیا ہے جو کہ واقعی قابلِ تحسین ہے۔

اداریہ واقعی شاندار ہے جس میں نہایت ہی ضروری نکات کی طرف رہنمائی کی گئی ہے۔ اس بار مقالوں کا

آٹھ (محترم خلیل رانا صاحب کے ترتیب کردہ مضمون "اعلیٰ حضرت امام احمد رضا بریلوی علیہ الرحمہ کے دل کی آواز اور درود شریف کے متعلق ایک عجیب نکتہ" سے کیا گیا ہے جو کہ واقعی دل سے لپٹنے والا مختصر مگر جامع اقتباس ہے۔ موصوف (محترم خلیل رانا صاحب) ایک کہنہ مشق ماہر لکھاری ہیں، ان کا ہر مضمون چاہے وہ ان کا اپنا لکھا ہوا، یا ترتیب کردہ یا ترتیب شدہ ہو پڑھنے سے تعلق رکھتا ہے۔ موصوف اگر اس اقتباس میں عبارات کی توضیح کر دیتے مثلاً مشکل الفاظ کی بریکٹ یا حاشیہ ہی میں وضاحت کر دیتے تو ایک عام قاری کے اس تحریر کو سمجھنے میں آسانی ہو جاتی۔ ویسے موصوف کی یہ کاوش بھی قابل تحسین ہے۔ اللہ تعالیٰ ان کو مزید ہمت عطا فرمائے۔

■ اسی طرح صفحات پلٹتے ہوئے ایک جگہ نظر رک گئی جی ہاں اخبار رضا کی ایک خبر جس میں کمپوزنگ کی غلطی سے "افکار رضا" کے متعلق ایک لفظ کا اضافہ کر دیا گیا ہے "یعنی کیا جاسکتا ہے" کی بجائے "کیا جاسکتا ہے" ہو گیا ہے۔

○ کمپوزنگ کی غلطیوں کے متعلق میرا نظریہ واضح کر دیتا ہوں، کہ یہ بشری تقاضے کے مطابق ممکن ہے، فی زمانہ اکثر بار پروف کرنے کے بعد بھی کچھ نہ کچھ غلطی رہ ہی جاتی ہے، مگر بھی کمپوزنگ کی غلطیوں سے حتی الوسع بچنا چاہیے۔ کہ یہ پڑھنے والے پر اچھا تاثر نہیں۔ راقم سے بھی سابق مضامین میں بیشتر اغلاط ہوئی ہیں، راقم کی کوشش یہی ہے کہ اس سے بچا جائے جتنا ممکن ہو اور اس کے لیے بھرپور کوشاں ہیں۔

■ محترم جناب خورشید احمد سعیدی صاحب کا مضمون "فتاویٰ رضویہ (جدید) سے استفادہ" قابل ستائش ہے، یہ واقعی محنت کا کام ہے موصوف نے ایک اہم ضرورت کو پورا کیا ہے۔ "قرآنی آیتوں کی اغلاط" اور "دیگر فاحش غلطیوں" سے احتراز ضروری ہے۔ اس کے استفادہ کے لیے فتاویٰ رضویہ (جدید) کے اشاعتی ادارے (رضا فاؤنڈیشن، لاہور) کو جلد سے جلد کوئی لائحہ عمل اختیار کرنا چاہیے۔ افسوس تو اس بات کا ہے صرف فتاویٰ رضویہ ہی نہیں بلکہ کئی کتب اغلاط سے پُر چھپ رہی ہیں۔ بالخصوص، بہار شریعت جسے پاکستان میں بیشتر مکتبوں نے شائع کیا ہے مگر ہر نسخے میں کہیں نہ کہیں کوئی نہ کوئی فاحش غلطی "جزو لاینفک" بن گئی ہے۔ سوائے ایک دو چند "مطابع" کے اس سلسلے میں دعوتِ اسلامی کے ادارے "المدینۃ العلمیہ" جو علمی و تحقیقی کاموں میں پیش پیش ہے نے اس عظیم کام کا بیڑا اٹھایا ہے۔ الحمد للہ عزوجل، اب بہار شریعت کے دو حصے مع مکمل تخریج و تسہیل شائع ہو چکے ہیں۔ جس میں اس نکتہ پر بھی بھرپور توجہ دی گئی ہے۔

○ محترم جناب قطب الدین صاحب کا بے حد شکریہ کہ انہوں نے راقم کے حاشیہ کردہ رسالہ کو غور سے پڑھا، اسی طرح جناب ساجد ریاض چوہدری صاحب کا بھی بے حد شکریہ کہ انہوں نے میرے مقالے "دینی کتب اور خدمات علمائے اہلسنت" کو نہایت ہی غور و فکر سے پڑھ کر اغلاط کی نشاندہی کے ساتھ ساتھ اپنی رائے سے بھی نوازا۔ جزاکم اللہ خیراً کثیرا۔

موصوف نے نہایت ہی درست فرمایا کہ فی زمانہ بدمذہبوں نے علمائے اہلسنت کی تصنیف کردہ شروحات و حواشی پر اپنے نام چھاپ دیے ہیں۔ ہمارے ملک میں تو اس کی مثال بیشتر دیکھی جاچکی ہے۔ جیسا کہ مفتی غلام سرور قادری صاحب کی شرح کردہ "مصباح الصلٰوۃ شرح نماز جامی" میں موصوف کا نام ہٹا کر اپنے "مولوی حسن" کا نام ڈال دیا۔ الحمد للہ پاکستان میں بھی اس کے انسداد کے لیے سنی اداروں نے کام شروع کر دیا ہے، خصوصاً دعوتِ اسلامی کے اشاعتی ادارے "المدینۃ العلمیہ" نے اس نہج پر قابل قدر کام کیا ہے اور مزید ترقی و تیزی سے کام جاری و ساری ہے۔

○ محترم جناب خورشید احمد سعیدی صاحب نے بھی راقم کے مقالہ پر خامہ فرسائی کی ہے۔ اس لیے وہ میرے شکریہ کے مستحق ہیں۔ موصوف نے "بالفعل" کے حاشیہ پر نادر حق کا اظہار فرمایا ہے۔ دراصل "بالفعل" کے لغوی و اصطلاحی معنی ہیں "بذاتِ خود" اور "خود ساختہ" وغیرہ وغیرہ، لیکن یہاں سیاق و سباق کے پیش نظر لغوی و اصطلاحی معنی کی بجائے ایسا معنی کرنا مناسب تھا، جو عبارت کی تفہیم سے زیادہ قربت رکھتا ہو، حاشیہ پر "ان دنوں" لکھنے کا مقصود یعنی "فی زمانہ اہل روافض نے اپنے طور پر یہ رائج کیا ہے" بتلانا تھا، چونکہ ان کے ائمین سے تو یہ ثابت ہے ہی نہیں تو یہ فی زمانہ یعنی انہی دنوں میں رائج ہوا ہے۔

○ راقم الحروف کے مضمون "انٹرنیٹ اور مسلک اہل سنت و جماعت کی نشر و اشاعت" میں بشری تقاضے کے مطابق چند کمپوزنگ کی غلطیاں لاحق ہو گئی ہیں۔

☆ جن میں صفحہ نمبر ۶۵ پر "مسلک" کی جگہ "مسالک" درج ہو گیا ہے۔

☆ اسلامی جامعات کی سائٹس میں www.jamiatulmadina.com درج کر دیا گیا ہے، جبکہ درست ایڈریس www.jamiatulmadina.net ہے۔ اسی طرح مضمون کے آخر ایک جگہ "Pal Talk" کے رومز درج کرنے کے متعلق لائن درج کی گئی ہے۔ جبکہ ان رومز کے نام درج نہیں کیے گئے ہیں۔ تو اس کی بھی وضاحت کر دیتا ہوں کہ یہ لائن ہمارے "مشفق مدیر محمد زبیر قادری صاحب" کی اضافہ کردہ ہے۔ موصوف نے اس مسنجر messenger کے دینی رومز کی افادیت کے پیش نظر اس کا تعارف شامل کرنا مناسب سمجھا، مگر چونکہ "Pal Talk" میں اسلامی رومز کی تعداد بیشتر ہے اور اکثر کے Online ناظرین بھی نہیں، اس وجہ سے موصوف نے سوچا کہ یوزر User خود ہی دیکھ لے گا، اسی طرح وہ جملہ یوں کا یوں ہی رہ گیا۔

○ مزید آگے چل کر مدیر محترم محمد زبیر قادری صاحب کا "میرے رضا کا پاکستان" بھی قابل تحسین ہے۔ اگرچہ اس میں چند باتیں ایسی ذکر کی گئی ہیں، جو کہ سفرنامے سے ربط نہیں رکھتیں، اور جن کا ذکر صرف اختلاف در اختلاف ہی ہے۔ البتہ اس میں بھی کمپوزنگ کی چند اغلاط رہ گئی ہیں، جن میں سفرنامے کے شروع میں "قسط نمبر ۳" کی بجائے قسط نمبر ۲، اور صفحہ نمبر ۹۷ میں پروگراموں کی بجائے انگلش جمع کے طور پر پروگرام کی جمع کو "پروگرامس" کر دیا گیا ہے۔ اسی طرح "سیلانی ویلفیئر" کو موصوف نے "سیلانی سینٹر" تحریر کر دیا ہے۔

○ ناصر رام پوری کی ترتیب کردہ رپورٹ "تنظیم ابنائے اشرفیہ کے زیر اہتمام دو روزہ بین الاقوامی سیمینار" نہایت ہی معلومات افزا ہے۔ اس میں صفحہ نمبر ۱۱۳ پر "دعوت و فکر" تحریر ہو گیا ہے۔ صحیح جملہ یوں ہونا چاہیے، "دعوت غور و فکر"۔ اسی طرح صفحہ نمبر ۱۱۷ پر نیچے سے دوسری لائن میں "جانثار افراد تیار کیے جائیں" کی بجائے "جانثار افراد تیار کیا جائیں" درج ہو گیا ہے۔ اسی طرح صفحہ نمبر ۱۱۸ میں نیچے سے تیسری لائن میں "ہماری تحریریں سنجیدہ ہونی چاہئیں۔" کی بجائے "ہماری تحریریں سنجیدہ ہونا چاہئیں۔" ہو گیا ہے۔

++++++++

ہندوستان میں شائع ہونے والے سنی جرائد

افکار رضا کے سابقہ شمارے میں ہم نے سنی جرائد کی نامکمل فہرست شائع کی تھی۔ علامہ عبد المبین صاحب نعمانی اور مولانا محمد قسیم احمد نوری مزید کچھ جرائد کی نشان دہی کی ہے۔ ہم نے اضافوں کے ساتھ اس فہرست کو دوبارہ شائع کر رہے ہیں تاکہ زیادہ سے زیادہ استفادہ کیا جا سکے۔ (ادارہ)

اسمائے جرائد	اسمائے مدیر	رابطہ کا پتہ
○ ماہنامہ "اعلیٰ حضرت"	علامہ سبحان رضا خان سبحانی میاں	رضا نگر، ۸۲، سوداگران، بریلی شریف، یوپی فون: ۰۵۸۱_۲۴۱۰۵۹۵
○ ماہنامہ "اشرفیہ"	مولانا مبارک حسین مصباحی	مبارک پور، اعظم گڑھ، یوپی۔ ۲۷۶۴۰۴ فون: ۰۵۴۶۶_۲۵۰۴۱۹
○ ماہنامہ "سنی دنیا"	مولانا شہاب الدین رضوی	۸۲، سوداگران، بریلی شریف، یوپی
○ ماہنامہ "کنز الایمان"	علامہ یٰسین اختر مصباحی	۴۲۲، مٹیا محل، جامع مسجد، دہلی ۶ فون: ۰۱۱_۲۳۲۶۴۵۴۴
○ ماہنامہ "جام نور"	خوشتر نورانی علیگ	۴۲۲، مٹیا محل، جامع مسجد، دہلی ۶ فون: ۰۱۱_۲۳۲۸۱۲۱۸ / ۹۳۱۲۷۸۳۶۹۱
○ ماہنامہ "ماہ نور"	سید ابو الحسن اشرفی	۴۱۹، مٹیا محل، جامع مسجد، دہلی ۶ فون: ۰۱۱_۲۳۲۶۱۴۴۳
○ ماہنامہ "اہل سنت"	مولانا فروغ احمد اعظمی مصباحی	دارالعلوم علیمیہ، جمدا شاہی، ضلع بستی، یوپی فون: ۰۵۵۴۲_۲۷۸۶۵۳
○ ماہنامہ "اسلامک ڈائجسٹ"	مولانا عبد الحلیم عزیزی	۱۰۳، جسولی، بریلی شریف، یوپی
○ ماہنامہ "القدس"	محمد عطاء المصطفیٰ حبیبی قادری	جامعہ فیض العلوم، حبیب آباد، بکھراواں رائے بریلی۔ یوپی فون: ۰۵۳۱۱_۲۷۵۴۳۵
○ ماہنامہ "سیارگان"	محمد اقبال عثمان میمن	ملکانی اسٹیٹ، بان ڈونگری، اشوک نگر، کاندیولی (مشرق)، ممبئی ۱۰۱ فون: ۰۹۳۲۲۴۳۶۱۱۲
○ ماہنامہ "المصباح"	سید محمد اشرف اصدانی	شاہ ہمدان میموریل ٹرسٹ، پانپور، کشمیر ۱۹۲۱۲۱ فون: ۰۱۹۳۳_۲۲۳۳۶۷
○ ماہنامہ "تبرکات"	علی احمد سیوانی	مکان نمبر ۱۴۸، گلی نمبر ۲۰ اے، عقب رضا مسجد، ذاکر نگر، اوکھلا، نئی دہلی ۲۵ فون: ۰۱۱_۵۵۶۸۸۷۰۱

رسالہ	مدیر	پتہ
ماہنامہ "المجامعہ"	مولانا جنید نعیم بستوی	الجامعۃ الاسلامیہ، قصبہ روناہی، فیض آباد، یوپی فون: ۰۵۲۷۸_۲۵۵۰۳۶
ماہ نامہ "پیام مظہر حق"	محمد حنیف قادری	مدرسہ قادریہ مولوی محلہ، بدایوں شریف، یوپی فون: ۰۵۸۳۲_۲۳۲۹۵
ماہ نامہ "ضیاء المقصد"	سید مظہر چشتی	جامعہ صمدیہ، پھپھوند شریف، ضلع اوریا، یوپی فون: ۰۵۶۸۳_۲۳۰۳۱۱
ماہ نامہ "سنی دنیا"	مولانا سید محمد حسنی	کانجہ کھیت، ناگپور، مہاراشٹر
سہ ماہی "رفاقت"	مولانا غلام رسول بلیاوی	ادارۂ شرعیہ بہار و جھارکھنڈ، سلطان گنج، پٹنہ
سہ ماہی "فیضان"	ڈاکٹر غلام زرقانی	مدرسہ فیض العلوم، دھتکیڈیہ، جمشید پور، جھارکھنڈ فون: ۰۶۵۷_۲۲۳۸۲۷۷
سہ ماہی "امجدیہ"	مولانا فیضان المصطفیٰ اعظمی	جامعہ امجدیہ رضویہ، گھوسی، ضلع مئو، یوپی
سہ ماہی "تبلیغ سیرت"	محمد جاوید حسین حبیبی	۶ رتال تالین، کولکاتہ۔ ۱۲ فون: ۰۳۳_۲۲۱۶۷۱۵۱
سہ ماہی "جام شہود"	سید رکن الدین اصدق	مدرسہ اصدقیہ مخدوم شریف، بگی تالاب، بہار شریف (نالندہ) ۸۰۳۱۰۱ فون: ۰۶۱۱۲_۲۲۳۳۶۲
سہ ماہی "برکات نازی"	شبیر مسعودی	محلہ نور الدین چک عید گاہ، درگاہ شریف، بہرائچ۔ ۲۷۱۸۰۱ (یوپی)
سہ ماہی "سنی دعوت اسلامی"	مولانا محمد زبیر مصباحی	فرسٹ فلور، ۱۲۸، شیدا مارگ، چار نل، ڈونگری، ممبئی۔۹ فون: ۲۳۴۳۴۳۶۶
سہ ماہی "مفتی اعظم ہند"	مفتی عبد الحلیم نوری مصباحی	علامہ فضل حق اکیڈمی، پلاٹ ۲۱، گیٹ ۵، مالونی ملاڈ (مغرب)۔ ممبئی موبائل: ۹۳۲۲۱۱۸۹۵۵
سہ ماہی "جام حضوری"	مولانا طارق حسین مصباحی	دار العلوم حضوریہ، سریا شریف، پوسٹ اماری کوٹلہ، ضلع اعظم گڑھ (یوپی)
سہ ماہی "پیام نظامی"	مولانا ضیاء المصطفیٰ نظامی	جامعہ برکاتیہ حضرت صوفی نظام الدین لہرولی، پوسٹ مہداول ضلع سنت کبیر نگر (یوپی) فون: ۰۵۵۴۸_۲۷۶۲۵۳
سہ ماہی "اسلامی آواز"	مولانا عبد اللہ عارف فیضی	مقام گلوبہ، پوسٹ شہرت گڑھ، ضلع سدھارتھ نگر، یوپی
سہ ماہی "غوث العالم"		جامع اشرف، کچھوچھہ شریف، امبیڈکر نگر، یوپی

تحریک فکر رضا

ہمارے مقاصد:

☆ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا کے افکار و نظریات کو زیادہ سے زیادہ متعارف کرانا۔

☆ علماء اہل سنت و جماعت کی رہنمائی میں مفکرین اور محققین کی ایک ٹیم کا فکر رضا کی ترویج و اشاعت میں دن رات کوشاں رہنا۔

☆ امام احمد رضا کی تصانیف کو سہل انداز میں جدید اسلوب کے ساتھ شائع کرنا۔

☆ امام احمد رضا کی تصانیف کو ملک کی مختلف اور بین الاقوامی زبانوں میں شائع کرانا۔

☆ ارباب فکر و دانش کو امام احمد رضا کی تحقیقات کی طرف متوجہ کرنا۔

☆ ہر اُٹھتے ہوئے سوالوں کا امام احمد رضا کی تحقیقات کی روشنی میں جواب دینا۔

AFKAR-E-RAZA (URDU QUARTERLY)

95, Undria Street, Chowki Mohalla, Mumbai - 400 003. E-mail : editor@fikreraza.net

If Undelivered Please return to : M. ISHAQ 45/A, Memonwada Road, 2/6, Mumbai - 400003.

بشکریہ جناب خلیل احمد رانا صاحب

پیشکش:- محمد احمد ترازی